

# دریے نظیر

شرح اردو

# نخوسیر

پسند فرمودہ

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب کراچی  
استاذ دارالعلوم دیوبند

تالیمت مولانا صاحب قاسمی  
استاذ جامعہ العلم والہدی (بلیک برن یو۔ کے)

مؤلف

مولانا محمد یونس قاسمی بہا پوری

استاذ جامعہ ستارہ فیض الرحیم نانک گنڈی پورہ

مکتبہ البلاغ (متصل دارالعلوم) دیوبند

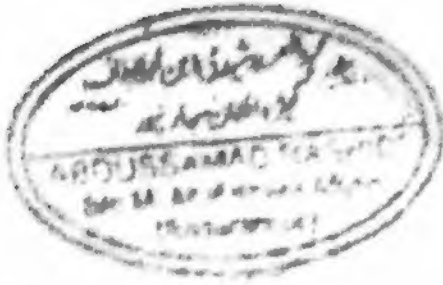


النحو فى الكلام كالملىح فى الطعام

# دُرِّ بے نظیر

شرح اردو

نحو میر



پسند فرمودہ

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی راستا دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا مفتی محمد علی صاحب فلاحی قاسمی

استاذ جامعہ العلم والہدی، بلیک برن، یو. کے.

مؤلف

مولانا محمد یونس قاسمی سہارنپوری

استاذ جامعہ ستاریہ فیض الرحیم نانکہ گندیوڑہ، سہارنپور (یوپی)

ناشر

مکتبہ البلاغ دیوبند سہارنپور (یوپی)

## بہارِ حق بنی مائتہ مظلوم ہیں

## تفصیلات

نام کتاب	:	دو بے نظیر شرح اردو نویر
پندرہ فرمودہ	:	حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی
		استاذ دارالعلوم دیوبند
		حضرت مولانا مفتی محمد علی صاحب قلاچی قاسمی
		استاذ جامعہ العلوم والہدیٰ، بلیک برن، یو۔ کے۔
مؤلف	:	مولانا محمد یونس قاسمی سہارنپوری
سن اشاعت	:	۱۳۲۸ھ - ۲۰۰۷ء
صفحات	:	۳۳۶
قیمت	:	.....
کمپیوٹر کتابت	:	الفضل کمپیوٹرز دیوبند (موبائل نمبر: 9412526824)
ناشر	:	مکتبہ ابلاغ دیوبند سہارنپور (فون: 01338-224325)

## ملنے کے پتے

- دیوبند سہارنپور کے سبھی کتب خانوں پر دستیاب ہے
- مکتبہ اسلام تحصیل پور • شریف بک ڈپو تحصیل پور
- مکتبہ رحمانیہ جامعہ ستاریہ فیض الرحیم نانکہ گند پورہ
- قرآن اکیڈمی ترکیسر گجرات • کتب خانہ عبداللہ کاکوزی ترکیسر گجرات

## انتساب

مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے نام  
جس کی وجاہت و وقعت کے آگے تخت طاؤس بھی ہے



مادرِ علمی دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر گجرات کے نام  
جو علمی دانش گاہ کے ساتھ ساتھ بیک وقت معرفت الہی کی کارگاہ  
اور حسین تربیت گاہ بھی ہے



مادرِ علمی جامعہ کاشف العلوم تحصیل پورسہار نیپور کے نام  
جس کے بال و پر اور علمی برگ و بار کے تابندہ نقوش خود  
اس کے فیض یافتگان ہیں جو افراد سازی میں اپنی مثال آپ ہیں



پیکرِ شفقت والدین ماجدین کے نام  
جنہوں نے اس پر شور و دنیا کی ہنگامہ آرائیوں سے ٹکرا کر اکرام تینوں بھائیوں  
کے لیے حصول علم کی راہ ہموار کی، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر قائم رکھے۔ آمین!



محمد یونس قاسمی



فہرست مضامین

کہاں؟	کیا؟	کہاں؟	کیا؟
۲۳	• فرض و قاعدت میں فرق	۱۳	• تکرار
۲۳	• دوسرا فرق	۲۰	• عرض مؤلف
۲۳	• فرض و قاعدت جاننے کا قاعدہ	۲۳	• دعائے بتدی
۲۳	• نام اور وجہ تسمیہ کا مطلب	۲۳	• تعلیم و تعلیم کے لیے چند اصول و قواعد
۲۳	• نام اور وجہ تسمیہ جاننے کا قاعدہ	۲۵	• شرائط تدریس
۲۳	• استاد اور التروی و اصطلاحی معنی	۲۶	• شرائط تکلیف
۲۳	• استاد اور جاننے کا قاعدہ	۲۶	• مدرس کے فرائض
۲۳	• حکم شریعت کا مطلب	۲۷	• فرائض تکلیف
۲۳	• حکم شریعت جاننے کا قاعدہ	۲۷	• واجبات مدرس
۲۵	• فضیلت کا مطلب	۲۸	• واجبات تکلیف
۲۵	• فضیلت جاننے کا قاعدہ	۲۸	• مستجاب مدرس
۲۵	• نسبت کا مطلب	۲۸	• مستحبات تکلیف
۲۵	• نسبت جاننے کا قاعدہ		• تکلیف کے لیے چند قابل عمل
۲۵	• واضح کے دو مطلب	۲۹	• خارجی امور
۲۵	• واضح کو جاننے کا قاعدہ	۳۰	• مقدر
۲۵	• مسائل کا مطلب		• مہادیات عشرہ کی لغوی
۲۶	• مسائل جاننے کا قاعدہ	۳۱	• اصطلاحی تعریفات
۲۶	• مہادیات عشرہ منکوم عربی		• حد یعنی تعریف کی لغوی
۲۷	• علم نحو کے مہادیات عشرہ	۳۱	• اصطلاحی تعریف
۲۷	• علم نحو کی لغوی و اصطلاحی تعریف	۳۱	• اصطلاح کی لغوی و اصطلاحی تعریف
۲۷	• علم نحو کا موضوع	۳۲	• حد جاننے کا قاعدہ
۲۷	• علم نحو کی فرض و قاعدت	۳۲	• موضوع کی لغوی و اصطلاحی تعریف
۲۷	• نام اور وجہ تسمیہ	۳۲	• سینہ کی اصطلاحی تعریف
۲۸	• علم نحو کا استاد	۳۲	• موضوع جاننے کا قاعدہ
۲۸	• علم نحو کے متعلق شریعت کا حکم	۳۲	• فرض و قاعدت کی لغوی و اصطلاحی تعریف

کہاں؟	کیا؟	کہاں؟	کیا؟
۵۵	مفرد کا دوسرا نام اور اس کی تین قسمیں	۳۹	علم نحو کی فضیلت
۵۵	اسم کے لغوی و اصطلاحی معنی	۳۹	علم نحو کی نسبت
۵۵	فعل کے لغوی و اصطلاحی معنی	۴۰	تمام علوم کی دو قسمیں
۵۵	حرف کے لغوی و اصطلاحی معنی	۴۰	علوم شرعی چار ہیں
۵۶	اسم، فعل، حرف کی وجہ تسمیہ	۴۰	علوم غیر شرعی تین ہیں
۵۶	مرکب کا بیان	۴۰	علم نحو کا واضح
۵۶	مرکب کی دو قسمیں	۴۳	واضع کتاب (مصنف کتاب)
۵۶	مرکب مفید کی تعریف اور اسکے تین نام	۴۳	۴۱، پیدا نش، حصول علم
۵۷	مرکب مفید کی دو قسمیں	۴۵	تریت باطن
۵۸	جملہ خبریہ کی تعریف اور اس کی دو قسمیں	۴۵	مترق حالات
	جملہ اسمیہ کی تعریف اور اس کے	۴۶	ایک عجیب واقعہ
۵۸	دونوں جڑوں کا نام	۴۷	تصانیف جلیلہ
۵۸	مسند اور مسند الیہ کی وجہ تسمیہ	۴۷	علم نحو کے مسائل
۵۸	مبتدأ اور خبر کی وجہ تسمیہ	۴۷	ایک معرکہ الآراء مسئلہ
	جملہ فعلیہ کی تعریف اور اس کے	۴۸	علم نحو کے دو مشہور مذہب
۵۹	دونوں جڑوں کے نام	۵۰	خطبہ کتاب
۵۹	فعل اور قائل کے معنی اور ان کی وجہ تسمیہ	۵۱	ابجد کی اصل
	مسند اور مسند الیہ کی تعریف	۵۲	لغت کے لغوی و اصطلاحی معنی
۵۹	اور ان کے مختلف نام	۵۲	اشتقاق کے لغوی و اصطلاحی معنی
۶۰	اسم کی دو قسمیں	۵۲	ترکیب کے لغوی و اصطلاحی معنی
۶۰	اسم ذات کی تعریف	۵۳	مختصر، مقصر اور مطول کی تعریف
۶۰	اسم صفت کی تعریف	۵۳	توفیق کے معنی
	اسم فعل حرف میں سے کون مسند	۵۳	لفظ کا بیان
۶۰	اور مسند الیہ بنتا ہے اور کون نہیں	۵۳	لفظ کی لغوی و اصطلاحی تعریف
	انشاء کے لغوی معنی اور	۵۳	اوتار صوتیہ سانس، آواز اور لفظ کی تحقیق
۶۱	جملہ انشائیہ کی تعریف	۵۵	لفظ موضوع و مستعمل کی دو قسمیں
۶۲	جملہ انشائیہ کی دس قسمیں	۵۵	مفرد کی تعریف
	امر نہی استفہام تمنیٰ ترجیح کی لغوی	۵۵	مرکب کی تعریف

کہاں؟	کیا؟	کہاں؟	کیا؟
۷۵	مصنف کے لغوی و اصطلاحی معنی	۶۲	واستلاحی تعریف
۷۵	قریش کی اصل	•	مخود و معارض قسم اور فعل تعجب
۷۶	بغداد کی اصل	۶۳	کی لغوی و اصطلاحی تعریف
•	فعل پر الف لام تعریفی حرف جر	•	مربک غیر مفید کی تعریف اور اس کی قسمیں
۷۶	اور تثنیہ کیوں نہیں آتی	•	مربک اضافی کی تعریف اور اس کے
•	فعل مستدالیہ مضاف، مصنف منسوب جینیہ	•	دونوں جروں کے نام اور وجہ تسمیہ
•	وجع اور موصوف کیوں نہیں ہوتا اور اس کے	•	مضاف الیہ ہمیشہ مجرور کیوں ہوتا ہے؟
۷۷	ساتھ تائے متحرک کیوں نہیں آتی	•	مربک بنائی کی لغوی و اصطلاحی تعریف
۷۹	فعل کی آٹھ علامتیں	•	مربک بنائی کے دونوں جروں کا اعراب
۸۰	قد، سین، سوف اور لم کے معنی	۶۷	اور اعراب کی وجہ
۸۱	حروف جازمہ اور ان کا مکمل	•	اشباع کا اعراب اور وجہ اعراب
۸۱	غیر مرفوع متصل کی تعریف	•	اور احد عشر (گیارہ) سے تسع عشر (انیس)
•	تائے ساکنہ پر اعتراض اور اس کا جواب	۶۸	تک کے اعداد کی اصل صورت
۸۱	حرف کی صرف ایک علامت	•	مربک منع صرف کی لغوی
•	مصنف کے طرز پر معرب و معنی کی تعریف	۶۹	واستلاحی تعریف
•	صاحب ہدایہ اللہ کی بیان کردہ معرب	•	اس کے دونوں جروں کا اعراب
۸۲	و معنی کی تعریف	۶۹	اور وجہ اعراب
•	اعراب کی لغوی و اصطلاحی تعریف	•	معرب سے مراد معرب غیر منحرف
۸۳	اور اعراب کا مکمل اور اس کی دو قسمیں	۶۹	اور اس کی خاصیت
•	پھر اعراب کی دوسری تقسیم	•	منع صرف کے اعراب میں علماء
۸۳	اور اس کی پانچ قسمیں	۷۰	کا اختلاف
•	(۱) اعراب لفظی اور اس کی تعریف	•	بِقَلْبِكَ اور خَضَرَ مَوْتُ کی اصل
•	(۲) اعراب حکمی اور اس کی تعریف	•	مربک غیر مفید ہمیشہ جملہ کا
•	(۳) اعراب تقدیری اور اس کی تعریف	۷۰	ایک جز کیوں ہوتا ہے
•	(۴) اعراب محلی اور اس کی تعریف	•	جملہ میں کم از کم دو کلمے
•	(۵) اعراب حکائی اور اس کی تعریف	۷۲	کیوں ضروری ہیں؟
•	عامل و معمول کی تعریف	۷۲	تقدیر کے لغوی و اصطلاحی معنی
•	عربی زبان میں کل مہیات	۷۳	اسم کی گیارہ علامات



کہاں؟	کیا؟	کہاں؟	کیا؟
۱۰۰	اسمائے موصولات کا بیان	۸۶	اور کل معربات کی تعداد
	اسمائے موصولہ کی لغوی		اسم متمکن اور اسم غیر متمکن
۱۰۰	واصطلاحی تعریف	۸۶	کی لغوی و اصطلاحی تعریف
۱۰۰	جمع اسمائے موصولہ کے معانی		یعنی اصل اور اسم غیر متمکن کے
۱۰۱	فا اور هن میں فرق	۸۷	درمیان فرق
۱۰۱	ذو دو طرح کے ہیں		اسم متمکن کے معرب و معنی ہونے
۱۰۲	اتی و ایتہ کی چار صورتیں	۸۷	میں علماء کا اختلاف
	اتی و ایتہ کے تین حالتوں میں معرب	۸۸	اسم غیر متمکن کا بیان
۱۰۳	اور ایک حالت میں معنی ہونے کی وجہ	۸۹	اسم ضمیر کی لغوی و اصطلاحی تعریف
	اسمائے اشارات اور اسمائے موصولہ کس معنی		ضمیر کی پانچ قسمیں اور ان کی تعریفات
۱۰۳	اصل سے مشابہ ہیں	۹۰	ضمیر مجرور منفصل کے نہ آنے کی وجہ
	اسمائے افعال اور		ضمیر کی دو قسموں بارز
۱۰۳	اسمائے اصوات کا بیان	۹۰	اور مستتر کی تعریف
	اسمائے افعال کی لغوی	۹۱	ضمیر مرفوع متصل کی گردان
۱۰۳	واصطلاحی تعریف	۹۲	ضمیر مرفوع منفصل کی گردان
	اسمائے افعال کی دو قسمیں	۹۳	ضمیر منصوب متصل کی گردان
۱۰۵	اور ان کا عمل	۹۳	ضمیر منصوب منفصل کی گردان
	اسمائے اصوات کی لغوی	۹۵	ضمیر مجرور متصل بحرف جر کی گردان
۱۰۵	واصطلاحی تعریف اور ان کے معانی	۹۶	ضمیر مجرور متصل باضافت کی گردان
	اسمائے افعال اور اسمائے اصوات		نون و قایہ کے معنی اور اسکو لانے کی وجہ
۱۰۶	کس معنی اصل سے مشابہ ہیں		مذکورہ بالا تمام گردانوں میں صیغوں
۱۰۷	اسمائے ظروف کا بیان	۹۷	کی ترتیب بدلنے کی وجہ
	اسمائے ظروف کی لغوی و اصطلاحی تعریف	۹۸	ضمیریں کس معنی اصل سے مشابہ ہیں
۱۰۸	اور اس کی دونوں قسمیں	۹۸	اسمائے اشارات کا بیان
	تمام اسمائے ظروف زمان کے معانی اور قبل	۹۹	اسم اشارہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف
۱۰۸	و بعد کی تین حالتیں	۹۹	جمع اسمائے اشارہ اور ان کے معانی
	تمام اسمائے ظروف مکان کے معانی اور		ذال اور تان پر ایک اعتراض
۱۱۰	فُدام، نَحَتْ، فَوُی کی تین حالتیں	۹۹	اور اس کا جواب

کہاں؟	کیا؟	کہاں؟	کیا؟
۱۳۲	جمع تکسیر بنانے کا قاعدہ	تمام اسمائے ظہرف کس معنی اصل سے مشابہ ہیں	۱۱۱
۱۳۳	جمع مذکر سالم و جمع مؤنث سالم کی تعریف	اسمائے کنایات کی لغوی و اصطلاحی تعریف اور اس کی قسمیں	۱۱۳
۱۳۴	جمع کی دو قسمیں جمع قلت اور جمع کثرت	مرکب ہنائی کی اصطلاحی تعریف	۱۱۵
۱۳۵	جمع قلت و جمع کثرت کی لغوی و اصطلاحی تعریف	اسم کی دو قسمیں معرفہ اور مکرہ	۱۱۶
۱۳۵	دونوں کی تعریف میں اختلاف	معرفہ و مکرہ کی تعریف اور معرفہ کی چھ اقسام	۱۱۶
۱۳۶	ان کے اوزان	علم کی تعریف اور اس کی چار صورتیں	۱۱۷
۱۳۸	اسم کے اعراب تین ہیں رفع نصب جر	پھر علم کی پانچ قسمیں اور انکی تعریفات	۱۱۷
۱۳۸	اسم متمکن کی تعریف اس کا حکم اور اعراب کی قسمیں	اسمائے اشارات اور اسمائے موصولات	
۱۳۸	اسم متمکن کی پہلی چار قسموں کی تعریف	کو مہمات کہنے کی وجہ	۱۲۱
۱۳۹	اور ان کا اعراب	اسم کی دو قسمیں مذکر مؤنث	۱۲۲
۱۴۰	پانچویں قسم غیر منصرف کی تعریف اور اس کا اعراب اور حکم	مذکر مؤنث کی تعریف اور مذکر کو مقدم کرنے کی وجہ	۱۲۳
۱۴۱	اسباب منع صرف تو ہیں	علامات تانیث چار ہیں	۱۲۳
۱۴۲	(۱) عدل کی تعریف اور اسکی دو قسمیں	الف مقصورہ اور الف ممدودہ میں فرق	۱۲۳
۱۴۸	عدل کے چھ اوزان ہیں	مؤنث حقیقی و لفظی کی تعریف	۱۲۴
۱۴۸	(۲) وصف کی تعریف اور اسکی دو قسمیں	آزھن کے مؤنث ہونے کی دلیل	۱۲۵
۱۴۹	(۳) تانیث کی تعریف اور اسکی دو قسمیں	اسم کی تین قسمیں واحد، حثیہ، جمع	۱۲۶
۱۵۱	(۴) معرفہ کی تعریف	واحد حثیہ اور جمع کی تعریف	۱۲۶
۱۵۱	(۵) مجہول کی تعریف	واحد کی جمع بنانے وقت واحد کے وزن میں سات قسم کے تغیرات	۱۲۸
۱۵۱	تمام غیروں کے ناموں میں کون منصرف ہے اور کون غیر منصرف	جمع کی دو قسمیں جمع تکسیر جمع صحیح	۱۲۹
۱۵۱	(۶) جمع (۷) ترکیب (۸) وزن فعل	جمع تکسیر جمع صحیح کی لغوی و اصطلاحی تعریف	۱۳۰
۱۵۱	(۹) الف نون زائد تان ہر ایک کی لغوی	جمع تکسیر کے دس مشہور وزن	۱۳۱
		اس مفرد ہنائی رباعی شماسی میں	

کیا؟	کہاں؟	کیا؟	کہاں؟
۱۵۳	واصلی تعریف	۱۹۵	• اِن اور اُن کے استعمال کا فرق
• چھٹی قسم اسمائے سبکترہ کا اعراب	• ۱۹۵	• مادوں میں فرق	• ۱۹۵
۱۵۶	• اور ان کی شرطیں	• لائے نفی جنس کی عمل کے اعتبار سے چند	• ۱۹۶
۱۵۹	• فہم اور ذو کی اصل	• حالتیں ہیں	• ۱۹۶
• اسم متضمن کی ساتویں آٹھویں اور نویں قسم کی	• ۱۶۰	• لاجول ولاقوة کے اعراب کی	• ۱۹۷
• تعریف اور اعراب	• اسم متضمن کی دسویں گیارہویں اور	• چھ صورتیں	• ۱۹۷
• اسم متضمن کی دسویں گیارہویں اور	• بارہویں قسم کی تعریف اور اعراب	• حروف ندا کی تعریف اور ان کے عمل کی	• ۲۰۳
• ۱۶۳	• اسم متضمن کی تیرہویں اور چودھویں قسم کی	• چار صورتیں	• ۲۰۳
• تعریف و اعراب	• اسم متضمن کی پندرہویں قسم کی تعریف اور	• حروف ندا کے باب میں علمائے	• ۲۰۳
• ۱۶۶	• اس کا اعراب	• نحو کا اختلاف	• ۲۰۳
• اسم متضمن کی سولہویں قسم کی تعریف	• اسم متضمن کی پندرہویں قسم کی تعریف اور	• حروف عاملہ در فعل مضارع کا بیان	• ۲۰۹
• اور اس کا اعراب	• ۱۶۷	• حروف نامہ اور ان کا عمل	• ۲۱۰
• اسم متضمن کی سولہویں قسم کی تعریف	• اور اس کا اعراب	• اُن کن چھ حروف کے بعد پوشیدہ	• ۲۱۲
• اور اس کا اعراب	• ۱۷۰	• ہوتا ہے اور کیوں	• ۲۱۲
• اعراب مضارع کا بیان	• ۱۷۳	• واو صرف اور فاء کے لیے شرائط	• ۲۱۳
• فعل مضارع کے اعراب کی	• فعل مضارع کے اعراب کی	• لام جحد اور لام کی میں فرق	• ۲۱۳
• چار قسمیں	• ۱۷۴	• واو صرف کے لغوی و اصطلاحی معنی	• ۲۱۳
• معرب، اعراب اور عامل کی تعریف	• ۱۸۵	• اور اس کی مثال	• ۲۱۳
• عامل کی دو قسمیں اور ان کی تعریف	• ۱۸۵	• حروف جازمہ اور ان کا عمل	• ۲۱۸
• باب اول حروف عاملہ کا بیان	• ۱۸۶	• لم اور لما کا فرق	• ۲۱۹
• حروف جارہ کی تعریف اور ان	• کے مشہور معانی	• جزا میں قا کالانا کب ضروری	• ۲۲۰
• کے مشہور معانی	• ۱۸۷	• ہے اور کیوں	• ۲۲۰
• رَبِّ کی ۱۶ ارفاق	• ۱۹۰	• باب دوم افعال عاملہ کا بیان	• ۲۲۱
• سترہ حروف جارہ کے علاوہ چار	• اور بھی ہیں	• ”چھ فعل غیر عامل نیست“	• ۲۲۱
• اور بھی ہیں	• ۱۹۱	• کی عبارت کا مطلب	• ۲۲۲
• حروف مشبہ بالفعل کو مشبہ بالفعل کہنے کی وجہ	• اور اس کا اعراب	• فعل معروف و مجہول اور فعل لازم	• ۲۲۲
• اور اس کا اعراب	• ۱۹۲	• و متعدي کی تعریف	• ۲۲۲
• مادوں کے عمل کرنے کی چار شرطیں	• ۱۹۳	• پہلی قسم فعل معروف لازم و متعدي کے	• ۲۲۲



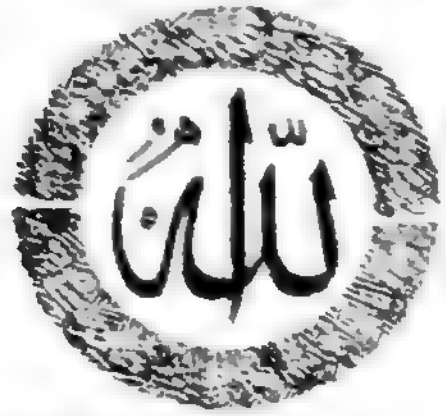
کہاں؟	کیا؟	کہاں؟	کیا؟
۲۳۰	• دوسری قسم فعل مجہول کے معمولات مرفوعہ اور معمولات منصوبہ	۲۲۳	• معمولات مرفوعہ اور معمولات منصوبہ اور ان کی مثالیں
۲۳۱	• فعل مجہول اور اس کے معمول	۲۲۶	• قائل کی تعریف اور اس کی تین شرطیں
۲۳۲	• مرفوع کے دو دو نام	۲۲۷	• مفعول مطلق کی تعریف اس کی تین شرطیں اور تین معانی اور تین طریقے
۲۳۲	• فعل متعدی کی چار قسمیں	۲۲۷	• مفعول فید کی تعریف اور اس کے دونوں نام اور اس کی قسمیں
۲۳۳	• فعل متعدی کی دوسری اور تیسری قسم میں فرق	۲۲۸	• مفعول لہ اور مفعول معہ کی تعریف اور ان کی دو صورتیں
۲۳۳	• افعال مکتوب اور ان کے معانی	۲۲۹	• حال ذوالحال کی تعریف اور حال کی چار صورتیں
۲۳۳	• افعال مکتوب کی دو قسمیں	۲۳۰	• حال میں کون کون عامل ہوتے ہیں
۲۳۵	• غیبت کا دوسرا مفعول اور اعلیٰ غیبت کا تیسرا مفعول نائب قائل کیوں نہیں بن سکتے	۲۳۲	• ذوالحال معرفہ کیوں ہوتا ہے
۲۳۵	• مفعول لہ اور مفعول معہ کو نائب قائل بنانا کیوں جائز نہیں	۲۳۲	• ذوالحال اگر مکرر ہو تو حال کو مقدم کرنے کی وجہ
۲۳۶	• قائل کی دو قسمیں اور ان کی تعریف	۲۳۳	• تیز کی مکمل تعریف اور نسبت سے ابہام کو دور کرنے کی مختلف قسمیں
۲۳۶	• حال اور تیز کو نائب قائل بنانا صحیح ہے یا نہیں	۲۳۳	• تیز کو پانچ چیزوں سے ابہام دور کرنے کے لیے لاتے ہیں
۲۳۷	• افعال ناقص کا بیان	۲۳۳	• مفعول بہ کی تعریف
۲۳۷	• افعال ناقص کو ناقص کہنے کی وجہ	۲۳۶	• قائل اور مفعول بہ کے درمیان فرق
۲۳۹	• اور ان کے معانی	۲۳۶	• المنصوب فضلہ پر ایک اعتراض اور اس کا جواب
۲۳۹	• افعال ناقص کا مل اور ان کے مرفوع و منصوب کے نام	۲۳۶	• قائل کی دو قسمیں
۲۴۰	• کان نامہ اور کان زائدہ کے معنی	۲۳۶	• فعل کو مؤنث کب لانا ضروری ہے اور کیوں
۲۴۰	• افعال ناقص کی خبر کو ان کے اسم پر مقدم کرنے کی تین صورتیں	۲۳۷	• فعل کو مؤنث کب لانا ضروری ہے اور کیوں
۲۴۱	• فعل ناقص اور فعل متعدی کی تعریف پر ایک اشکال اور اس کے دو جواب	۲۳۸	• فعل کو مؤنث کب لانا ضروری ہے اور کیوں
۲۴۱	• افعال مقار بہ کا بیان	۲۳۹	• لانا کب جائز ہے
۲۴۲	• افعال مقار بہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف اور		

کہاں؟	کیا؟	کہاں؟	کیا؟
۲۶۷	• اسمائے افعال بمعنی فعل ماضی	۲۵۳	• جمع کلمات کی مثالیں
	• تیسری قسم اسمائے افعال بمعنی		• افعال مقاربہ کس پر داخل ہوتے ہیں اور کیا
۲۶۷	• امر حاضر معروف	۲۵۳	• عمل کرتے ہیں
۲۶۸	• ہیبت اور ہامیں تین تین لغات	۲۵۳	• عسی کبھی تامہ ہوتا ہے
	• چوتھی قسم اسم قائل کی تعریف اور اسم قائل		• ”در محل رفع بمعنی مصدر“ سے اعتراض
۲۷۰	• اور قائل میں فرق	۲۵۵	• کا جواب
	• اسم قائل اور فعل مضارع میں لفظی	۲۵۶	• افعال بحر و ذم کی تعریف اور انکی تعداد
۲۷۰	• و معنوی مشابہت		• افعال مدح و ذم کی ترکیب اور ان
	• اسم قائل کے چھ معتدات اور	۲۵۷	• کے قائل کی تین صورتیں
۲۷۰	• ان کی مثالیں		• چاروں افعال مدح و ذم کے درمیان تذکیر
	• آخر کے دو معتدوں پر ایک اعتراض	۲۵۸	• و تانیث میں فرق
۲۷۳	• اور اس کا جواب		• مخصوص بالمدح کو حذف بھی
	• پانچویں قسم اسم مفعول کی تعریف	۲۵۹	• کر دیا جاتا ہے
۲۷۵	• اور اسم مفعول اور مفعول میں فرق	۲۶۰	• افعال تعجب کی لغوی و اصطلاحی تعریف
۲۷۵	• اسم مفعول کے چھ معتدات	۲۶۰	• افعال تعجب کے بنانے کا طریقہ
۲۷۶	• فعل متعدی کی چار قسمیں		• ”ما“ کے بارے میں علمائے نحو
	• چھٹی قسم صفت مشبہ کی تعریف	۲۶۱	• کا اختلاف
۲۷۹	• اور وجہ تسمیہ اور اس کا عمل		• باب سوم اسمائے عاملہ کا بیان اور
۲۷۹	• حدوث و ثبوت میں فرق	۲۶۳	• اس کی گیارہ قسمیں
	• صفت مشبہ کے ساتھ بمعنی حال		• پہلی قسم اسمائے شرطیہ بمعنی
۲۸۰	• و استقبال کی شرط کیوں نہیں	۲۶۳	• ان کی وضاحت
۲۸۰	• صفت مشبہ کے پانچ معتدات		• مازائدہ کن کن اسمائے شرطیہ
	• ساتویں قسم اسم تفضیل کی تعریف	۲۶۵	• کے ساتھ آتا ہے
۲۸۱	• اور اس کے بنانے کی شرط	۲۶۵	• لئی کے مختلف معانی اور نہما کی اصل
۲۸۲	• اسم تفضیل کے استعمال کے تین طریقے		• دوسری قسم اسمائے افعال کی تعریف اور اس
۲۸۳	• اسم تفضیل کا عمل	۲۶۶	• کی دو قسمیں
	• آٹھویں قسم مصدر کی تعریف		• اسمائے افعال کی تعریف پر ایک اعتراض اور
۲۸۳	• اور اس کا عمل	۲۶۶	• اس کا جواب

کہاں؟	کیا؟	کہاں؟	کیا؟
۲۹۷	ضروری ہے	۲۸۵	• اگر مصدر مطلق مطلق ہو تو عمل کیوں نہیں کرتا
	• صفت بحال متعلق الموصوف میں موصوف		• دو ہی قسم ہر صفت کی تعریف اور اس کا عمل
	• صفت کے درمیان پانچ چیزوں میں	۲۸۶	• اس کے عمل کرنے کی وجہ
۲۹۸	مطابقت ضروری ہے		• ہم کن کن چیزوں کے
۳۰۱	• جملہ خبریہ کے مگر موصوف بننے کی وجہ	۲۸۷	• ذریعہ تمام ہے
	• تابع کی دوسری قسم تاکید کی تعریف		• گیارہویں قسم اسماء کے کتابیہ از عدد کی
۳۰۲	اور اس کی وضاحت	۲۸۹	• تعریف اور اس کی قسمیں
۳۰۳	• تاکید نقلیہ تاکید معنوی کی تعریف	۲۹۰	• کم خبریہ اور کم استلہامیہ کا عمل
	• تاکید معنوی کے جمیع الفاظ		• من بذاتہ کے اسمائے کتابیہ از عدد پر داخل ہونے کے بارے میں اختلاف
۳۰۴	اور ان کی مثالیں	۲۹۱	• عوالم معنوی کا بیان
۳۰۶	• نظام کو پورا خریدنے کا مطلب		• عوالم معنوی کی تعریف
	• تیسری قسم بدل کی تعریف اور تعریف کی وضاحت	۲۹۲	• اور اس کی قسمیں
۳۰۷	کی وضاحت		• عوالم معنوی کی دونوں قسموں کا عمل
۳۰۸	• بدل کی چاروں قسموں کا بیان	۲۹۳	• مبتدا و خبر کے متعلق چار مسلک
	• چوتھی قسم عطف بحرف کی تعریف	۲۹۳	• فصل مضارع کے متعلق دو مسلک
۳۱۰	اور اس کا دوسرا نام	۲۹۳	• خاتمہ و توالی کا بیان
	• حروف ماطفہ کے دونوں ناموں کی وجہ تسمیہ		• عوالم نقلی کے بعد توالی کا بیان شروع کرنے کی وجہ
۳۱۰	• پانچویں قسم عطف بیان کی تعریف	۲۹۴	• توالی کی تعریف اور اس کا حکم
	• اور اس کا دوسرا نام	۲۹۵	• تابع متبوع کی ایک پہل مثال
۳۱۲	• علم اور کنیت کے مشہور ہونے کی مثال		• تابع کی پہلی قسم صفت کی تعریف اور اس کی دو قسمیں
۳۱۲	• مثال میں مذکور شعر کا خلیفہ پس منکر		• صفت بحال الموصوف میں موصوف و صفت کے درمیان دس چیزوں میں مطابقت
۳۱۳	• حروف و غیر حروف کا بیان		
۳۱۴	• حروف غیر عاملہ کا بیان		
	• پہلی قسم حروف تہجیہ کے لغوی معنی اور ان کا ترجمہ		
۳۱۵	• حروف تہجیہ کے دخول کی وضاحت		
	• دوسری قسم حروف ایجاب کے معنی		



صفحہ	کتاب	صفحہ	کتاب
۳۳۱	• لغتِ عربیہ	۳۳۱	• لورین کی تعداد
۳۳۲	• لغتِ عربیہ	۳۳۲	• تیسری قسم صرف کلمہ ہے
۳۳۳	• لغتِ عربیہ	۳۳۳	• معنی لورین کی تعداد
۳۳۴	• لغتِ عربیہ	۳۳۴	• معنی قول، معنی قول اور
۳۳۵	• لغتِ عربیہ	۳۳۵	• غیر قول کی وضاحت
۳۳۶	• لغتِ عربیہ	۳۳۶	• چوتھی قسم صرف صواب ہے
۳۳۷	• لغتِ عربیہ	۳۳۷	• پانچواں ہوتے ہیں
۳۳۸	• لغتِ عربیہ	۳۳۸	• چھٹی قسم صرف کلمہ ہے
۳۳۹	• لغتِ عربیہ	۳۳۹	• کلمہ غلوں کی وضاحت
۳۴۰	• لغتِ عربیہ	۳۴۰	• چھٹی قسم صرف قول اور وضاحت پانچواں
۳۴۱	• لغتِ عربیہ	۳۴۱	• ہو کر کیا عمل دیتا ہے
۳۴۲	• لغتِ عربیہ	۳۴۲	• ساتویں قسم صرف اصطلاح کی تعداد
۳۴۳	• لغتِ عربیہ	۳۴۳	• لورین کا کام
۳۴۴	• لغتِ عربیہ	۳۴۴	• آٹھویں قسم صرف کلام لورین کے
۳۴۵	• لغتِ عربیہ	۳۴۵	• بارہویں قسم اختلاف
۳۴۶	• لغتِ عربیہ	۳۴۶	• لورین کے تینوں قسم لورین
۳۴۷	• لغتِ عربیہ	۳۴۷	• کی پانچ قسمیں
۳۴۸	• لغتِ عربیہ	۳۴۸	• مولف تو ہیں پانچ ہیں
۳۴۹	• لغتِ عربیہ	۳۴۹	• مثال میں ذکر شعر کے کام
۳۵۰	• لغتِ عربیہ	۳۵۰	• لور شعر کی بحر و قافیہ
		۳۵۱	• شعر کے تدریس میں اختلاف
		۳۵۲	• کی وضاحت



## تقریظ

اجمل العلماء

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی دامت برکاتہم

استاذ دارالعلوم دیوبند

عربی زبان سیکھنے اور عربی عبارتوں کو صحیح طریقہ سے پڑھنے کے لیے علوم میں علم نحو کو وہی درجہ حاصل ہے جو کھانہ نہ میں نمک کو حاصل ہے جس طرح نمک کے بغیر کھانا بے مزہ بلکہ بد مزہ ہو جاتا ہے اسی طرح نحو کے بغیر عربی زبان اور عربی عبارتیں بے مزہ ہو جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ علوم اسلامیہ کو حاصل کرنے کا ارادہ کرنے والے طالب علم کو سب سے پہلے صرف اور نحو پڑھایا جاتا ہے اس کے بعد ہی دوسرے علوم کی طرف توجہ کی جاتی ہے یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ جل جلالہ نے مبتدی بچوں کے لیے نحو کی کتابوں میں نحو میر کو جو مقبولیت عطا فرمائی ہے وہ اس درجہ کی دوسری کتابوں کو حاصل نہیں ہے نحو میر کی یہ مقبولیت بلا وجہ نہیں ہے بلکہ اس کی اہمیت، افادیت اور جامعیت کی بنا پر ہے نحو میر چوں کہ بذات خود فارسی زبان میں ہے اور بچے فارسی میں بالعموم کمزور ہوتے ہیں اس لیے ان کو نحو میر کے قواعد سمجھنے اور یاد کرنے میں قدرے دشواری ہوتی ہے بلکہ بسا اوقات مجھ جیسے اساتذہ کے لیے اردو زبان میں تعبیر کرنا دشوار ہو جاتا ہے اور ایسی تعبیر نہیں ہو پاتی جو مسائل کو بچوں کے ذہنوں سے قریب کر دے حالاں کہ اس بات کو استعداد سازی میں بہت بڑا دخل ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر بہت سے حضرات نے نحو میر کا اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے اور بعض نے مزید تشریح بھی کی ہے ہمارے محترم اور صالح نوجوان مولانا محمد یونس صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند استاذ جامعہ

ستار یہ نائکہ ضلع سہارنپور نے بھی اپنے کئی سال کے تدریسی تجربہ کے بعد ”ذریعہ نظیر“ کے نام سے نحو میر کی ایک بے نظیر شرح لکھی ہے۔ موصوف کا انداز یہ ہے کہ وہ پہلے تصحیح کر کے نحو میر کی عبارت نقل کرتے ہیں اس کے بعد سہل انداز میں ترجمہ کرتے ہیں پھر خود سوال قائم کر کے جواب میں ان باتوں کو ذکر کرتے ہیں جو نحو میر میں مذکور ہیں یا عبارت سے متعلق ہیں خادم نے کتاب کے کئی مقامات کو انتہائی انہماک کے ساتھ پڑھا ہے جس سے اندازہ ہوا کہ یہ کتاب طلبہ ہی کے لیے نہیں بلکہ مبتدی اساتذہ کے لیے بھی بے حد مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے افادہ کو عام فرمائے اور مؤلف محترم کو مزید علمی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین!

(حضرت مولانا) جمیل احمد کروڈوی (صاحب دامت برکاتہم)

مدرس دارالعلوم دیوبند، ۱۹ محرم ۱۴۲۸ھ





## ارشاد گرامی

خطیب الامت مفکر ملت حضرت اقدس الحاج

مولانا محمد اسلم صاحب دامت برکاتہم

علیذا جل حضرت فقیر الاسلام مہتمم اعلیٰ جامعہ کاشف العلوم تحصیل پورہ بہار نپور

خامدًا وَ مُصَلِّيًا وَ مُسَلِّمًا:

ابا بعد اپیش نظر کتاب بنام در بے نظیر کا مسودہ چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھنے

کا موقع میسر آیا۔

ماشاء اللہ صالح نوجوان، عالم فاضل مولانا محمد یونس صاحب قاسمی نے بڑی عرق ریزی اور جانفشانی کے ساتھ شرح مومیر لکھی ہے جس سے آپ کی لیاقت، صلاحیت اور استعداد علمی کا اندازہ ہوتا ہے کتاب کے عنوانات اور سوالات و جوابات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب مبتدی طلباء کے ساتھ ساتھ متوسط اور اعلیٰ درجات کے طلباء کے لیے بھی یکساں مفید ہے بعض اوراق پر اخلاط کی نشاندہی کر دی گئی ہے تعلیم و تعلم کے لیے جو اصول و قواعد مؤلف نے جمع کئے ہیں بہت خوب ہیں کاش طلباء و اساتذہ ان پر عمل پیرا ہوں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس سعی جمیلہ کو مقبولیت عامہ

عطا فرمائے۔ اور مزید علمی کام کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

دعا گو

(حضرت مولانا محمد اسلم صاحب دامت برکاتہم)

مہتمم جامعہ کاشف العلوم تحصیل پورہ بہار نپور

## تاثرات

## حضرت مولانا مفتی محمد علی صاحب فلاحی قاسمی زید مجدد

سابق مدرس ملاح دارین ترکیسر گجرات، استاذ حال جلد۱۰ العلم والهدی، بلیک برن، یو کے۔

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين

وعلى آله واصحابه اجمعين اما بعد:

دینی علوم میں رسوخ اور محقق عربی زبان کے جانے بغیر تقریباً محال ہے چوں کہ کتاب و سنت کی زبان عربی ہے اس لیے طالبانِ علوم نبویہ کے لیے اس کا سیکھنا نہ صرف باعثِ اجر و ثواب بلکہ قرآنِ فہمی اور حدیثِ فہمی کے لیے ناگزیر ہے اور یہ بات واضح ہے کہ عربی زبان دنیا کی تمام زبانوں کی بہ نسبت زیادہ وسیع اور اس کے قواعد قدرے پیچیدہ ہیں اس بناء پر عربی زبان کے طلبہ کے لیے نمود صرف کا پڑھنا نہایت ضروری ہے پھر علمِ نحو کو چوں کہ عربی زبان میں وہ اہمیت حاصل ہے جو نمک کو کھانے میں۔ اس لیے اس فن پر طوائفِ حقدین و متاخرین نے متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں، انہی کتابوں میں میر سید شریف علی بن محمد جرجانی کی نحو میر بھی ہے درس نظامی میں اس کتاب کو بڑا اونچا مقام حاصل ہے اور یہ کتاب مبتدی طلبہ کے لیے زینہ کی حیثیت رکھتی ہے چوں کہ نحو میر کی زبان فارسی ہے اور برصغیر ہندو پاک، بنگلہ دیش کے تقریباً سبھی مدارس میں یہ کتاب داخلِ نصاب ہے، میں نے دورانِ تدریس یہ محسوس کیا کہ نحو میر کی زبان فارسی ہونے کی بناء پر طلبہ کو اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے میں دشواری ہوتی ہے۔ اس لیے اس کی ضرورت محسوس کی کہ نحو میر کی

کوئی مفصل جامع اور سہل شرح اردو زبان میں آجائے تاکہ طلبہ و اساتذہ کے لیے  
نومبر سے استفادہ نہ صرف آسان بلکہ لپس بھی ہو جائے۔

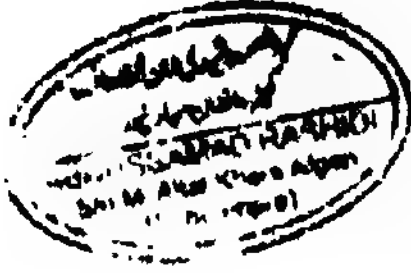
اللہ رب العزت جزائے خیر دے عزیز می محترم مولوی محمد یونس سہارنپوری  
سے اللہ تعالیٰ کو کہ انہوں نے اس کام کو نہایت حسن و خوبی سے انجام دیا اور ماشاء  
اللہ طلبہ کے لیے نیز مبتدی اساتذہ کے لیے ایک نہایت مفید اور گراں قدر علمی تحفہ  
بہ نسبت شرح نمبر پیش کیا۔ عزیزم موصوف نے مجھ سے نومبر پڑھی اور انتہائی  
شوق و ذوق کے ساتھ درسی تقریریں ضبط کی تھیں۔ دورانِ تعلیم موصوف نہایت  
ذکی، جہیم اور محنتی طالب علم تھے اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس  
کے نفع کو عام و تمام فرمائے اور موصوف کو مزید علمی خدمات کے لیے قبول فرمائے۔  
آمین یا رب العالمین۔

محمد علی فلاحی عنہ

خادم التدریس جامعہ العلم والہدی بلیک برون یو. کے.

۲۸ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

www.falahicom.



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رائے عالی

عالی جناب عزت مآب حضرت الحاج فضل الرحمن صاحب زید مجدہ العالی

ناظم جامعہ ستاریہ فیض الرحیم نانکہ گند پوڑہ، سہارنپور

حَامِدًا وَمُصَلِّيًا وَمُسَلِّمًا:

اما بعد! زیر نظر کتاب (در بے نظیر) عربی نصاب تعلیم کی ایک بہت مشہور و معروف کتاب ”نحو میر“ کی شرح ہے جس سے عربک گرامر کی واقفیت حاصل ہوتی ہے، گرامرس ہر زبان کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں کسی بھی زبان میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے لیے اس زبان کے قواعد (گرامر) کا سیکھنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ گرامر کے بغیر کسی بھی زبان کو صحیح لکھنے اور پڑھنے میں کافی دشواریاں آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عربی نصاب تعلیم میں نحو میر کتاب ایک بنیادی مقام رکھتی ہے۔ ماشاء اللہ جامعہ ہذا کے ایک لائق و باصلاحیت استاذ جناب مولانا محمد یونس صاحب قاسمی نے اس کا مفصل حل کر کے عربی طلبہ کے لیے آسانی فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ موصوف کی پہلی کاوش ہے۔ باری تعالیٰ اس کو قبولیت عامہ عطا فرمائے۔ اساتذہ و طلبہ کے لیے مفید و نفع بخش بنائے۔ آمین!

دعا گو

(حضرت الحاج فضل الرحمن صاحب مدظلہ)

ناظم اعلیٰ جامعہ ہذا

۱۸ محرم ۱۳۲۸ھ



## عرض مؤلف

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم . لما بعد اللہ رب العزت کا ہے اچھا شکر  
واجبان ہے کہ اس نے اس ناچھ کو زیر نظر کتاب لکھنے کی توفیق مرحمت فرمائی اور کئی سالوں کی  
صحت شاد کے بعد اس کو تکمیل کے مراحل تک پہنچایا۔ اللہ لعلہ و لشکر لہ۔

الل علم حضرت عربی جانتے ہیں کہ علم نحو عربی زبان سیکھنے کے لیے اس کی حیثیت  
رکتا ہے اور علم قرآن و معرفت حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک ضروری وسیلہ ہے لہذا اگر علم نحو  
سے کما حقہ واقفیت حاصل نہ کی گئی تو کلام الہی و کلام نبوی کے صحیح مفہوم و معانی تک رسائی کی  
استعداد پیدا نہیں ہو سکتی اس لیے اس فن پر بھر پور توجہ دینی انتہائی ضروری ہے۔

اگر نے جب عربی ناول کے طالب علم کی حیثیت سے دارالعلوم قلاح دارین ترکہر  
گجرات میں داخلہ لیا تو علم نحو کی معروف و مشہور کتاب نحو میر لودہ کے لائق وفاق استاذ حضرت  
مولانا محمد علی صاحب فلاحی قاسمی زید مجھ سے پڑھنے کا موقع ملا، حضرت فلاحی صاحب کا اسلوب بیان  
اور طرز انہماق و تفہیم نہایت اچھا اور طلب کے درمیان انتہائی مقبول تھا۔

سنی پڑھانے کے دوران علم نحو کے باریک و دقیق مسائل اس طرح سہل انداز میں حل  
کرتے کہ ہر طالب علم کو ذہن نشیں ہو جاتے اور کیسا ہی جھٹک مسئلہ ہوتا اس کو چتے ہساتے  
چٹکیوں میں سمجھا دیتے، مان کے آگے نحو میر پڑھنے والا طالب علم نحو میں خود کفیل ہو جاتا اس لیے  
کہ وہ ہدیۃ الخو کا فیر حتی کہ شرح جامی تک کی بخشیں ازبر کر لیتے تھے، انکا طریقہ یہ تھا کہ سنی  
کے متعلق جو کچھ تقریر کرتے سنی پڑھانے کے بعد اپنی ہی تقریر پر تین سوہل قائم کرتے جن  
میں پوری تقریر کا احاطہ کر لیتے اب ہر طالب علم ان تینوں سوالات کے جوابات استاذ محترم کی  
تقریر کی روشنی میں لکھ کر لاتا اور اگلے دن اول ہلہ میں سب کی کاپیاں جانچتے پھر سب کا سنی  
سننے اور پھر آگے پڑھاتے۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد جب احقر کا جامعہ ستاریہ فیض الرحیم نانکہ ضلع  
سہارنپور میں تدریس کے لیے تقریر ہوا تو نحو کی کئی کتابیں مجھ سے متعلق ہوئیں اور ہر کتاب میں

ذکر طرز تدوین سے بیڑی عدلی جس کی میں ہمیں یہ دعا کہ اس میں نہ ہر شائستہ میں  
کے سامنے نمود کی شرح آجائے تو میں کا نام ہو لہذا مستحق ہے جو ان الکیست مع الی وہاں  
ہجرت کر چکے ہیں اور جو وہاں سے وہاں کے مسلمانوں کی دینی و دنیوی قیادت کی نسبت ہیں اور  
جب میرے اس بارانہ کا علم ہوا تو یہی مسرت کا تھا فرمایا اور یہ مسرت تو حدیث القیام والایہ

لہذا سزا کفر میں کی رہا تو حدیث اور توحید کی برکت ہے کہ میں نے ہا ہا کا ہا ہا ہا  
کیا اور جیسا کیا مجھ سے میں کا آپ حضرات کے سامنے بھی آتا ہے لہذا آپ کو میں میں  
کوئی اچھی بات ملے تو اس کو حضرت مستزاد کا فیض بھیجیں اور اگر کوئی بھول جائے تو  
اسے احقر کا تصور جائیں گا اپنی تم میں، اگر بگاڑی اور قلم برداروں سے لاشعری کی ہا ہا ہا  
کے قبول کرنے میں مجھے کچھ مانع ہوگا۔ مگر اگر آپ کو کوئی فرد گرفتار نہ آئے تو جو  
دور گزار سے کام لے کر ازراہ حقیت مطلع فرمائیں تاکہ ان حضرات کی اصلاح کی جا سکے۔

اس موقع پر میں شکر یہ ادا کرتا ہوں عزیز برائی قدر جناب مولانا محمد صفی صاحب قاسمی  
زیر فضلہ رشتہ شعبہ تہذیب و دارالعلوم دیوبند کا اور عزیز ان برائی قدر مولانا صاحب قاسمی  
مولانا محمد عربی بنظر دارالعلوم دیوبند اور مولانا صاحب قاسمی مولانا صاحب قاسمی مولانا صاحب قاسمی  
شہداء کشمیری دیوبند کا کہ ان تینوں حضرات نے مسودے کے جھٹکے دیوبند کی تمام برائیوں اپنے  
ذمہ لے کر میرے لیے آسانی و سکوت فرمایا کی اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو اس کا اجر عظیم دے  
عطا فرمائے آمین او ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

محمد یونس قاسمی

ساکن کھیڑواں فداں ضلع سہارنپور

استاذ فقہ و تفسیر جامعہ ستارہ فیض الرحیم نانکہ گند یوڑہ

سہارنپور، ۱۹ محرم ۱۳۲۸ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### دعائے مبتدی

خدا یا ابھی ہوں میں در نحویر ❀ خدا کر دے تو مجھ کو در نحو، میر  
 حقیقت میں ہے وہ رئیس و امیر ❀ ہے وابستگی جس کو از نحو میر  
 جو پڑھتا نہیں شوق سے نحویر ❀ تو اس سے کہو قبل از مرگ میر  
 جسے یاد ہو جاتی ہے نحویر ❀ تو بس ہو گیا وہ نحو کا امیر  
 مبارک ہوں تجھ کو محل اے امیر ❀ محل مجھ کو دکھ ہیں در نحو میر  
 ہمیشہ رہوں تیرے در کا فقیر ❀ گداؤں پہ ہے تیرا فضل کبیر  
 الہی کرم کر کرم یا کریم ❀ کرم سے میرے دل کو کر دے منیر





اللَّهُمَّ اعْطِنِي أَفْضَلَ  
مَا تُؤْتِي عِبَادَكَ  
الصَّالِحِينَ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## تعلیم و تعلم کے لیے چند اصول و قواعد

حضرت انسان کے اعد اللہ تعالیٰ نے بہت ساری ایسی خصوصیتیں اور صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں، جو دیگر مخلوقات میں نہیں پائی جاتیں، انہی خصوصیتوں میں سے انسان کے اعد پائی جانے والی ایک اہم اور ممتاز خصوصیت تحصیل المجهولات یعنی نامعلوم چیزوں کو معلوم کرنا ہے، یہ ایک ایسا خاصہ ہے، جو خدا کی واحد مخلوق انسان ہی میں پایا جاتا ہے، چنانچہ انسان اپنی زندگی کے ہر مرحلے میں شب و روز نامعلوم چیزوں کی کھوج کرتا رہتا ہے۔

نامعلوم چیزوں کو معلوم کرنے کے لیے انسان کے پاس دو ذریعے ہیں: (۱) فکر (خود غور و فکر کرنا) (۲) تعلم (دوسروں سے علم حاصل کرنا) لیکن فکر کے ذریعہ ہر شخص علم حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ کیونکہ غور و فکر کے لیے اعلیٰ درجہ کی عقل چاہئے جب کہ تمام لوگوں کی عقلیں یکساں اور اعلیٰ درجہ کی نہیں ہیں، بلکہ کسی میں زیادہ عقل ہے کسی میں کم اس لیے تحصیل المجهولات کا زیادہ آسان اور مفید ذریعہ تعلم ہے کہ اس کے ذریعہ ذہین اور فہمی دونوں طرح کے لوگ نامعلوم چیزوں کا علم حاصل کر سکتے ہیں۔ چنانچہ یہاں تعلم ہی سے متعلق کچھ اصول و قواعد بیان کئے جاتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ تعلم کی دو شاخیں ہیں (۱) تدریس جس کا تعلق استاذ سے ہے (۲) تلمذ جس کا تعلق طالب علم سے ہے پھر ان میں سے ہر ایک کے لیے کچھ شرائط و ضوابط ہیں جن کا پایا جانا بمائے تدریس مدرس میں اور بمائے تلمذ طالب علم میں ضروری ہے۔

## شرائط تدریس

تدریس کے لیے مدرس میں تین شرطیں پائی جانی ضروری ہیں۔ (۱) صحیح عبارت (۲) ترجمہ عبارت (۳) تفہیم لفظ عبارت۔

## پہلی شرط صحیح عبارت

یعنی عبارت کی صحیح کرنا اور اس کے لیے مدرس چار چیزوں کا التزام کرے۔

(۱) وضاحت اعراب، یعنی اس کی وضاحت کرے کہ یہ اعراب یہاں کیوں آیا ہے، قائل ہونے کی وجہ سے یا مفعول حال ہونے کی وجہ سے یا تمیز۔

(۲) تعین جملہ: یعنی جملوں کی تعین کرے، کہ یہ جملہ اسمیہ ہے یا فعلیہ، ظرفیہ ہے یا شرطیہ وغیرہ۔

(۳) شرح لفظ غریب یعنی غیر مانوس لفظ کی مانوس لفظ کے ذریعہ تشریح کرے، جیسے صِنْف تو بتائے کہ اس کے معنی نوع و قسم کے ہیں۔

(۴) حل مشکل: یعنی مشکل لفظ کا اشکال دور کرے، جیسے: حسین اور زبیر کہ اس کو حُسَيْن پڑھیں یا حَسِين؟ زُبَيْر پڑھیں یا زَبِير؟ اس کی وضاحت کرے اور اشکال زیادہ تر اسماء میں پایا جاتا ہے۔

## دوسری شرط ترجمہ عبارت

یعنی استاذ طالب علم کی مادری زبان میں عبارت کا سہل، سلیس اور عام فہم ترجمہ کرے، جو طالب علم کی سطح کے مطابق ہو۔



## تیسری شرط تفہیم نفس عبارت

یعنی استاذ نفس عبارت کو ایسے سہل انداز میں سمجھائے کہ طالب علم پوری طرح مطمئن ہو جائے، اب چاہے استاذ اپنی تقریر میں اہم اہم باتیں جو عبارت سے متعلق ہوں بیان کرے یا مکمل تشریح و تفصیل سے کام لے؛ جیسا مناسب ہو کر سکتا ہے۔

## شرائط تلمذ

برائے تلمذ طالب علم میں پانچ شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ (۱) سہولت معاش (۲) حصول صحت (۳) شوق (۴) سعی (۵) حفظ۔  
پہلی شرط: سہولت معاش یعنی طالب علم کو زندگی کی بنیادی سہولتیں مثلاً روٹی کپڑا اور مکان وغیرہ مہیا ہوں۔

دوسری شرط: حصول صحت یعنی طالب علم کو صحت و تندرستی اور طاقت و قوت حاصل ہو۔  
تیسری شرط شوق: یعنی اس کے دل میں ذاتی طلب اور تڑپ ہو۔  
چوتھی شرط سعی: یعنی تحصیل علم کی خاطر جدوجہد اور محنت و مشقت کا جذبہ رکھتا ہو اور اپنی طرف سے مقدور بھر کوشش کرتا ہو۔

پانچویں شرط حفظ: یعنی اس میں اتنا حافظہ ہو کہ استاذ کی تقریر بکریا لکھ کر یاد کر سکتا ہو۔  
بھر مدرس اور تلمیذ میں سے ہر ایک کی کچھ ذمہ داریاں ہیں جن میں سے بعض بھولہ بھرائی کے ہیں اور بعض واجبات و مستحبات کے درجہ میں۔

## مدرس کے فرائض

۱) مطالعہ (۲) پابندی درس

مطالعہ: یعنی جو سبق پڑھانا ہو پہلے سے اس کا مطالعہ کرے، جیسا کہ ہمارے اکابر کا طریقہ رہا ہے، کہ ایک کتاب پڑھاتے ہوئے مدت گزر گئی، مگر بغیر مطالعہ کے ایک سطر نہیں پڑھائی۔ پابندی درس: اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو غیر حاضری ہو اور نہ دیر حاضری بلکہ گھنٹہ لگتے ہی فوراً درس گاہ میں پہنچ جائے، عموماً غیر حاضری تو کم ہی ہوتی ہے؛ البتہ دیر حاضری میں عام اتلا ہے اس سے بالکل احتراز کیا جائے۔

## تلمیذ کے فرائض

(۱) پابندی درس (۲) مطالعہ (۳) استماع (۴) اعادہ و تکرار

پابندی درس: اس کا مطلب وہی ہے جو اوپر گزر چکا، پس معقول عذر کے بغیر سبق کا ناتمہ نہ کرے، یہ محرومی کا سبب ہے۔

مطالعہ: پہلے سے اگلا سبق حل کرنے کی حتی المقدور پوری کوشش کرے حل نہ ہونے پر مایوس ہو کر مطالعہ ترک نہ کرے بلکہ پابندی کے ساتھ لگا رہے یہ کامیابی کی کنجی ہے۔ استماع: سبق کے دوران استاذ کی تقریر خوب غور و فکر اور کان لگا کر سنے، ایسا نہ ہو کہ جسم یہاں ہو اور دل وہاں۔

معاودت: ایک مرتبہ استاذ کے پڑھائے ہوئے سبق کا تکرار و مذاکرہ کرے۔

## مدرس کے واجبات

(۱) شریعت کی خود پابندی کرے اور طلبہ سے کروائے، اس لیے کہ استاذ ان کے

لیے نمونہ ہے۔ (۲) اسلامی نصح پر طلبہ کی تربیت کرے۔ (۳) درس گاہ کے اندر زیادہ

مزاح نہ کرے کہ اس سے رعب جاتا رہتا ہے۔ (۴) تمام طلبہ کے درمیان انصاف

ملاحظہ رکھے۔ (۵) سمجیہ کرتے وقت اپنے نفس کو دخل نہ دے بلکہ اخلاص پیش نظر ہو۔

## تلمیذ کے واجبات

- (۱) شریعت کی پابندی کرے اس لیے کہ علم نورانی ہے وہ گنہگار کو نہیں دیا جاتا
- (۲) کوئی اشکال ہو تو سوال کرے کیونکہ ”علم خزانہ ہے اور سوال اس کی کنجی ہے“
- لیکن سوال کرتے وقت سلیقہ اور ادب ملحوظ رکھے، پونجی بے سگے اور بیجا سوال داغ کر اسٹاذ کو زچ نہ کرے کہ ”چہ خوش ذرا نبودی چھپر پھینس کودی“ یاد رہے کہ اسٹاذ کے سامنے اشکال کیا جاتا ہے اعتراض نہیں اعتراض تو مخالف پر کیا جاتا ہے۔
- (۳) پڑھے ہوئے پر عمل کرے اس سے علم محفوظ ہو جاتا ہے۔
- (۴) دورانِ درس ادھر ادھر دیکھ کر یا کسی کی طرف اشارہ کر کے اسٹاذ کو تشویش میں نہ ڈالے کہ اس سے بعض اوقات اسٹاذ کے ذہن سے ضروری بات نکل جاتی ہے۔
- (۵) وسائلِ علم مثلاً کتاب، اسٹاذ، درس گاہ، تپائی وغیرہ ہر چیز کا ادب ملحوظ رکھے۔

## مستحبات مدرس

- (۱) گاہے گاہے طلبہ کے سامنے اسلاف کی سیرت بیان کرے (۲) حالات حاضرہ اور دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے ان کو باخبر رکھے (۳) فن سے متعلق مشہور اور مفید کتابوں کی طرف ان کی رہنمائی کرے۔ (۴) سنت کی روشنی میں آداب کی تعلیم دے۔

## مستحبات تلمیذ

- (۱) طلبہ علم کی راہ میں ثبات قدمی اور تحمل کا مظاہرہ کرے (۲) نبی کریم ﷺ کی سنت کو اپنائے نہ کہ غیروں کے طریقوں کو (۳) مسواک کا اہتمام کرے (۴)

مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرے۔

نوٹ: معلم و متعلم کے لیے بے شمار اصول و آداب ہیں جو قرآن و حدیث اور کتب اسلاف کے ذخیرہ میں بکھرے پڑے ہیں کاش کہ کوئی میدان میں آئے اور اس فن کی ترتیب کا بیڑہ اٹھائے کہ فن "اصول تعلیم و تعلم" اپنے مدون کی تلاش میں ہے۔

## تلمیذ کے لیے قابل عمل خارجی امور

طالب علم اپنی درسی زندگی کے علاوہ خارجی زندگی میں درج ذیل امور کا لحاظ رکھے۔

- (۱) نمازیں دل لگا کر پڑھنے کی کوشش کرے۔ (۲) دعوتی امور میں حصہ لے
- البتہ تعلیم متاثر نہ ہو (۳) چوبیس گھنٹہ کا نظام الاوقات بنائے (۴) خارجی مطالعہ جاری رکھے اور اسکے دو طریقے ہیں، اول یہ کہ کوئی مخصوص موضوع متعین کرے اور پھر اس سے متعلق جو مواد جہاں سے بھی ملے اسکا مطالعہ کرے دوم یا کسی مصنف کو متعین کر لے، پھر اس کی ہر کتاب اور ہر تحریر کا مطالعہ کرے، مطالعہ کے دوران ضروری نوٹس کا پی میں محفوظ کر لے (۵) اگر طالب علم حافظ ہو تو کم از کم ایک پارہ اور غیر حافظ نصف پارہ روزانہ تلاوت قرآن کا اہتمام کرے۔ (۶) لغویات مثلاً ہونٹ بازی، مجلس آرائی، فحش کتب بینی، کرکٹ کی لت اور دیگر مخرب اخلاق چیزوں سے کھل پرہیز کرے۔ (۷) کوئی بھی اجتماعی، انفرادی انقلاب یا حادثہ رونما ہو یا کوئی خوش کن بات پیش آئے؛ تو اس کو اپنی ذاتی ڈائری میں محفوظ کر لے۔ (۸) تقریر و تحریر پر دھیان دے۔ (۹) اپنے پورے دن کا محاسبہ کرے؛ تاکہ اپنی کمی کو تاحی کا احساس ہو (۱۰) روزانہ پانچ منٹ تنہائی میں دعا کا معمول بنائے۔





## مُقَدِّمَةٌ

### مبادیاتِ عشرہ

اساتذہ فہن اور اربابِ درس و تدریس کی یہ عادت شریفہ رہی ہے کہ جب بھی وہ کسی علم و فن کو شروع فرماتے ہیں تو پہلے وہ طلبائے کرام کے سامنے اس فن سے متعلق کچھ ابتدائی اور بنیادی باتیں بیان کرتے ہیں جن کو اس فن کے مبادیات کہا جاتا ہے۔ اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ مبتدی کے سامنے فن کا ایک اجمالی اور مختصر سا تعارف آجائے اور اس کو فن سے متعلق کچھ واقفیت حاصل ہو جائے اب ظاہر ہے کہ جب طالب علم کو ابتدائی میں اس علم سے کچھ آشنائی اور تعلق و مناسبت پیدا ہو جائے گی تو پھر اس فن کا اعلیٰ و چرا بصیرۃ شروع کرنا، پڑھنا اور سمجھنا اس کے لیے آسان اور سہل ہو جائے گا، نیز اس کے حصول کی رغبت اور شوق بھی بڑھ جائیگا۔

چنانچہ بعض حضرات کا طریقہ یہ رہا ہے کہ وہ فن کے آغاز میں تین باتیں بیان کرتے ہیں جن کو امورِ ملاحظہ کہا جاتا ہے۔ اور بعض ان تین میں مزید پانچ چیزیں بڑھا کر آٹھ چیزیں بیان کرتے ہیں جن کو ردوسِ ثنائیہ کہا جاتا ہے۔ اور بعض ان آٹھ میں دو چیزیں اور بڑھاتے ہیں اور دس باتیں بیان کرتے ہیں جن کو مبادیاتِ عشرہ کہا جاتا ہے۔

مبادیات عشرہ یہ ہیں: (۱) فن کی حد (تعریف) (۲) اس کا موضوع (۳) غرض و غایت (۴) فن کا نام اور اسکی وجہ تسمیہ (۵) اس کا استمداد (۶) اس کے متعلق شریعت کا حکم (۷) اس کی فضیلت (۸) اس کی نسبت (۹) اس کا واضح (۱۰) اس کے اہم اہم مسائل۔

## مبادیات عشرہ کی لغوی و اصطلاحی تعریفات

حد: حد کے لغوی معنی روکنا منع کرنا اسی لیے شریعت کی مقرر کردہ سزاؤں کو بھی حد کہتے ہیں اسی لیے کہ وہ سزائیں جرائم سے روکنے والی ہیں اسی طرح کسی چیز کی انتہا کو بھی ”حد“ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ چیز وہاں آ کر رک جاتی ہے، اور کسی چیز کی تعریف کو ”حد“ اس لیے کہتے ہیں کہ جب آپ نے تعریف کے ذریعہ اس چیز کی حقیقت جان لی تو اب آپ رک گئے آگے جانے کی ضرورت نہیں رہی۔ اس لیے کہ تعریف ذاتیات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے دخول غیر سے مانع ہوتی ہے۔

## حد کی اصطلاحی تعریف

حد وہ ایسا کلام ہے کہ جس کے ذریعہ کسی چیز کی حقیقت بیان کی جائے۔ جس طرح اہل منطق نے انسان کی تعریف ”حیوان ناطق“ سے کی ہے تو حیوان ناطق کو انسان کی حد کہیں گے۔

۱۔ اصطلاح کے لغوی معنی رضامند ہونا اور اصطلاح میں اصطلاح کہتے ہیں کہ کسی خاص جماعت کا کسی خاص لفظ پر کسی خاص معنی کے لیے رضامند اور متفق ہو جانا جیسے حرف کے لغوی معنی کنارہ کے ہیں مگر نحوہوں کی جماعت نے اس لفظ کو ایک خاص معنی کے لیے متعین کر لیا ہے پس ان کی اصطلاح میں حرف وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی بتانے میں دوسرے کلمہ کا محتاج ہو۔ ۱۲۔



## حد جاننے کا فائدہ

تاکہ مجہول مطلق کو طلب کرنا لازم نہ آئے یعنی ایک چیز ہم کو مطلق کسی بھی بحث سے معلوم نہیں اور ہم اس کو طلب کرنے لگیں تو بھلا کیسے ممکن ہے۔

## موضوع

موضوع اسم مفعول کا صیغہ ہے معنی وضع کیا ہوا، اور اصطلاح میں ہر علم کا موضوع وہ شے ہے جس کے ذاتی احوال سے اس علم میں بحث کی جائے جیسے کہ علم نحو میں کلمہ اور کلام کے احوال سے بحث کی جاتی ہے، تو یہ علم نحو کا موضوع ہے۔ اور علم طب میں انسان کے بدن پر طاری ہونے والے احوال سے بحث ہوتی ہے تو ”بدن انسانی“ علم طب کا موضوع ہوا۔

موضوع جاننے کا فائدہ: تاکہ دونوں کے درمیان امتیاز ہو سکے۔

## غرض و غایت

غرض کے لغوی معنی مطلوب، حاجت اور اصطلاح میں وہ نتیجہ مطلوب ہے کہ جس کی بنا پر قائل سے فعل کا صدور ہوتا ہے، اس کو غرض کہتے ہیں۔

غایت: کے لغوی معنی انتہا اور اصطلاح میں کسی کام کے کرنے پر جو نتیجہ مرتب ہو اس نتیجہ کو غایت کہتے ہیں؛ مثلاً آپ قلم خریدنے بازار گئے، تو قلم خریدنا، آپ کے فعل بازار جانے کی غرض کہلائے گا، اور بازار جا کر قلم خرید لینا یہ غایت کہلایگا۔

۱۔ پیش کی تخریج: نہاء للحروف مع الحركات والسكنات۔ حروف کی وہ خصوصیت و صورت جو اس کی حرکات و سکونات سے حاصل ہو۔ ۱۲۔ فصول اکبری میں: ۱۳۔

## غرض اور نغایت میں فرق

فعل کی غرض کا پہلے سے فاعل نے ذہن میں پایا ہوتا ہے اور وہی سبب وقوع کی بھی فاعل بالغ کا کوئی کام غرض سے خالی نہیں ہوتا اور یہ سبب و نغایت کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ مثلاً آپ قلم خریدنے سے بازار میں نکلنا اور جانے ہونے یا کسی اور مانع کی وجہ سے قلم نہ خریدیں تو یہاں بازار جانے کا نغایت فاعل سے صادر ہوا، اور پہلے سے اس کی غرض قلم خریدنا بھی موجود تھی مگر نغایت نکلنے سے قلم خرید لینا نہیں پایا گیا۔

## دوسرا فرق

کام شروع کرنے سے پہلے نتیجہ اس کام کی غرض کہلاتا ہے اور کام پورا ہونے کے بعد وہی نتیجہ نغایت بن جاتا ہے۔

## غرض و نغایت جاننے کا فائدہ

تاکہ بیکار اور مہربٹ کام کو طلب کرنا لازم نہ آئے یعنی انسان ایک کام کرے، اور اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ یہ کام کیوں کر رہا ہے تو بے ہودہ اور فضول کام ہوا جس کو مہربٹ کہتے ہیں۔

نوٹ: مذکورہ بالاتینوں چیزوں کو امور مٹاؤ کہتے ہیں۔

## نام اور وجہ تسمیہ

یعنی یہ معلوم کرنا کہ اس علم کا نام کیا ہے؟ اور وجہ تسمیہ کا مطلب یہ ہے کہ اس

نام کے رکھنے کی وجہ کیا ہے؟

## نام جاننے کا فائدہ

چونکہ ہر فن کا نام اس کا عنوان ہوتا ہے جس سے معنون (مسلکی) اعملاً سمجھا جاسکتا ہے؛ پس اگر عنوان بھی طرح سمجھ لیا جائے تو معنون اعملاً طور پر سمجھ سکتا جاتا ہے۔  
وجہ تسمیہ جاننے کا فائدہ: تاکہ معلوم ہو جائے کہ کس مناسبت کی وجہ سے اس فن کو اس نام کے ساتھ موسوم کیا گیا ہے۔

## استمداد

از باب استعمال بقوی معنی مدد طلب کرنا؛ اور اصطلاح میں یہ جاننا کہ فلاں علم کو مدون کرنے میں کن کن چیزوں سے مدد لی گئی ہے۔  
استمداد جاننے کا فائدہ: تاکہ اس علم کی جز اور بنیاد یعنی اس کے ماخذ و مصادر معلوم ہو جائیں۔

## حکم شریعت

یہ جاننا کہ اس فن کے حاصل کرنے پڑھنے اور پڑھانے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے آیا اس کا حصول جائز ہے یا ناجائز اگر جائز ہے تو کس درجہ میں فرض یا واجب یا مکہر مستحب؟۔

حکم شریعت جاننے کا فائدہ: تاکہ طالب علم کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے کہ وہ اس علم کو حاصل کرے یا نہ کرے۔

## فضیلت

یہ جاننا کہ اس علم کی فضیلت کیا ہے؟  
فضیلت جاننے کا فائدہ: تاکہ مبتدی کو اس علم کے حصول کی جانب شوق  
ورغبت پیدا ہو جائے۔ وہ نشاط اور انبساط کے ساتھ فن کو حاصل کرے اور اس راہ کی  
تمام مشقتوں کو خندہ روئی کے ساتھ انگیز کرے۔

## نسبت

اس کا مطلب یہ ہے کہ مرتبہ کے اعتبار سے یہ علم کس درجہ کا ہے۔  
نسبت جاننے کا فائدہ: تاکہ معلوم ہو جائے کہ کس علم سے اس کو مقدم رکھنا  
چاہئے اور کس علم سے مؤخر۔  
نوٹ: مذکورہ بالا آٹھوں چیزیں رد و س ثمانیہ کہلاتی ہیں۔

## واضع

اس کے دو مطلب ہیں پہلا یہ کہ واضع فن یعنی اس فن کو وضع کرنے والا کون  
ہے؟ اور دوسرا مطلب واضع کتاب یعنی اس کتاب کو لکھنے والا کون ہے۔  
واضع کو جاننے کا فائدہ: تاکہ مبتدی طالب علم کا قلب اس کے احوال جان کر  
مطمئن ہو جائے؛ اور وہ اس کے مرتبہ سے واقف ہو کر اس کے بیان کردہ مسائل پر  
اعتقاد و بھروسہ کر سکے۔

## مسائل

یعنی یہ جاننا کہ اس فن کے اہم مسائل اور موٹی موٹی بحثیں کیا کیا ہیں۔

مسائل جانتے کا فائدہ: تاکہ مبتدی اپنا مطلوبہ مسئلہ اسی بحث میں تلاش کرے جس بحث سے اس مسئلہ کا تعلق ہے۔

نوٹ: مذکورہ بالا دس چیزوں کو مبادیاتِ عشرہ کہا جاتا ہے علامہ ابن الانباری نے مبادیاتِ عشرہ کو اپنے ان اشعار میں جمع فرمادیا ہے۔

### شعر

إِنَّ مَبَادِي كُلِّ فَنٍ عَشْرَةٌ  
 الْحَدُّ وَالْمَوْضُوعُ ثُمَّ الثَّمَرَةُ  
 وَالِإِسْمُ وَاسْتِمْدَادٌ وَحُكْمُ الشَّارِعِ  
 وَقَضْلَةٌ وَنَسْبَةٌ وَالْوَاضِعُ  
 وَالْمَسَائِلُ بَعْضُهَا بِالْبَعْضِ إِكْفَى  
 وَمَنْ قَرَى الْجَمِيعَ فَازَ الشَّرَفَ

ترجمہ: بلاشبہ ہر فن کے مبادیات (ابتدائی باتیں) دس ہیں۔

(۱) حد (۲) موضوع (۳) فرض و قیامت (۴) وجہ تسمیہ (۵) استمداد (۶) شریعت کا حکم (۷) اس کی فضیلت (۸) اسکی نسبت (۹) اس کا واضع (۱۰) اس کے مسائل۔

ان میں سے بعض کو چھوڑ کر کچھ کو جان لینا بھی کافی ہے البتہ جس نے ان تمام کو اچھی طرح یاد کر لیا تو عزت کے ساتھ کامیاب ہو گیا۔



## علم نحو کے مبادیات عشرہ

علم نحو کی حد: لفظ نحو لغت میں مختلف معانی کے لیے آتا ہے مثلاً راستہ، مقدار، جہت، نوع، مثل، جانب، قصد و ارادہ وغیرہ۔

## علم نحو کی اصطلاحی تعریف

علم نحو ان اصول و قواعد کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ اسم، فعل، حرف کے آخری حرف کی حالت کو معرب و منی ہونے کے اعتبار سے جانا جائے، اور ایک کلمہ کو دوسرے کے ساتھ جوڑ کر جملہ بنانے کا طریقہ معلوم کیا جائے۔

## علم نحو کا موضوع

کلمہ اور کلام ہے۔ یعنی اس علم میں کلمہ کے آخری حرف کے احوال سے بحث ہوتی ہے اور کلام بنانے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

## علم نحو کی غرض و غایت

اس علم کو سیکھنے کی غرض عربی زبان لکھنے اور پڑھنے میں لفظی غلطی سے ذہن کی حفاظت کرنا ہے۔ اور غایت اس کی دلوں جہاں میں سعادت مندی کے ساتھ کامیاب ہونا ہے۔

## نام اور وجہ تسمیہ

اس علم کا نام ”نحو“ ہے اور اس کو نحو کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب مدون علم نحو حضرت امام ابو الاسود دؤلی تابعی متوفی ۶۹ھ نے قواعد نحو تیار کر لیے تو ان کو امیر المؤمنین



حضرت زین العابدین کے سامنے پیش کیا پتا پتا آپؑ نے اس کے ساتھ فرما کر اپنی پسلیوں کا تھما کر فرمایا اور کہا "مَنْ أَحْسَرَ هَذَا فَسَكُوْا لِيْسِي فَذَا سَكُوْتٌ" یہ خوب ہے یہ طریقہ جس وقت کے اختیار کریں۔ اس برکت کے طور پر فضیلۃ المسلمین کی ذہین بہادری سے نکلے ہوئے اہل کلامی کے ساتھ اس علم کو موسوم کر دیا گیا۔ یا پھر دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگ اس حق میں طریقہ اور چونکہ منظم اس علم میں عربوں کے طریقہ پر متوجہ نہیں تھے اس کا نام رکھا گیا۔

### علم نحو کا استمداد

سب سے پہلے علم لغت میں نے قرآن و حدیث کو سامنے رکھا کہ چار حقور و کج چیزیں تھیں، تجوید، لغت، نحو، صرف تقریباً پچاس سال تک لوگ ان چاروں کو ایک فن ہی جانتے رہے، اس وقت ان کو "فن عربیہ" کے نام سے جانا جاتا تھا بعد کے علم نے ان چاروں کو الگ الگ کر لیا نحو و صرف کو چونکہ ایک دوسرے سے بہت زیادہ مناسبت تھی، اس لیے ان دونوں کو الگ الگ کرنے میں علم و ہوشی پریشانیوں اور وقتیں اٹھانی پڑیں؛ بہر حال یہ علم قرآن و حدیث کے ساتھ اور کلمات عربیہ کی ترکیب کو دیکھ کر بتایا گیا ہے۔

### علم نحو کے متعلق شریعت کا حکم

صاحب منہاج السنۃ لکھتے ہیں کہ علم نحو کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے چنانچہ اگر پوری بستی میں کوئی بھی نحو کا جاننے والا نہ ہو تو سب گنہگار ہوں گے اور اگر کوئی ایک ہی علم نحو کو جان لے گا تو سب لوگ بری ہو جائیں گے۔

## علم نحو کی فضیلت

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ "تَعَلَّمُوا النُّحُو  
كَمَا تَعَلَّمُونَ اللُّغَةَ وَالْمَرَائِضَ" "علم نحو سیکو جس طرح کہ تم سنن  
و فرائن کو سیکتے ہو۔"

حضرت ابو ایوب سہمیانی رحمہ اللہ بہت بڑے محدث گزرے ہیں ان کا فرمان  
ہے "تَعَلَّمُوا النُّحُو فَإِنَّهُ جَدَانٌ وَتَرْكُهُ غَنَتٌ" "علم نحو سیکو اس لیے کہ وہ  
خوبصورتی کا باعث ہے اور اس کا نہ جانا ایک طرح کا عیب ہے۔"

علامہ عبدالرحمن القزویؒ کا مقولہ مشہور ہے "النُّحُو فِي الْكَلَامِ كَالْبَلِغِ فِي  
الطَّعَامِ" نحو کی حیثیت کلام میں ایسی ہے جیسی نمک کی کھانے میں کہ جس طرح کھانا  
بغیر نمک کے بے مزہ ہوتا ہے اسی طرح کلام بھی بغیر نحو کے بے مزہ اور پھیکا رہتا ہے۔  
امام کسائی جو قرآن سہ میں سے ہیں نحو کی فضیلت میں انکا ایک شعر ہے۔

إِنَّمَا النُّحُو قِيَاسٌ يُتَّبَعُ ۖ وَبِهِ فِي كُلِّ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ

تو جہہ: بلاشبہ علم نحو ایک عقلی چیز ہے اس کی ضروری کی جائے، اور اس سے ہر علم میں  
نفع اٹھایا جائے۔

صاحب مراح الارواح فرماتے ہیں: "النُّصْرَفُ ثُمَّ الْعُلُومُ وَالنُّحُو أَبُوهَا"

کہ علم صرف علوم کی ماں اور علم نحو علوم کا باپ ہے۔

پس گویا کہ نحو صرف میاں بیوی ہوئے اور تمام علوم انکی اولاد۔

## علم نحو کی نسبت

علمائے کرام نے تمام علوم کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) علوم شرعی

(۲) علوم غیر شرعی۔

علوم شرعی چار ہیں: حدیث، تفسیر، فقہ، کلام۔

علوم غیر شرعی تین ہیں: ادب، ریاضی، عقلی۔

ادب: مندرجہ ذیل علوم پر مشتمل ہے، لغت، اشتقاق، نحو، صرف،

معانی، بیان، بدیع، قرض شعر، انشاء، قراءۃ، کتابت، محاضرات۔

ریاضی: میں مذکورہ علوم آتے ہیں، ہیئت، ہندسہ، تصوف، حساب، جبر،

موسیقی، اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدنیہ۔

عقلی: مذکورہ علوم پر مشتمل ہے: اصول دین، اصول فقہ، علم الہی، علم طبعی، طب

منطق، فلسفہ، کیمیا، ہیقات۔ پس علم نحو علوم غیر شرعیہ کی پہلی قسم میں سے ہے۔

## علم نحو کا واضح

صاحب مفاتیح السعادة ابو بکر محمد بن حسن زیدیؒ لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت

سے آغاز اسلام تک عرب لوگ اپنی فطری و جبلی عادت کے مطابق فصیح و بلیغ عربی

زبان میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ لیکن جب اسلام عرب سے نکل کر عجم تک پہنچا اور

اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غلبہ حاصل ہوا، مختلف زبانیں اور بھانت بھانت کی

بولیاں بولنے والے لوگ فوج در فوج دائرۃ اسلام میں داخل ہونے لگے، تو عرب

و عجم کے اس اختلاط کی وجہ سے عربی زبان میں فساد نے راہ پائی اور لوگوں نے غلط

سلسلہ عربی بولنا لکھنا پڑھنا شروع کر دیا، یہ صورت حال دیکھ کر سلیم الطبع اور صحیح

الذوق لوگوں کو اس کے انسداد کی فکر لاحق ہوئی۔

نزهة الاولیاء میں ابوالاسود خالم بن عمرو بن جندل بن سفیان الدولئی متوفی

۶۹ھ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امیر المؤمنین حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھتا ہوں کہ آپ کے دست مبارک میں ایک رقعہ ہے میں نے عرض کیا امیر المؤمنین یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے کلام عرب میں غور کیا تو پایا کہ وہ عجمیوں کے اختلاط کی وجہ سے بگڑ چلا ہے لہذا مجھے فکر و امن گیر ہوئی اور میں نے کچھ اصول منضبط کئے تاکہ انکی طرف رجوع کرنے سے اس خرابی کا ازالہ ہو سکے یہ فرما کر آپ نے وہ رقعہ مجھے عنایت فرمادیا اور حکم فرمایا کہ تم اس کی طرف توجہ کرو اور اس کے مطابق قواعد جمع کرو اور جو بھی مزید بات تمہارے ذہن میں آئے اس کو بھی لکھ لو میں نے اس رقعہ کو دیکھا تو اس میں یہ مضمون تھا "الکَلَامُ كَلْمَةٌ اسْمٌ وَفِعْلٌ وَحَرْفٌ" اور اس کے بعد ہر ایک کی تعریف کی گئی تھی چنانچہ میں آپ کے ان اصول کی روشنی میں آپ کی ہدایت کے مطابق قواعد نحو یہ جمع کرتا رہا اور جب اچھا خاصا مجموعہ تیار ہو گیا تو آپ کے سامنے پیش کیا آپ نے دیکھ کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا "مَا أَحْسَنَ هَذَا الشُّعْرَ الَّذِي قَدْ نَحَوْتُ" اس روایت کے اعتبار سے واضح اول امیر المؤمنین حضرت علیؑ جلیلیؑ اور واضح ثانی حضرت امام ابوالاسود دؤلیؑ ہیں جن کو تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

سیرت التابعین میں اس طرح روایت ہے کہ عہد فاروقی میں ایک اعرابی نے لوگوں سے کہا کہ کوئی ہے؛ جو مجھے اللہ کے رسول ﷺ پر نازل شدہ کلام اللہ کا کچھ حصہ پڑھائے چنانچہ ایک آدمی نے اس کو سورۃ برأت کی چند آیتیں پڑھائیں اور آیت کریمہ "إِنَّ اللَّهَ بَرِّئٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ" (بیشک اللہ تعالیٰ بری ہیں مشرکین سے اور اس کا رسول بھی) میں لفظ "وَرَسُولُهُ" کو کسرہ کے ساتھ پڑھایا جس کا ترجمہ بدل کر یہ ہو گیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ بری ہیں مشرکین

سے اور اپنے رسول سے لہو زباٹھ یہ نگر وہ اعرابی حیران رہ گیا اور بولا کہ اگر تمکھا بات ہے تو میں بھی (نعوذ باللہ) اللہ کے رسول سے بری ہوں۔

آخر کار اس واقعہ کی خبر شدہ شدہ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق تک پہنچی آپ نے اس اعرابی کو بلایا اور فرمایا کہ آیت کریمہ اس طرح نہیں ہے بلکہ یوں ہے اور پھر آپ نے پوری آیت پڑھ کر سنائی اور لفظ ”ورسولہ“ کو ضمہ کے ساتھ پڑھا۔ اس واقعہ سے آپ کو بڑی تشویش ہوئی کہ میری زندگی ہی میں لوگ قرآن میں ایسی ایسی تحش غلطیاں کرنے لگے ہیں چنانچہ آپ نے فرمان جاری کیا کہ آج کے بعد عربی زبان سے ناواقف شخص قرآن مجید نہ پڑھائے پھر اس کے بعد آپ نے حضرت ابو الاسود دہلی کو وضع نحو کی طرف توجہ دلائی جس کی وجہ سے انہوں نے قواعد نحو تیار کرنے شروع کئے پس اس روایت کے مطابق واضح اول حضرت عمر فاروق اور واضح ثانی ابو الاسود دہلی ہوئے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو الاسود دہلی راستہ سے چلے جا رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک گھوڑے کے ساتھ پیدل جا رہا ہے تو آپ کو بڑا تعجب ہوا کہ سواری موجود ہے پھر بھی پیدل چل رہا ہے آپ نے اس سے دریافت کیا: لِمَ تَمْشِي عَلَيهِ تَمَّ اس پر سوار کیوں نہیں ہوتے؟ تو اس گھوڑے نے جواب دیا ”فَرَسِي ضَارِعٌ“ میرا گھوڑا لاغر و کمزور ہے چنانچہ اس گھوڑے نے ضارِعٌ خبر کو جو کہ قاعدہ کے مطابق مرفوع ہوتی ہے کسرہ کے ساتھ مجرور کہا یہ سن کر اس پاس کھینے والے بچے اس بیچارے گھوڑے کا مذاق اڑانے لگے، حضرت ابو الاسود دہلی نے سوچا کہ ایک آدمی کی غلطی پر یہ بچے ہنس رہے ہیں حالانکہ ابھی تو اسلام نہ جانے کہاں کہاں تک پہنچے گا پھر تو اس میں بڑی غلطیاں رونما ہوں گی اس واقعہ سے آپ کو بڑی فکر

لاحق ہوئی جس کے نتیجے میں آپ نے قلم اٹھایا اور قواعد نحو کو ترتیب دینا شروع کیا۔ اس سلسلے میں اور بھی بہت سے مختلف اقوال ہیں مگر ان سب میں صحیح اور مستحکم قول وہ ہے جس کو ہم شروع میں بیان کر چکے ہیں اسی قول کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت ابوالاسود دؤلی سے پوچھا ”مِنْ اَتَمَّنْ لَكَ هَذَا النَّحْوُ“ تمہیں یہ علم کہاں سے حاصل ہوا؟ تو آپ نے جواب دیا ”لَوْ جَدْتُ حُلُوذَةً مِنْ غَلْبِي اَتَمَّنْ اِيَّاهِی طَالِبٌ“ میں نے اس کے مسائل حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے حاصل کئے۔

## واضح کتاب

ذریعہ نظر کتاب نحو میر کے مصنف کا نام نامی اسم گرامی زین الدین ابوالحسن علی بن محمد بن علی ہے آپ جرجان کے خاندان سادات سے نسبی تعلق رکھتے تھے، اسی بنا پر آپ سید شریف اور سید سند سے مشہور ہوئے آپ کو میر بھی کہا جاتا ہے اسی لیے آپ کی بہت سی کتابیں اس نام سے منسوب ہیں، جیسے نحو میر صرف میر، میر قطبی، میر ایسا غوغی، نیز آپ کی بہت سی کتابیں شریف کے نام سے بھی موسوم ہیں، جیسے شریفیہ شرح سراجی شریفیہ شرح کافیہ، شریفیہ فی المناظرہ۔

پیدائش: آپ ۲۳ شعبان المعظم ۴۰۷ھ کو علاقہ جرجان کی طاعون نامی بستی میں پیدا ہوئے اس لیے آپ کو جرجانی کہا جاتا ہے۔

مصنف علام بہت زیادہ فہیم و ذکی تھے اللہ پاک نے عقل صائب اور ذہن ناقب سے نوازا تھا۔ نو عمری ہی میں آپ نے بعض کتابیں تالیف فرمائیں آپ کو تمام علوم و فنون میں یکساں قوت و ملکہ حاصل تھا۔ چنانچہ علوم نقلیہ و علوم عقلیہ میں

آپ نے متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، جن کی تعداد پچاس سے متجاوز ہے، آپ کی کتابیں عربی و فارسی زبان میں ادب کا بہترین شاہکار ہیں۔

آپ نے بچپن ہی میں تصنیفات کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، چنانچہ وافیہ نام سے کافیہ پر آپ نے بچپن ہی میں حاشیہ لکھا، اور نحو میر بھی اسی زمانہ میں تصنیف فرمائی، آپ کے ان کارناموں کو دیکھ کر اہل نظر بھانپ گئے تھے کہ یہ نوجوان مستقبل میں آفتاب و ماہتاب بکر چمکے گا کیونکہ ”ہونہار بردا کے چمکنے پکنے پات“۔

آپ کے علمی انہماک اور تحقیق و مطالعہ کا یہ حال تھا کہ علامہ قطب الدین محمد رازی کی کتاب ”شرح المطلاع“ کو سولہ مرتبہ پڑھنے کے بعد دل میں تہیہ کیا کہ میں یہ کتاب براہ راست مصنف سے پڑھوں گا۔ چنانچہ اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لیے آپ علامہ رازی کی خدمت میں ہرات پہنچے۔ اور پڑھنے کی درخواست کی حضرت علامہ کی عمر اس وقت ۱۲۰ سال ہو چکی تھی، پیرانہ سالی کی وجہ سے انکی ابروئیں آنکھوں پر پڑی ہوئی تھیں، دونوں ہاتھوں سے آنکھوں پر گری ہوئی بھنویں بنا کر میر سید شریف جرجانی کو دیکھا تو انکے چہرہ پر ذکاوت و فطانت کے آثار دیکھ کر ارشاد فرمایا: کہ میں تو بڑا صاحبِ ادب و ضعف کی وجہ سے محذور ہوں البتہ تم میرے شاگرد رشید مولوی مبارک شاہ کے پاس مصر چلے جاؤ، وہ بالکل دیباہی پڑھائیں گے جیسا انہوں نے مجھ سے پڑھا ہے، اور آپ نے مبارک شاہ کے نام ایک سفارشی رقعہ بھی لکھ دیا، چنانچہ سید صاحب وہ رقعہ لیے جوش طلب میں مصر پہنچے حضرت مبارک شاہ نے پڑھانا منظور فرمایا مگر یہ شرط لگائی کہ آپ درس میں مستقل شریک نہیں ہیں نہ آپ کو عہدت پڑھنے کی اجازت ہے نہ کلام کرنے کی صرف سماعت کر سکتے ہیں۔

سید شریف صاحب اس درجہ کی شرکت پر بھی راضی ہو گئے مبارک شاہ کا گھر



درس سے متصل تھا ایک رات، مدرسہ میں غفلت کے لیے آئے ایک دوست کو جو  
آواز آرہی تھی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ لاخبر سے سننے لگے سید صاحب  
سبق کے تکرار میں مشغول تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ اس مسئلے کے متعلق حضرت  
مصنف نے یوں فرمایا اور شراح نے یوں لکھا ہے۔ اور احادیث و روایات کی سائے یہ  
ہے اور میری رائے اس مسئلہ میں یہ ہے اس انماز سے عجیب و غریب لطائف بیان  
کئے کہ استاذ کو شکر و حمد آنے لگا اس کے بعد استاذ نے بہت بہت انعامی کی اور  
عبارت خوانی اور تلمیح کی اجازت دیدی سید صاحب نے علوم شریعہ میں بھی مختلف استفادہ  
سے استفادہ کیا بالخصوص علامہ کامل الدین محمد بن محمود بامینی کی خدمت میں رہ کر چار  
سال تک علوم شریعہ میں کمال حاصل کیا۔

## تربیت باطن

تربیت باطن کے بغیر کمال دینی حاصل نہیں ہو سکتا سید صاحب نے تربیت باطن  
خواجہ علاؤ الدین محمد بن محمد عطاء بخاری سے حاصل کی آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے  
خدا تعالیٰ کی معرفت خواجہ صاحب کے دربار میں حاضر ہو کر ہی حاصل کی ہے۔

## متفرق حالات

۱۷۷۰ء میں جب شاہ شجاع الدین مظفر قمر زوہد میں مقیم تھے تو سید  
صاحب نے انکی قربت حاصل کرنے کی کوشش کی چنانچہ آپ نے فوجی کاسا  
لباس پہنا اور علامہ تفتازانی صاحب مختصر المعانی کے پاس گئے اور ان سے  
درخواست کی کہ بادشاہ سے میری سفارش کر دیں کہ میں تیرا نمازی میں مہارت

رکھا ہوں چنانچہ علامہ تھتازانی ان کو اپنے ساتھ لے گئے اس طرح کہ ان کو  
 شاہی محل کے باہر کھڑا کر دیا اور بادشاہ کو ان کے اوصاف کا تعارف کرایا، بادشاہ  
 نے انہیں اندر طلب کیا اور سید صاحب کو فرمایا کہ اپنی تیر اندازی کے جوہر  
 دکھائیں سید صاحب نے ایک کاغذ نکال کر بادشاہ کے سامنے کر دیا جس میں  
 مختلف مصنفین پر نہایت وزنی اعتراضات لکھے ہوئے تھے اور عرض کیا کہ یہی  
 میرے تیر ہیں اور یہی میری صنعت ہے بادشاہ انکی قابلیت و صلاحیت سے بہت  
 حائر ہوا اور ان کو اپنے ساتھ شیراز لے گیا اور وہاں مدرسہ دارالافتاء میں تدریس  
 امداری آپ کو سو پنی دس سال تک آپ وہاں تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے۔

اس کے بعد جب تیمور لنگ نے ۸۹۷ھ میں شیراز کو فتح کر لیا تو اس نے سید  
 صاحب کا بہت اعزاز و اکرام کیا اور سید صاحب سے سمرقند چلنے کی درخواست کی جو  
 سید صاحب نے قبول فرمائی اور تیمور لنگ کے ساتھ سمرقند تشریف لے گئے پھر تیمور  
 لنگ کی وفات تک سمرقند ہی میں مقیم رہے اس کے بعد شیراز واپس آ گئے۔

ایک عجیب واقعہ: علامہ تھتازانی کا مقام بھی تیمور لنگ کے دربار میں بہت بلند تھا  
 سید شریف صاحب سے ان کا مناظرہ و مباحثہ ہوتا رہتا تھا سید صاحب جو دت طبع  
 اور فطری فصاحت و بلاغت کے زور سے اور علامہ تھتازانی علم کے زور سے مد  
 مقابل کو شکست دینے کی کوشش کرتے رہتے تھے لیکن کوئی کسی کو شکست نہیں دے  
 سکا تھا اور تیمور لنگ کہتا تھا کہ گو علم میں دونوں برابر ہیں لیکن نسبی شرافت میں سید  
 شریف افضل ہیں اس بنا پر تیمور لنگ آپ کا زیادہ اکرام کیا کرتا تھا ایک مرتبہ ایک  
 مسئلہ میں ان دونوں حضرات کے درمیان مناظرہ ہوا اس مناظرہ کا فیصلہ نعمان  
 الدین خوارزمی معزلی تھا جو علامہ تھتازانی سے نالاں تھا اور پھر علامہ موصوف کی

زبان میں کچھ لکنت بھی تھی اس لیے اس نے سید صاحب کے حق میں فیصلہ کر دیا جس کی وجہ سے سید صاحب کے غلبہ کی بہت شہرت ہوئی اور علامہ تفتازانی بہت غمزہ ہوئے حتیٰ کہ بیمار ہو کر صاحب فراش ہو گئے اور پھر اسی غم میں آپ کی وفات ہو گئی۔

## تصانیف جلیلہ

مصنف کی مشہور تصانیف یہ ہیں: (۱) فارسی زبان میں ترجمہ قرآن پاک (۲) حاشیہ بیضاوی (۳) حاشیہ مطول (۴) حاشیہ ہدایہ (۵) حاشیہ شرح المطالع (۶) شرح مواقف (۷) شرح حکمت العین (۸) شرح حکمت الاشراف (۹) صغریٰ کبریٰ (۱۰) شریفیہ شرح سرانجامی (۱۱) تعریفات الاشیاء (۱۲) میر قطبی (۱۳) شریفیہ فی المناظرہ (۱۴) صرف میر (۱۵) نحو میر وغیرہ آپ کی تصنیفات پچاس سے متجاوز ہیں۔

## علم نحو کے مسائل

علم نحو کے مسائل و مباحث بے شمار ہیں زبردست داخل نصاب کتاب نحو میر میں اصطلاحات نحو، حروف عاملہ، افعال عاملہ، اسمائے عاملہ، عوامل معنوی اقسام توابع اور حروف غیر عاملہ کا بیان ہے۔

## ایک معرکہ الآراء مسئلہ

علم نحو کے دو مشہور مذہب: یہ بات تو مسلم ہے کہ علم نحو میں عام طور پر دو مذہب مشہور ہیں۔ (۱) کوئی (۲) بصری، دونوں نے ہی علم نحو پر خوب شرح و بسط سے کام کیا ہے، لیکن علم نحو کی ایجاد و تدوین میں فضیلت کا سہرا علمائے بصرہ کے سر

ہے۔ کیونکہ ابوالاسود دؤنی موجد علم نحو، ابن اسحاق حضرمی واضح قوانین علم نحو اور ہارون بن موسیٰ صابط علم نحو انہیں میں سے ہیں۔

جب علم نحو بصرہ اور اس کے قرب و جوار میں پھیل چکا تو اہل کوفہ نے اس میں حصہ لینا شروع کیا چنانچہ پہلے یہ علم انہوں نے بصریوں سے سیکھا، پھر اس کے پڑھنے پڑھانے، مدون کرنے اور شرح و تفصیل میں بصریوں کی برابری اور مقابلہ کرنے لگے یہاں تک کہ فریقین میں کشمکش رہنے لگی اور دونوں میں سے ہر ایک کا جدا گانہ مذہب ہو گیا جس کی ہر ایک فریق تائید و مدد کرتا تھا۔

دونوں جماعتوں کے آپسی اختلافات کی اصل بنیاد یہ تھی کہ اہل بصرہ سماع کو ترجیح دیتے تھے، اور صرف بصورت مجبوری قیاس کی اجازت دیتے تھے، نیز روایت کے سخت پابند تھے، اور خالص فصیح عربیوں کو قابل سمجھتے تھے۔ اور اس قسم کے عربیوں کی بصرہ اور اس کے مضافات میں کثرت تھی اس کے برخلاف اہل کوفہ بھٹیوں اور اہل سواد کے اختلاط کی وجہ سے بیشتر مسائل میں قیاس پر اعتماد کرتے تھے، اور ان عرب دیہاتیوں کو بھی قابل سمجھتے تھے جن کی فصاحت اہل بصرہ کے نزدیک مسلم نہیں تھی، لیکن اہل کوفہ چونکہ عباسیوں کے زیر سایہ اور بنو ہاشم کے حمایتی تھے اور اس لیے بھی کہ کوفہ دار الخلافہ بغداد سے زیادہ قریب تھا، اس لیے ان کا مذہب دار الخلافہ میں پھیل گیا۔ اور جب فریقین کے اختلافات بڑھتے ہی چلے گئے اور انتہائی شباب پر پہنچ گئے یہاں تک کہ دونوں شہر ہی ویران ہو گئے تو یہاں کے علماء بغداد کی طرف منتقل ہو گئے۔ جہاں بغدادیوں کا ایک نیا مذہب پیدا ہوا جو ان دونوں مذہبوں کا آمیزہ تھا اس کے بعد نحو اندلس (اسپین) پہنچا۔ وہاں بھی اندلسیوں کا ایک نیا مذہب بن گیا لیکن ابھی چوتھی صدی کا آغاز ہوا تھا کہ تمام

مذہب کے شہسوار دنیا سے رخصت ہو گئے اور اس طرح یہ جھگڑا ختم ہو گیا۔  
 بہر کیف متاخرین علماء نے بھرپور بن کے مذہب کو اساسی حیثیت دی اور کوئی  
 مذہب کے صرف اختلافات بتانے پر اکتفاء کیا پھر بعد میں آنے والے لوگوں نے  
 اس کے اصول و مبادی پر اکتفاء کر کے اس کے طول کو مختصر کیا جیسا کہ ”تسہیل“ میں  
 ابن مالک نے اور ”مفصل“ میں علامہ جلال اللہ زحرفی نے کیا ہے۔

محمد یونس قاسمی

ساکن کھیرہ افغان

خادم تدریس جامعہ ستارہ فیض الرحیم

نانکہ گند یوڑہ، سہارنپور (یوپی)



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى  
خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ اَجْمَعِينَ۔

اما بعد ابدان از شدك الله تعالى كه ایں مختصریست مضبوط در علم نحو كه مبتدی  
را بعد از حفظ مفردات لغت و معرفت اشتقاق و ضبط مهمات و تصریف باسانی بکیفیت  
ترکیب عربی راه نماید و بزودی در معرفت اعراب و بنا و سواد خواندن توانائی دهد،  
بتوفیق اللہ تعالیٰ و عونہ۔

ترجمہ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے تمام  
تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور بہترین انجام  
مستحقوں کے لیے ہے، درود و سلام نازل ہوا اللہ کی مخلوق میں سب سے بہترین ذات  
محمد اور آپ کی تمام آل پر۔ بہر حال حمد و صلوة کے بعد جان لے (اللہ تعالیٰ آپ کی  
رہنمائی فرمائیں) کہ یہ ایک مختصر (رسالہ) ہے جو کہ علم نحو میں لکھا گیا ہے تاکہ  
مبتدی طالب علم کو لغت کے مفردات حفظ کرنے کے بعد اور علم اشتقاق کو جاننے اور  
علم صرف کے اہم مسائل یاد کرنے کے بعد آسانی سے عربی ترکیب کی کیفیت  
کی طرف راہنمائی کرے اور جلد از جلد معرب و جنی کے پہچاننے اور عبارت پڑھنے  
میں طاقت و قوت بخشنے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی مدد سے۔

سوال (۱): مصنف نے کن تین چیزوں کو پڑھنے کے بعد نحو میر پڑھنے کا مشورہ دیا ہے  
اور نحو میر پڑھنے سے کونسے تین فائدے حاصل ہوں گے نیز بتائیں کہ پورے خطبہ میں  
مصنف نے کن تین باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے، ہر بات عبارت سے واضح کریں؟

جواب (۱): مصنفؒ نے درج ذیل تین چیزوں کے بعد نحو میر پڑھنے کا حکم دیا ہے (۱) لغت کے مفرد کلمات یاد کر لینے کے بعد (۲) علم اشتقاق کو جاننے کے بعد (۳) علم صرف کے اہم اہم مسائل پہچاننے کے بعد اور پھر نحو میر پڑھنے سے یہ تین فائدے حاصل ہوں گے۔ (۱) عربی ترکیب کی سمجھ اور اس کی کیفیت کی طرف رہنمائی ہو جائے گی (۲) معرب و جنی کی پہچان ہو جائے گی۔ (۳) عبارت پڑھنا آجائیگا۔

پس پورے خطبہ میں مصنفؒ نے تین چیزوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (۱) علم کی تعین کر دی کہ یہ کتاب علم نحو میں ہے۔ اس عبارت سے ”مضبوط در علم نحو“ (۲) کن علوم کے بعد نحو میر پڑھی جائے اس کی وضاحت کی اس عبارت سے ”بعد از حفظ مفردات لغت و معرفت اشتقاق و ضبط مہمات تصریف (۳) اس کتاب کو پڑھنے سے کیا فائدے ہوں گے اس کو بیان کیا، ”باسانی“ سے لے کر ”توانائی دہ“ تک کی عبارت سے۔

سوال (۲): ”اما بعد“ اصل میں کیا ہے اور مصنفؒ نے دعاء عربی زبان میں کیوں تحریر کی جب کہ پوری کتاب فارسی زبان میں ہے پھر دعاء میں ”آز شد“ فعل ماضی کا صیغہ کیوں لایا گیا وضاحت کریں اور نیز لغت، اشتقاق، تصریف اور ترکیب تینوں کی لغوی و اصطلاحی تعریف بھی بیان کریں؟

جواب (۲): اما بعد کی اصل ”اٰمَّا بَعْدُ اَلْحَمْدُ وَ الصَّلٰوَةُ“ ہے یعنی حمد و صلوة کے بعد اس کو عربی میں فصل الخطاب کہتے ہیں اسکا استعمال سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے کیا اور لفظ اما اجمال کے بعد تفصیل کے لیے آتا ہے۔

اور دعاء عربی زبان میں اس لیے کی گئی کہ عربی زبان تمام زبانوں میں افضل اور اشرف زبان ہے نیز عربی زبان قرآن و حدیث کی زبان ہے۔ اور ہم دنیا میں دیکھتے ہیں

کہ جس کی جو زبان ہوتی ہے اس کو اپنی زبان اور اس کے بولنے والوں سے محبت ہوتی ہے جب دنیا کا یہ حال ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی زبان اور اس کے بولنے والوں سے کیسے محبت نہ کریں گے۔ اسی وجہ سے مصنف نے عربی زبان میں دعاء کی تاکہ اللہ تعالیٰ جلد قبول فرمائیں اور مؤلف بفضل ماضی کا سینہ اس لیے لائے کیونکہ مصنف کو اللہ تعالیٰ پر پورا پورا اعتماد اور بھروسہ یقین ہے کہ وہ ان کی دعا روٹھیں فرمائیں گے پس اسی یقین کی وجہ سے ماضی کا سینہ استعمال کیا کہ مجموعاً قبول ہوگی۔

لغت کے لغوی معنی: وہ آواز جس کے ذریعہ انسان اپنے اغراض و مقاصد اور مافی الضمیر کو ادا کرتا ہے۔

لغت کے اصطلاحی معنی: وہ علم ہے جس سے کسی زبان کے کلمات مفردہ کے وضعی معنی اور طریقہ استعمال معلوم ہو۔

اشتقاق کے لغوی معنی: باب اتصال سے مصدر ہے جو ضمی سے بنا ہے معنی پھاڑنا، چیرنا۔ اور اصطلاحی معنی: علم اشتقاق وہ علم ہے جس کے ذریعہ مصدر یا جامد سے کلمات بنانے کا طریقہ معلوم ہو۔

تصریف کے لغوی معنی: بدلنا، الٹنا، پلٹنا۔ باب تفعیل سے مصدر ہے۔

اصطلاحی تصریف: علم تصریف وہ علم ہے جس کے ذریعہ الفاظ کی صحیح شکل مفرد الفاظ کے ظاہری یا حوالہ اور ایک صیغہ سے دوسرے صیغہ میں تبدیلی کا طریقہ معلوم ہو۔

ترکیب کے لغوی معنی: باب تفعیل سے مصدر ہے معنی ملانا جوڑنا۔

اصطلاحی معنی: مسند اور مسند الیہ کو اس طرح ملانا کہ ان کے مجموعہ کو جملہ یا کلام کہہ سکیں۔

سوال (۳): مختصر اور مہمات کے کیا معنی ہیں نیز توفیق کے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو تو کیا معنی لیں گے، پھر مصنف نے ”آسانی و زوادی“ یہ دو لفظ کیوں



استعمال کئے؟

جواب (۳): مختصر کے معنی ایسا کلام کہ جس میں عبارت قلیل اور معنی کثیر ہوں اور ایک ہوتا ہے مختصر جس کے معنی ایسا کلام جس میں عبارت کثیر اور معنی قلیل ہوں۔ اور مطول کہتے ہیں ایسے کلام کو جس میں عبارت اور معنی دونوں کثیر ہوں۔

مہمات کے لغوی معنی: یہ ہم سے بنا ہے معنی غم میں ڈالنا مراد اس سے علم صرف کی مشکل گردائیں اور پیچیدہ تعلیمات ہیں کیونکہ وہ بھی آدمی کو مشکل میں ڈال دیتی ہیں۔ اور وہ بڑی اہم ہیں۔

توفیق کے معنی: اچھے یا برے مقصد کے لیے اسباب مہیا کرنا لیکن توفیق کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اچھے معنی مراد ہوتے ہیں۔

مصنف نے ”آسانی وزدوی“ دونوں کلمے لاکر مبتدی طلبہ کو اطمینان دلادیا کہ یہ فن بہت آسان اور بہت جلد حاصل ہونے والا ہے تاکہ وہ پچارے شروع میں گھبرانہ جائیں۔

**فصل:** بیداں کہ لفظ مستعمل در سخن عرب بر دو قسم است، مفرد و مرکب، مفرد لفظی باشد تھا کہ دلالت کند بر یک معنی و آں را کلمہ گویند، و کلمہ برسہ قسم است۔ اسم چوں رجل و فعل چوں ضرب و حرف چوں هل چنان کہ در تصریف معلوم شدہ است۔ اما مرکب لفظی باشد کہ از دو کلمہ یا بیشتر حاصل شدہ باشد و مرکب بر دو گونه است مفید و غیر مفید۔ مفید آنست کہ چوں قائل براں سکوت کند سامع را خبرے یا طلبی معلوم شود، و آں را جملہ گویند و کلام نیز پس جملہ بر دو قسم است خبریہ و انشائیہ۔

**ترجمہ:** جان لو کہ لفظ مستعمل عربی زبان میں دو قسم پر ہے مفرد اور مرکب مفرد ایسا تھا لفظ ہوتا ہے جو کہ ایک معنی پر دلالت کرے، اور اس کو کلمہ کہتے ہیں، اور کلمہ کی تین قسمیں ہیں، اسم جیسے رجل اور فعل جیسے ضرب اور حرف جیسے هل جیسا کہ علم صرف

میں معلوم ہو گیا ہے، بہر حال مرکب ایسا لفظ ہوتا ہے جو دو یا زیادہ کلموں سے مل کر بنا ہو، اور مرکب کی دو قسمیں ہیں مفید اور غیر مفید، مفید وہ ہے کہ جب کہنے والا اس پر ٹھہر جائے تو سننے والے کو کوئی خبر یا طلب معلوم ہو اور اس کو جملہ کہتے ہیں اور کلام بھی جملہ کی دو قسمیں ہیں خبریہ اور انشائیہ۔

سوال (۱): مصنف نے لفظ مستعمل بیان کر کے کسے داخل کیا ہے اور کسے خارج نیز لفظ کی لغوی اصطلاحی تعریف کیا ہے، پھر لفظ مستعمل کی کتنی قسمیں ہیں تعریف کے ساتھ ذکر کریں؟

جواب (۱): یاد رہے کہ انسان کے منہ سے جو بھی بات نکلتی ہے وہ دو حال سے خالی نہیں ہوتی یا تو وہ معنی دار ہوگی اور اس کو موضوع یا مستعمل کہتے ہیں یا وہ بے معنی ہوگی اور اس کو مہمل یا غیر مستعمل کہتے ہیں۔ جیسے قلم و لم کہ قلم لفظ موضوع اور مستعمل ہے اور ”لم“ مہمل اور غیر مستعمل ہے فن نحو میں بحث لفظ موضوع سے کی جاتی ہے اس لیے مصنف نے لفظ مستعمل ذکر کر کے لفظ موضوع کو داخل کر لیا اور غیر مستعمل اور مہمل کو خارج کر دیا کیونکہ وہ بے معنی ہوتا ہے اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

لفظ کے لغوی معنی پھینکنا اور اصطلاح میں ”مَا يَتَلَفُّظُ بِهِ الْإِنْسَانُ“ یعنی جس کے ذریعہ انسان تلفظ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کے گلے میں کچھ باریک باریک تار بنائے ہیں جن کو ”اوتار صوتیہ“ کہتے ہیں پس پھپھروں سے نکلنے والی ہوا جب ان تاروں سے ٹکراتی ہے تو وہ ہوا آواز میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور جب وہ آواز منہ کے اندر کسی مخرج میں ٹھہر جاتی ہے تو لفظ بن جاتی ہے چنانچہ اگر پھپھروں سے نکلنے والی ہوا، اوتار صوتیہ سے کھڑائے بغیر نکل جائے تو اس کو سانس کہتے ہیں۔ اور اگر سانس اوتار صوتیہ سے تو ٹکرائے مگر مخرج میں بغیر ٹھہرے نکل جائے تو وہ خالی

آواز ہوتی ہے جیسے بھینس وغیرہ کی آواز، انسان کے طلاوہ دیگر حیوانات کے پھپھروں سے نکلنے والی ہوا اور صوتیہ سے تو لگراتی ہے مگر کسی مخرج میں نہیں ٹھہرتی جس کی وجہ سے ان کی آواز لفظ اور کلمہ میں تبدیل نہیں ہو پائی اس لیے کہ ان کو مخرج میں آواز ٹھہرانے کی تمیز نہیں ہے یہ صرف انسان کا خاصہ ہے۔

لفظ موضوع و مستعمل کی دو قسمیں: (۱) مفرد (۲) مرکب،

مفرد: ایسا لفظ جو تنہا ہو اور ایک معنی پر دلالت کرے جیسے ”کِتَابٌ“۔

مرکب: جو دو یا دو سے زیادہ کلموں سے مل کر بنے جیسے ”زَيْدٌ عَالِمٌ“ زید عالم ہے، یا جیسے ”ذَهَبٌ زَيْدٌ إِلَى الْمَدْرَسَةِ“ زید مدرسہ گیا۔

سوال (۲): مفرد کا دوسرا نام اور اس کی تینوں قسموں کو لغوی و اصطلاحی تعریف اور وجہ تسمیہ کے ساتھ بیان کریں؟ اور بتائیں کہ کلمہ کی تین قسمیں کیوں ہیں چار یا پانچ کیوں نہیں؟  
جواب (۲): مفرد کا دوسرا نام کلمہ بھی ہے، پھر کلمہ کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) اسم (۲) فعل (۳) حرف۔

اسم کے لغوی و اصطلاحی معنی: اسم کے لغوی معنی بلند ہونا اور اصطلاح میں اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی بتانے میں کسی دوسرے کلمہ کا محتاج نہ ہو، اور تینوں زمانوں میں سے کوئی ایک زمانہ بھی اس میں نہ پایا جائے۔ جیسے ”رَجُلٌ“ مرد۔

فعل کے لغوی و اصطلاحی معنی: فعل کے لغوی معنی کام اور اصطلاح میں فعل وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی بتانے میں کسی دوسرے کلمہ کا محتاج نہ ہو اور تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ بھی اس میں پایا جائے۔ جیسے ”عَلِمَ“ اس نے جانا۔

حرف کے لغوی و اصطلاحی معنی: حرف کے لغوی معنی کنارے کے ہیں اصطلاح میں حرف وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی بتانے میں کسی دوسرے کا محتاج ہو یعنی

دوسرے کلمہ کے ملے بغیر وہ اپنے پورے معنی نہ بتا سکے اور تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ بھی اس میں نہ پایا جائے۔ جیسے ”عزل“ معنی کیا۔

کلمہ کی صرف تین قسمیں ہیں: اس لیے کہ کلمہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اپنے معنی بتانے میں دوسرے کا محتاج ہوگا یا نہیں اگر اپنے معنی بتانے میں دوسرے کلمہ کا محتاج ہو تو وہ حرف ہے اور اگر دوسرے کا محتاج نہ ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو اس میں زمانہ پایا جائے گا یا نہیں، اگر زمانہ پایا جائے تو وہ فعل ہے اور اگر زمانہ نہ ہو تو وہ اسم ہے پس آگے کوئی اور قسم بچتی ہی نہیں اس لیے تین ہی قسمیں ہیں۔

وجہ تسمیہ: اسم کو اسم اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اسم کے معنی بلند ہونا اور چونکہ وہ فعل اور حرف سے مرتبہ میں بڑھا ہوا ہے اس لیے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں جب کہ فعل زمانہ کا محتاج ہے اور حرف تو سراسر ہی محتاج ہے۔ اور فعل کو فعل اس لیے کہتے ہیں کہ فعل کے معنی کام اور چونکہ اس میں بھی کسی نہ کسی کام کا کرنا یا ہونا پایا جاتا ہے حرف کے معنی کنارہ کے ہیں حرف کا نام حرف اس لیے ہے کہ وہ اسم اور فعل کے مقابلہ میں کنارہ پر آتا ہے۔

سوال (۳): مرکب کی تقسیم کریں، نیز مرکب مفید کی تعریف اس کے تینوں نام اور دونوں قسموں کو بیان کریں؟

جواب (۳): مرکب کی دو قسمیں ہیں (۱) مفید (۲) غیر مفید۔

مرکب مفید: اسے کہتے ہیں کہ جب بولنے والا اپنی بات کہہ کر رک جائے تو سننے والے کو کوئی خبر یا طلب معلوم ہو جیسے میں نے کہا ”زیند صالح“ معنی زید نیک ہے۔ تو آپ کو زید کے صالح ہونے کی خبر ہو گئی۔ یا کہا ”انقرأ“ تو پڑھ تو اس سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ پڑھنے کی طلب کی جا رہی ہے پس یہ مرکب مفید ہے۔ مرکب

مفید کے اور بھی تین نام ہیں۔

(۱) مرکب تام (۲) جملہ (۳) کلام پھر مرکب مفید یا بالفاظ دیگر جملہ کی

دو قسمیں ہیں جملہ خبریہ، جملہ انشائیہ۔

**فصل:**۔ بدانکہ جملہ خبریہ آنست کہ قائلش را بصدق و کذب صفت تو اوں کرد و آن  
بر دو نوع است اول آن کہ جزو اوّلش اسم باشد و آن را جملہ اسمیہ گویند چون زَیْدٌ  
عَالِمٌ یعنی زید دانا است جزو اوّلش مسند الیہ است و آنرا مبتدا گویند۔ و جزو دوم مسند  
ست و آنرا خبر گویند دوم آن کہ جزو اوّلش فعل باشد و آن را جملہ فعلیہ گویند چون  
ضَرَبَ زَیْدٌ بِرَدِیْدٍ جزو اوّلش مسند است و آن را فعل گویند و جزو دوم مسند الیہ است  
و آنرا قائل گویند، و بدانکہ مسند حکم است و مسند الیہ آنچه بر حکم کنند، و اسم مسند و مسند  
الیہ تو اند بود و فعل مسند باشد و مسند الیہ تو اند بود، و حرف نہ مسند باشد و نہ مسند الیہ۔

**ترجمہ:** جان لیجئے! کہ جملہ خبریہ وہ ہے جس کے کہنے والے کو سچ اور جھوٹ کے  
ساتھ متصف کر سکیں اور وہ دو قسم پر ہے۔ اول یہ کہ اس کا پہلا جزو اسم ہو اس کو جملہ  
اسمیہ کہتے ہیں، جیسے ”زَیْدٌ عَالِمٌ“ زید عالم ہے اس کا پہلا جزو مسند الیہ ہے اور اس کو  
مبتدا کہتے ہیں، دوسرا جزو مسند ہے اور اس کو خبر کہتے ہیں، دوم یہ کہ اس کا پہلا جزو فعل  
ہو اس کو جملہ فعلیہ کہتے ہیں، جیسے ”ضَرَبَ زَیْدٌ“ زید نے مارا۔ اس کا پہلا جزو مسند  
ہے اس کو فعل کہتے ہیں اور دوسرا جزو مسند الیہ ہے اس کو فاعل کہتے ہیں۔ اور جان  
لیجئے! کہ مسند حکم ہے اور مسند الیہ وہ کلمہ ہے کہ جس پر حکم لگائیں۔ اسم مسند اور  
مسند الیہ (دونوں) ہو سکتا ہے اور فعل مسند ہو سکتا ہے مسند الیہ نہیں حرف نہ مسند  
ہو سکتا ہے نہ مسند الیہ۔

سوال (۱): جملہ خبریہ اور اس کی دونوں قسموں کی تعریف مع امثلہ بیان کریں اور ان

کے ہر ہر جہ کا نام اور وجہ تسمیہ بھی ذکر کریں؟

جواب (۱): جملہ خبریہ وہ جملہ ہے کہ جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہہ سکیں جیسے ”زندہ قائم“ مزید کھڑا ہے پس آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ نہیں آپ غلط کہہ رہے ہیں اور تصدیق بھی کر سکتے ہیں۔ مگر اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جملہ اسمیہ (۲) جملہ فعلیہ۔ جملہ اسمیہ وہ جملہ خبریہ ہے کہ جس کا پہلا جہ اسم ہو خواہ دوسرا جہ فعل ہو یا اسم جیسے ”زندہ عالم“ زید عالم ہے۔ اور ”زندہ قائم“ زید کھڑا ہوا یہ جملہ خبریہ اسمیہ ہیں کیونکہ ان کا پہلا جہ اسم ہے اور جملہ اسمیہ کے پہلے جہ کو مسند الیہ اور دوسرے جہ کو مسند کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ مسند الیہ کے معنی جس کی طرف نسبت کی جائے اور مسند الیہ کو بھی مسند الیہ اسی لیے کہتے ہیں کہ اس کی طرف کسی چیز کی نسبت کی جاتی ہے۔ اور مسند کے معنی ہیں جس کی نسبت کی جائے اور مسند کو مسند اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی بھی کسی دوسرے کی طرف نسبت کی جاتی ہے۔ جیسے ”زندہ عالم“ میں زید مسند الیہ ہے اس لیے کہ اس کی طرف عالم ہونے کی نسبت کی گئی ہے اور ”عالم“ مسند ہے کہ اس کی نسبت کی گئی ہے زید کی طرف۔

جملہ اسمیہ میں مسند الیہ کو مبتدا اور مسند کو خبر کہتے ہیں۔ مبتدا کے معنی ہیں جس سے ابتدا کی جائے اور مبتدا کو بھی مبتدا اسی لیے کہتے ہیں کہ اس سے جملہ کی ابتدا اور شروعات ہوتی ہے اور خبر کو خبر اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ خبر دی جاتی ہے جیسے مذکورہ مثال میں ”زندہ“ مبتدا ہے اس لیے کہ اس سے جملہ کی ابتدا ہو رہی ہے اور ”عالم“ خبر ہے اس لیے کہ اس کے ذریعہ زید کے بارے میں ”عالم“ ہونے کی خبر دی جا رہی ہے۔

جملہ خبریہ کی دوسری قسم جملہ فعلیہ ہے اور جملہ فعلیہ وہ جملہ خبریہ ہے کہ جس کا پہلا جز فعل ہو اور دوسرا اسم اس کے پہلے جز کو مسند اور دوسرے جز کو مسند الیہ کہتے ہیں جیسے ”ضَرَبَ زَيْدٌ“ زید نے مارا۔ ضَرَبَ مسند ہے اس لیے کہ اس کی نسبت کی گئی ہے زید کی طرف اور زید مسند الیہ ہے اس لیے کہ اس کی طرف ضَرَبَ یعنی مارنے کی نسبت کی گئی ہے۔

جملہ فعلیہ میں مسند کو فعل اور مسند الیہ کو قائل کہتے ہیں فعل کے معنی ہے کام اور فعل کو بھی فعل اسی لیے کہتے ہیں کہ اس میں کسی کام کا کرنا یا ہونا پایا جاتا ہے اور قائل کے معنی کام کرنے والا اور قائل کو بھی قائل اسی لیے کہتے ہیں کہ اس کی طرف کسی کام کی نسبت کی جاتی ہے یعنی وہ کسی کام کو کرنے والا ہوتا ہے۔ جیسے ”ضَرَبَ زَيْدٌ“ میں ”ضَرَبَ“ فعل ہے اس لیے کہ اس میں ایک کام کا کرنا یعنی مارنا پایا گیا ہے۔ اور ”زَيْدٌ“ قائل ہے اس لیے کہ مارنے کی نسبت اس کی طرف کی گئی ہے۔ اور وہ فعل ضرب کو انجام دینے والا ہے۔

سوال (۲): مصنفؒ نے مسند الیہ و مسند کی کیا تعریف کی ہے اس تعریف کے اعتبار سے آپ مسند الیہ و مسند کا کیا نام رکھیں گے نیز ارباب منطق کے یہاں انکا کیا نام ہے؟ اور صاحب ہدایۃ الخو نے ان کا کیا نام رکھا ہے؟

جواب (۲): مصنفؒ نے تعریف اس طرح کی ہے کہ مسند الیہ اس کو کہتے ہیں جس پر کوئی حکم لگایا جائے اور مسند خود اس حکم کو کہتے ہیں جیسے ”الْمُسْلِمُ صَادِقٌ“ مسلمان سچا ہے اس میں مسلمان پر سچے ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔ پس ”الْمُسْلِمُ“ مسند الیہ ہو اور ”صَادِقٌ“ مسند ہے اس لیے کہ وہ حکم ہے اس تعریف کے اعتبار سے مسند الیہ کو محکوم علیہ اور مسند کو محکوم بہ کہتے ہیں اور مناطقہ مسند الیہ کو موضوع اور مسند کو محمول کہتے

ہیں اور صاحب ہدایہ انھوں نے مسند الیہ کو مخبر عنہ اور مسند کو مخبر بہ سے تعبیر کیا ہے۔  
سوال (۳): اسم، فعل، حرف میں سے مسند و مسند الیہ کون کون بن سکتا ہے اور  
کیوں مفصل بیان کیجئے؟

جواب (۳): مسند الیہ ہر وہ کلمہ بن سکتا ہے جو کسی ذات پر دلالت کرتا ہو اور مسند ہر  
وہ کلمہ بن سکتا ہے جو صفت پر دلالت کرتا ہو چونکہ اسم میں دونوں صلاحیتیں پائی جاتی  
ہیں کہ وہ ذات پر بھی دلالت کرتا ہے جیسے "زید، مسجد" اور صفت پر بھی دلالت  
کرتا ہے جیسے "قائم، عالم" اس لیے اسم مسند الیہ اور مسند دونوں بن سکتا ہے۔  
پس یوں سمجھئے کہ اسم کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اسم ذات (۲) اسم صفت۔

اسم ذات: وہ اسم ہے جو کسی شے کے محض وجود اور ذات پر دلالت کرے جیسے  
"زید، الہود، الماء" کہ یہ تینوں الفاظ زید ہو اور پانی کے محض وجود اور ذات پر  
دلالت کرتے ہیں۔

اسم صفت: وہ اسم ہے جو کسی چیز کی اچھائی برائی حالت و کیفیت اور صفت پر دلالت  
کرے جیسے "جلیل، شجاع، ضعیف" کہ یہ تینوں الفاظ صفت کو بتلاتے ہیں۔  
فعل صرف مسند بن سکتا ہے اس لیے کہ وہ ہمیشہ وصف پر دلالت کرتا ہے اور  
فعل کبھی مسند الیہ نہیں بن سکتا ہے اس لیے کہ وہ کسی ذات پر دلالت نہیں کرتا۔

حرف نہ مسند الیہ بن سکتا ہے نہ مسند اس لیے کہ وہ نہ ذات پر دلالت کرتا ہے  
نہ ہی وصف پر بلکہ وہ تو اپنے پورے معنی ہی بتانے میں دوسرے کا محتاج ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جملہ کے لیے دو جز مسند الیہ اور مسند ہونے ضروری ہیں خواہ  
دونوں اسم ہوں کہ ایک مسند الیہ اور دوسرے کو مسند بنایا گیا ہو یا ایک اسم ہو اور دوسرا فعل۔

بدانکہ جملہ انشائیہ آنت کہ قاکش را بصدق و کذب صفت نحواں کرد، و آں



بر چند قسم است، امر چوں "اَضْرِبْ" و نہی چوں "لَا تَضْرِبْ" و استفہام چوں "هَلْ ضَرَبْتَ زَيْدًا" و تمنی چوں "لَيْتَ زَيْدًا حَاضِرًا" و ترحمی چوں "لَعَلَّ غَمْرًا غَابَ" و عقود چوں "بِعْثْ وَاشْتَرِبْ" و ندا چوں "يَااللَّهُ" و عرض چوں "أَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيبَ خَيْرًا" و قسم چوں "وَاللَّهِ لَأَضْرِبَنَّ زَيْدًا" و تعجب چوں "مَا أَحْسَنَهُ وَأَخْسِنَ بِهِ"۔

**ترجمہ** | جان لیجئے! کہ جملہ انشائیہ وہ ہے کہ جس کے کہنے والے کو سچ اور جھوٹ کے ساتھ متصف نہ کر سکیں اور وہ چند قسم پر ہے، امر جیسے اَضْرِبْ تو مار اور نہی جیسے: لَا تَضْرِبْ تو مت مار، اور استفہام جیسے هَلْ ضَرَبْتَ زَيْدًا کیا زید نے مارا، اور تمنی جیسے لَيْتَ زَيْدًا حَاضِرًا کاش زید حاضر ہوتا، اور ترحمی جیسے لَعَلَّ غَمْرًا غَابَ شاید کہ عمرو غائب ہو، اور عقود جیسے بِعْثْ وَاشْتَرِبْ میں نے بیچا اور میں نے خریدا اور ندا جیسے يَااللَّهُ اے اللہ اور عرض جیسے أَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيبَ خَيْرًا کیا تو ہمارے پاس نہیں اترتا (قیام کرتا) تاکہ تو خیر پائے، اور قسم جیسے وَاللَّهِ لَأَضْرِبَنَّ زَيْدًا اللہ کی قسم میں زید کو ضرور بالضرور ماروں گا اور تعجب جیسے مَا أَحْسَنَهُ وَأَخْسِنَ بِهِ کتنا اچھا ہے یہ، اور کتنا اچھا ہے یہ۔

سوال (۱): انشاء کے کیا معنی ہیں، نیز جملہ انشائیہ کی تعریف کرتے ہوئے بتلائیں کہ اس کی کتنی قسمیں ہیں اور کیا کیا؟

جواب (۱): انشاء از باب افعال معنی پیدا کرنا اور انشاء کو بھی انشاء اسی لیے کہتے ہیں کہ جملہ انشائیہ بولنے والا کلام کو پیدا تو کرتا ہے، مگر اس کی خبر نہیں دیتا جیسے "کتاب لاؤ، پڑھو، لکھو، وغیرہ۔"

جملہ انشائیہ وہ جملہ ہے جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا نہ کہہ سکیں جیسے میں

آپ سے کہوں پڑھو تو کیا آپ مجھے یہ کہیں گے کہ آپ جموٹ بول رہے ہیں نہیں بلکہ اس میں جی یا جموٹ کا احتمال ہی نہیں وہ تو خبر میں ہوتا ہے۔ جملہ انشائیہ کی دس قسمیں ہیں (۱) امر (۲) نہی (۳) استفہام (۴) تمنی (۵) ترحی (۶) عقود (۷) نما (۸) عرض (۹) قسم (۱۰) تعجب۔

سوال (۲): امر، نہی، استفہام، تمنی، ترحی ان پانچوں کی لغوی و اصطلاحی تعریف بیان کریں اور ساتھ میں تمنی و ترحی کے فرق کو بھی واضح کرتے چلیں؟ نیز "لَئِذَا حَضَرَ" نہ جملہ اسمیہ ہے مفعلیہ بلکہ اس کا پہلا جز حرف ہے تو یہ کونسا جملہ ہوا؟  
جواب (۲): امر کے لغوی معنی حکم دینا اور اصطلاح میں امر وہ جملہ انشائیہ ہے جس میں حکم مخاطب سے کسی فعل کو طلب کرے۔ جیسے "اضرب" تو مار کہ اس میں فعل ضرب کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

نہی کے لغوی معنی روکنا اور اصطلاح میں نہی وہ جملہ انشائیہ ہے جس میں حکم مخاطب سے ترک فعل کو طلب کرے جیسے "لا تضرب" تو مت مار، اس میں مخاطب سے ترک ضرب کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

استفہام کے لغوی معنی سمجھنے کی طلب کرنا اور اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے جس میں ناواقف حکم واقف کار مخاطب سے کوئی بات سمجھنے کی خواہش کرے اور اس میں حرف استفہام آئے، جیسے "هل ضربت زيدا" کیا زید نے مارا۔

تمنی کے لغوی معنی آرزو کرنا اور اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے جس میں کسی چیز کے حصول کی آرزو کی جائے جیسے "لَئِذَا حَضَرَ" کاش زید حاضر ہوتا۔

ترحی کے لغوی معنی امید کرنا اور اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے جس میں کسی شے کے حصول کی امید کی جائے جیسے "لَقُلْ هُنَّ رَوَّاءٌ غَائِبٌ" شاید عمر غائب ہے۔

تمنی و ترحی میں فرق یہ ہے کہ تمنی ممکن و غیر ممکن مگر محبوب شے کی آرزو کے لیے آتی ہے۔ اور ترحی صرف ممکن شے کی امید کے لیے آتی ہے خواہ وہ محبوب ہو یا مکروہ، جملہ کے اجزا سے مراد مسند الیہ اور مسند ہے اور آپ جان چکے ہیں کہ ان میں سے حرف کچھ بھی نہیں ہوتا پس ”لَبِثٌ زَيْدًا حَاضِرٌ“ جملہ اسمیہ ہے اور حرف لَبِثٌ اس پر معنی تمنی کی ادائیگی کے لیے داخل ہوا ہے۔

سوال (۳): عتود، نداء، عرض، قسم اور تعجب کے لغوی و اصطلاحی معنی بیان کرنے کے بعد تعجب کے دونوں وزن بھی بیان کریں اور یہ بھی بتائیں کہ ”بَغْتُ وَاشْتَرَيْتُ“ بظاہر تو جملہ معلوم ہو رہے ہیں۔ پھر مصنف نے ان کو انشائیہ کے تحت کیوں بیان فرمایا؟

جواب (۳): عتود کے لغوی معنی گرہ باندھنا اور اصطلاح میں وہ جملے (انشائیہ) ہیں جو کسی معاملہ کو منعقد (ثابت) کرنے کے لیے بولے جائیں، جیسے ”بَغْتُ وَاشْتَرَيْتُ“ میں نے بیچا میں نے خریدا۔

نداء کے لغوی معنی آواز دینا اور اصطلاح میں ندا وہ جملہ انشائیہ ہے جس کے ذریعہ کسی کو آواز دے کر اپنی طرف متوجہ کیا جائے جیسے ”يَااللَّهُ“ اے اللہ ”يَا زَيْدُ“ اے زید۔

عرض کے لغوی معنی پیش کرنا اور اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے جس کے ذریعہ مخاطب سے کسی چیز کے حصول کی رغبت بطور درخواست کی جائے جیسے ”آلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيبَ خَيْرًا“ آپ ہمارے پاس کیوں نہیں اترتے تاکہ آپ بھلائی پائیں۔ ”آلَا تَنْجِيهِدُ فِي الدِّرَاسَةِ فَتَكُونَ فَائِزًا“ تو پڑھائی میں محنت کیوں نہیں کرتا تاکہ تو کامیاب ہو۔

قسم کے لغوی معنی قسم کھانا اور اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے کہ جس میں کسی

چتر پر تاکید کے واسطے قسم اٹھائی جائے۔ جیسے ”وَاللّٰهِ لَأَضْرِبَنَّ زَيْدًا“ اللہ کی قسم میں زید کی ضرور پٹائی کروں گا۔

تجب کے لغوی معنی تعجب کرنا اور اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے جس میں ایسے میضہ کے ذریعہ تعجب کیا جائے، جو تعجب کے لیے وضع کیا گیا ہو۔ جیسے ”مَا أَحْسَنَ زَيْدًا وَأَخْسِنَ بَزِيدًا“ دونوں کا ترجمہ زید کتنا حسین ہے۔ تعجب کے دو وزن آتے ہیں ”مَا أَفْعَلْنَا، أَفْعِلْ بِهِ“۔

بعث و اشتریت اصل میں تو دونوں جملہ خبریہ ہی ہیں؛ مگر ان دونوں کو خرید و فروخت کے وقت جملہ انشائیہ مانا جائے گا؛ کیونکہ جب بائع و مشتری دونوں ایک دوسرے کے سامنے ہوتے ہیں اور بیچنے والا کہتا ہے میں نے بیچا اور خریدنے والا کہتا ہے میں نے خریدا تو اس وقت ان کو سچا یا جھوٹا نہیں کہہ سکتے اس لیے ان کو جملہ انشائیہ کہتے ہیں یہاں بات ہے کہ آج کل کوئی اس طرح نہیں کہتا، کیونکہ عجلت پسندی کا دور ہے مگر پھر بھی یہ بات لیتے اور دیتے وقت ان کے دلوں میں ہوتی ہے۔

فصل بدائکہ مرکب غیر مفید آنت کہ چون قائل برماں سکوت کند سامع را خبر سے یا ظنی حاصل نشود و آں برسہ قسم ست اول مرکب اضافی چون ”غَلَامٌ زَيْدٌ“ جزو اول را مضاف گویند و جزو دوم را مضاف الیہ و مضاف الیہ ہمیشہ مجرور باشد، دوم مرکب بنائی و او آنت کہ دو اسم را یکی کردہ باشند و اسم دوم محض من حرفی باشد چون ”أَخَذَ عَشْرًا تَاثِسْعَةَ عَشْرًا“ کہ در اصل أَخَذَ وَعَشْرًا وَتِسْعَةَ وَعَشْرًا بودہ است و او را حذف کردہ ہر دو اسم را یکے کردند ہر دو جزو یعنی باشد بر فتح إِلَّا إِنَّا عَشْرًا کہ جزو اول معرب است۔

ترجمہ: جان لیجئے کہ مرکب غیر مفید وہ ہے کہ جب کہنے والا اس پر سکوت اختیار

کرے تو سننے والے کو کوئی خبر یا کوئی طلب حاصل نہ ہو اور وہ تین قسم پر ہے۔ پہلی قسم مرکب اضافی جیسے ”غُلَامٌ زَيْدٌ“ زید کا غلام“ پہلے جز کو مضاف کہتے ہیں اور دوسرے جز کو مضاف الیہ، اور مضاف الیہ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے، دوسری قسم مرکب بنائی اور وہ ایسا مرکب ہے کہ دو اسموں کو ایک کر دیا گیا ہو اور دوسرا اسم کسی حرف کو شامل ہو۔ جیسے ”أَخَذَ عَشْرًا تَابِعَةً عَشْرًا“ گیارہ سے لے کر انیس تک کہ دراصل أَخَذَ وَعَشْرًا اور تَبِعَةً وَعَشْرًا تھا، واؤ کو حذف کر کے دونوں اسموں کو ایک کر دیا، اور دونوں جز مبنی برفتحہ ہوں گے مگر اِنَّا عَشْرًا کہ اس کا پہلا جز معرب ہے۔

سوال (۱): مرکب غیر مفید کی تعریف کرنے کے بعد بتائیں کہ اس کی کتنی قسمیں ہیں نیز مرکب اضافی کی تعریف مع مثال بیان کریں اور اس کے دونوں جزوں کے نام بتائیں اور یہ بھی بتائیں کہ غلام کو مضاف زید کو مضاف الیہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب (۱): - مرکب غیر مفید وہ مرکب ہے کہ جب کہنے والا اس پر ٹھہر جائے تو سننے والے کو کوئی خبر یا طلب معلوم نہ ہو اس کی مشہور تین قسمیں ہیں (۱) مرکب اضافی (۲) مرکب بنائی (۳) مرکب منع صرف جو اگلے سبق میں آرہی ہے۔

مرکب اضافی وہ مرکب غیر مفید ہے کہ جس میں ایک چیز کی نسبت دوسری چیز کی طرف کی جائے جیسے ”غُلَامٌ زَيْدٌ“ زید کا غلام اس کے پہلے جز کو مضاف اور دوسرے جز کو مضاف الیہ کہتے ہیں، مضاف کے معنی جس کی نسبت کی جائے اور مذکورہ مثال میں غلام کی نسبت کی گئی ہے زید کی طرف اس لیے اس کو مضاف کہیں گے اور مضاف الیہ کے معنی ہیں جس کی طرف نسبت کی جائے اور ہماری مثال میں زید کی طرف نسبت کی گئی ہے غلام کی اس لیے زید کو مضاف الیہ کہیں گے۔ یاد رہے کہ مضاف معرب ہوتا ہے یعنی اس کا اعراب عامل کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے

مگر مضاف الیہ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے۔ دونوں کی مثال جیسے ”خَاءٌ غُلَامٌ زَنِيْدٌ“ زید کا غلام آیا ”زَانَتْ غُلَامٌ زَنِيْدٌ“ میں نے زید کے غلام کو دیکھا۔ ”مَرَزَتْ بِغُلَامٍ زَنِيْدٍ“ میں نے زید کے غلام کے پاس سے گذرا۔ پس مضاف کا اعراب تینوں حالتوں میں بدلتا رہا ہے مگر مضاف الیہ ہر حالت میں مجرور ہے۔

سوال (۲): مضاف الیہ ہمیشہ مجرور کیوں ہوتا ہے، نیز مرکب بنائی کی لغوی و اصطلاحی تعریف بیان کریں اور ساتھ میں اس کے دونوں جزوں کا اعراب مع وجہ اعراب بیان کریں نیز اثنا عشر کا اعراب بھی بیان کریں؟

جواب (۲): - مضاف الیہ ہمیشہ مجرور اس لیے ہوتا ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان ایک حرف جر پوشیدہ ہوتا ہے جو مضاف الیہ کو مجرور کرتا ہے۔ اور ایسے تین حرف ہیں جر مضاف و مضاف الیہ کے درمیان پوشیدہ ہوتے ہیں۔ (۱) من (۲) فی (۳) لام۔ اگر میں حرف جر پوشیدہ ہو تو اس کو اضافت معیہ یا بیانیہ کہتے ہیں جیسے ”خَاتَمُ الْفِضَّةِ“ کہ اصل میں خَاتَمٌ مِنَ الْفِضَّةِ ہے یعنی چاندی سے بنی ہوئی انگٹھی۔ اور اگر فی حرف جر پوشیدہ ہو تو اس کو اضافت فیہ یا ظرفیہ کہتے ہیں جیسے ”صَلَاةُ اللَّيْلِ“ کہ اصل میں صَلَاةٌ فِي اللَّيْلِ ہے یعنی رات میں پڑھی جانے والی نماز اور اگر لام پوشیدہ ہو تو اس کو اضافت لامیہ یا تملیکیہ کہتے ہیں۔ جیسے ”غُلَامٌ زَنِيْدٌ“ کہ اصل میں ”غُلَامٌ لِزَنِيْدٍ“ ہے۔ یعنی زید کی ملکیت والا غلام۔

مرکب بنائی کے لغوی معنی وہ مرکب جو جتنی ہو اور اصطلاح میں مرکب بنائی وہ مرکب ہے کہ جس میں دو الگ الگ اسموں کو ملا کر ایک کر دیا گیا ہو اور دوسرا اسم کسی حرف کو شامل ہو لیکن اس حرف کو درمیان سے حذف کر کے دونوں اسموں کو ایک کیا گیا ہو جیسے ”أَخَذَ عَشْرًا“ گیارہ سے بَسْعَةً عَشْرًا نہیں تک کہ اصل میں أَخَذَ

وَ عَشْرٌ دَوَالِکَ اَلْکَ اِسْمِ تَحِی وَاوَّ کُو حَذَفَ کَر کے دونوں کو ملا دیا اب ایک اسم بن گیا۔  
 مرکب بنائی کے دونوں جز مبنی برفتحہ ہوتے ہیں۔ جیسے "اَخَذَ وَ عَشْرٌ عَشْرٌ  
 رَحَلًا" گیارہ مرد آئے "رَأَيْتُ اَخَذَ عَشْرَ رَحُلًا" میں نے گیارہ مردوں کو  
 دیکھا، "مَرَزْتُ بِاَخَذَ عَشْرَ رَحُلًا" میں گیارہ مردوں کے پاس سے گزرا اور مرکب  
 بنائی کا پہلا جز تو اس لیے مبنی ہوتا ہے کہ جب "اَخَذَ وَ عَشْرٌ" کو درمیان سے واؤ  
 گرا کر ملا دیا اور دونوں اسموں کو ایک کر دیا۔ تو "اَحَدٌ" کی وال درمیان کلام میں  
 آگئی اور درمیان کا حصہ ہمیشہ مبنی ہوتا ہے۔ اس لیے احد مبنی ہو گیا۔ اور دوسرا جز مبنی  
 اس لیے ہوا کہ اس کے ساتھ ایک حرف تھا۔ اور حرف چونکہ مبنی الاصل میں ہے۔ ہے  
 اب حرف کو تو گرا دیا مگر وہ اپنا مبنی ہونے کا اثر چھوڑ گیا۔ لہذا وہ اثر دوسرے جز کو  
 دید یا اس لیے وہ مبنی ہو گیا۔

پھر دونوں ہی جز مبنی برفتحہ ہی کیوں ہوئے مبنی برضمة یا مبنی برکسرة کیوں نہیں  
 ہوئے؟ تو وہ اس لیے کہ حرکات میں سب سے زیادہ ثقیف اور سہل الاداء حرکت تفتہ ہے اس  
 لیے دونوں جز مبنی برفتحہ ہوئے تاکہ گنتی جو کہ کثیر الوقوع ہے اس کو بولنے میں آسانی ہو۔  
 گیارہ سے لے کر انیس تک کے عدد میں صرف "اِحْدَ عَشْرٍ" ایک ایسا عدد  
 ہے کہ جس کا پہلا جز معرب ہے اور دوسرا جز تو وہ مبنی ہی ہے جیسے "اَحَدٌ"۔  
 عَشْرٌ رَحَلًا" ہارہ آدمی آئے رَأَيْتُ اَخَذَ عَشْرَ رَحُلًا" میں نے ہارہ مردوں کو  
 دیکھا۔ "مَرَزْتُ بِاِحْدَ عَشْرَ رَحُلًا" میں ہارہ آدمیوں کے پاس سے گزرا۔ پہلا  
 جز معرب اس لیے ہے کہ اِنَّا عَشْرٌ اَصْلٌ میں "اِحْدَ عَشْرٌ" تھا سبب واؤ کہ  
 حذف کر کے دونوں اسموں کو ملا کر ایک کیا تو نون گر گیا اور نون کا گرنا یہ مضاف ہے۔  
 مشابہت رکھتا ہے اس لیے کہ اضافت میں مضاف سے نون تشبیہ جمع کر پانا ہے۔

ہے "بکتابان زید" سے کتابا زید زید کی دو کتابیں اور "مُسْلِمُونَ الْهِنْدِ" سے "مُسْلِمُو الْهِنْدِ" ہندوستان کے مسلمان اور آپ جان چکے ہیں کہ مضاف سے مرع ہوتا ہے۔ لہذا کو بھی مضاف سے مشابہت ہونے کی وجہ سے مرع کر دیا۔ جبکہ اثنا خود مضاف نہیں بلکہ صرف اس سے مشابہت ہونے کی وجہ سے اس میں مرع کا اثر آ گیا اس لیے مرع ہو گیا۔

ہے مثالی **فَقَدْ أَتَانَا عَشْرٌ** کیونکہ اثنا میں ہے مرع کا اثر  
البتہ دوسرا جز تو وہ احد عشر کے تحت ہی جنی ہے۔

سوال (۳): گیارہ سے انیس تک کے عدد کو اس کی اصل صورت میں پھر مرکب بتائی کے ساتھ بیان کریں، ترجمہ فراموش نہ کریں؟

جواب (۳) گیارہ سے لے کر انیس تک کے عدد کی اصل صورت حسب ذیل ہے۔

أَحَدٌ وَعَشْرٌ ایک اور دس اِثْنَانِ وَعَشْرٌ دو اور دس ثَلَاثَةٌ وَعَشْرٌ تین اور دس  
أَرْبَعَةٌ وَعَشْرٌ چار اور دس خَمْسَةٌ وَعَشْرٌ پانچ اور دس سِتَّةٌ وَعَشْرٌ چھ اور دس سَبْعَةٌ  
وَعَشْرٌ سات اور دس ثَمَانِيَةٌ وَعَشْرٌ آٹھ اور دس تِسْعَةٌ وَعَشْرٌ نو اور دس۔

اور مرکب بتائی کے تحت ان اعداد کی حسب ذیل صورت ہوگی۔

أَحَدٌ عَشْرٌ گیارہ، اِثْنَا عَشْرٌ بارہ، ثَلَاثَةٌ عَشْرٌ تیرہ، أَرْبَعَةٌ عَشْرٌ چودہ،  
خَمْسَةٌ عَشْرٌ پندرہ، سِتَّةٌ عَشْرٌ سولہ، سَبْعَةٌ عَشْرٌ سترہ، ثَمَانِيَةٌ عَشْرٌ اٹھارہ،  
تِسْعَةٌ عَشْرٌ انیس۔

سوم مرکب منع صرف واو آلت کہ دو اسم نائیکے کردہ باشد واسم دوم مضمون  
حرفی باشد چون تَغْلِبُكَ وَخَضِرَ مَوْثُكُ کہ جزو اول مبنی باشد بفتح برفہ مذہب اکثر  
طماہ جزو دوم مرع ہوا کہ مرکب غیر مفید ہمیشہ جزو جملہ باشد چون "غَلَامٌ زَيْدٌ"



قَائِمٌ“ وَعِنْدِي أَخَذَ عَشْرَ دِرْهَمًا، وَجَاءَ بَعْلُكَ۔

ترجمہ | تیسری قسم مرکب منع صرف اور وہ ایسا مرکب ہے کہ دو اسموں کو ایک کر دیا گیا ہو اور دوسرا اسم کسی حرف کو شامل نہ ہو جیسے بَعْلُكَ وَحَضْرَ مَوْتُكَ پہلا جز مبنی بر فتح ہوگا اکثر علماء کے مذہب پر اور دوسرا جز معرب جاننا چاہئے کہ مرکب غیر مفید ہمیشہ جملہ کا جز ہوتا ہے۔ جیسے ”غُلَامٌ زَيْدٌ قَائِمٌ“ زید کا غلام کھڑا ہے ”عِنْدِي أَخَذَ عَشْرَ دِرْهَمًا“ میرے پاس گیارہ درہم ہیں۔ ”جَاءَ بَعْلُكَ“ شہر بعلک آیا۔

سوال (۱) مرکب منع صرف کی لغوی و اصطلاحی تعریف مع مثال بیان کریں نیز اس کا پہلا جز مبنی بر فتح اور دوسرا جز معرب کیوں ہوتا ہے پھر معرب سے کونسا معرب مراد ہے اور اس کی کیا خصوصیات ہیں مع مثال بیان کریں؟

جواب (۱) منع صرف کے لغوی معنی گھومنے سے روکنا اور اصطلاح میں مرکب منع صرف اس مرکب کو کہتے ہیں کہ جس میں دو الگ الگ اسموں کو ملا کر ایک کر دیا گیا ہو اور دوسرا اسم کسی حرف کو شامل نہ ہو جیسے ”بَعْلُكَ، حَضْرَ مَوْتُكَ“ اس کا پہلا جز مبنی بر فتح ہوتا ہے۔ اور وہ اس لیے کہ جب بَعْلٌ اور بَعْلٌ دو الگ الگ اسموں کو ملایا گیا تو بعل کا لام درمیان میں آ گیا اور درمیان کا حصہ مبنی ہوتا ہے اس لیے وہ مبنی ہو گیا۔ اور دوسرا جز اس لیے معرب ہے کہ اس سے پہلے واؤ حرف نہیں تھا کہ جس کے مبنی ہونے کا اثر اس پر ظاہر ہوتا اس لیے معرب رہا اور معرب سے مراد یہاں معرب غیر منصرف ہے۔ تاکہ معرب منصرف اور غیر منصرف کی خاصیت یہ ہے کہ اس پر جز اور تنوین نہیں آتی اور اس کا اعراب حالت جری میں بھی فتح آتا ہے۔ جیسے ”رَأَيْتُ بَعْلُكَ وَحَضْرَ مَوْتُكَ“ میں نے شہر بعلک اور شہر حضر موت کو دیکھا۔ ”مَرَزْتُ بَعْلُكَ“

وَحَضْرَةُ مُؤْتٍ" میں شہرِ اعلیٰ اور شہرِ حضرموت کے پاس سے گذرا۔  
سوال (۲) مصنف اکثر علماء کہہ کر کیا مانا چاہتے ہیں۔ نیز اعلیٰ اور حضرموت کس

کے نام ہیں اور انکی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب (۲) اکثر علماء کہہ کر مصنف "مرکب منع صرف کے پہلے جزو کے اعراب میں اختلاف کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں اور اس میں تین قول ہیں۔ (۱) بعض علماء کا کہنا ہے کہ مرکب منع صرف کے دونوں جزو معرب ہیں۔ (۲) اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں جزو مبنی برفتمہ ہیں۔ (۳) بہر حال صحیح مذہب یہ ہے جس کو مصنف نے بیان کیا ہے کہ پہلا جزو مبنی اور دوسرا معرب غیر منصرف ہے۔

بَعْلَبُكُ اسل میں بَعْلُ اور بَكُ تھا بعل کے لغوی معنی شوہر لیکن یہ ایک بت کا نام تھا اور بک ایک بادشاہ کا نام تھا جو اس بت کی پوجا کرتا تھا۔ پس اس نے ایک شہر آباد کرایا اور اس کا نام اپنے بت کے نام پر رکھ دیا جس کی بنا پر اس شہر کا نام "بعلبک" ہو گیا اور اس شہر کی طرف نسبت رکھنے والے کو بعلبکی یا بکبکی دونوں کہا جاتا ہے۔

حضرت مؤت اصل میں حضرت نضیر ماضی ہے جس کے معنی حاضر ہونا اور مؤت اصل میں مؤت تھا کثرت استعمال کی وجہ سے موت ہو گیا جس کے معنی مرنا۔ چنانچہ کوئی بادشاہ تھا اس نے ایک شہر تعمیر کیا جب وہ اس کو دیکھنے کے لیے اس میں داخل ہوا تو اس کی موت آچکی تو لوگوں نے اس شہر کا نام ہی حضرت مؤت رکھ دیا۔ ایک قول کے مطابق حضرت مؤت کسی قبیلہ کا نام ہے۔ یہ سند میں ہے۔

سوال (۳) مرکب غیر مفید کی جملہ میں کیا حیثیت ہوتی ہے نیز صاحب کتاب نے اس سے متعلق تین مثالیں کیوں دی ہیں؟

جواب (۳) آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ جملہ کے دو جز ہوتے ہیں ایک مسند الیہ دوسرا

مسند انہی دونوں سے مل کر جملہ مکمل ہوتا ہے۔ اب جاننا چاہئے کہ مرکب غیر مفید ہمیشہ جملہ کا ایک جزو ہوتا ہے مکمل جملہ نہیں ہوتا جیسے ”غلام زید قائم“ زید کا غلام کھڑا ہے اس مثال میں غلام زید مرکب غیر مفید مرکب اضافی کی صورت میں جملہ کا ایک جزو یعنی مسند الیہ بن رہا ہے ”عندی أخذ عشر ذہنا“ میرے پاس گیارہ درہم ہیں اس میں أخذ عشر مرکب غیر مفید مرکب ہتائی کی صورت میں جملہ کا ایک جزو یعنی مسند الیہ بن رہا ہے۔ ”حاء بغلک“ شہر بعلبک یا اس مثال میں بعلبک مرکب غیر مفید مرکب منع صرف کی صورت میں جملہ کا ایک جزو یعنی مسند الیہ بن رہا ہے۔ مصنف علام نے یہ تین مثالیں اس لیے دیں تاکہ تینوں قسموں کی پہچان ہو جائے کہ مرکب غیر مفید کس طرح جملہ کا جزو ہوتا ہے۔

**فصل** بدانکہ پنج جملہ کمتر از دو کلمہ باشد لفظا چون ”صرب زنت و زنت قائم“ یا تقدیراً چون ”اضرب“ کہ ”انت“ در دسترست و ازیں بیشتر باشد و بیشتر واحدی نیست، بدانکہ چون کلمات جملہ بسیار باشد اسم، فعل، حرف را با یک دیگر تمیز باید کردن و نظر کردن کہ معرب ست یا مبنی و عامل ست یا معمول و باید دانستن کہ تعلق کلمات با یکدیگر چگونه است تا مسند و مسند الیہ پیدا گردد و معنی جملہ متعین معلوم شود۔

**ترجمہ:** جاننا چاہئے کہ کوئی بھی جملہ دو کلموں سے کم نہیں ہوگا۔ لفظا جیسے ”صرب زنت“ زید نے مارا اور زنت قائم زید کھڑا ہے۔ یا تقدیراً جیسے ”اضرب“ تو مار کہ انت اس میں پوشیدہ ہے اور اس سے زیادہ بھی ہوگا اور زیادہ کی کوئی حد نہیں جان لیجئے کہ جب جملہ کے کلمات بہت ہوں تو اسم فعل اور حرف کو ایک دوسرے سے الگ کرنا چاہئے۔ اور (ہر ایک میں) غور کرنا چاہئے کہ معرب ہے یا مبنی، عامل ہے

یا معمول اور جانا چاہئے کہ کلمات کا تعلق ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح کا ہے تاکہ مسند و مسند الیہ ظاہر ہو جائیں اور جملہ کے معنی تحقیق کے ساتھ معلوم ہو جائیں۔ سوال (۱) جملہ میں کم از کم کتنے کلمے ہو گئے لفظ اور تقدیراً کے اعتبار سے دونوں قسموں کو مع مثال بیان کریں۔ اور تقدیراً کے لغوی و اصطلاحی معنی بھی بیان کریں؟ جواب (۱) جملہ میں کم سے کم دو کلمے ہونے چاہئیں تاکہ ایک کو مسند اور دوسرے کو مسند الیہ بنا یا جاسکے۔ اور اس سے زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ اب چاہے تو وہ دونوں کلمے لفظ ہوں یعنی لفظوں میں ذکر کئے گئے ہوں جیسے ”زِنْتَقَاتِمَ“ زید کھڑا ہے یا تقدیراً ہوں جیسے ”اضرب“ تو مار کہ بظاہر یہ ایک ہی لفظ معلوم ہو رہا ہے۔ اس لیے شاید آپ کو مفرد کا شبہ ہو مگر درحقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ اس میں ایک لفظ اور پوشیدہ ہے جو اگر چہ بولا نہیں جاتا مگر سمجھا جاتا ہے کہ یہاں ایک لفظ پوشیدہ ہے اور وہ لفظ ”آنت“ ہے۔ چنانچہ جب اضرب کہا جائے گا تو اس سے مفہوم اضرب انت ہی ہوگا اور بات پوری سمجھی جائے گی اسی لیے یہ جملہ مفید ہے۔

تقدیراً از باب تفعیل معنی اندازہ کرنا اور اصطلاح میں تقدیر کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کا کسی مقام میں لفظوں میں ذکر کئے بغیر اعتبار کرنا جیسا کہ اضرب کے اندر آنت کو مقدر مان کر اس کا اعتبار کیا گیا ہے۔

سوال (۲) جملہ میں دو کلموں کا ہونا کیوں ضروری ہے نیز مثال میں ایک ایسا جملہ پیش کریں جو دو سے زیادہ کلمات سے ملکر بنا ہو؟

جواب (۲) جملہ میں کم از کم دو کلموں کا ہونا اس لیے ضروری ہے کہ جملہ مسند اور مسند الیہ سے ملکر بنتا ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔ اب ظاہر بات ہے کہ اس کو دو کلموں کی ضرورت پڑے گی تاکہ ایک کلمہ مسند بن سکے اور دوسرا مسند الیہ، اور چونکہ کلمہ کی

تین قسموں میں سے اسمِ مند اور مندالیہ دونوں بن سکتا ہے۔ اس لیے جملہ دو اسموں سے بھی ملکر بن جایگا جن میں سے ایک اسم ذات ہو جو مندالیہ بنے اور دوسرا اسم صفت ہو جو مند بن سکے جیسے ”زَيْدٌ عَلِيٌّ“ اور فعل چونکہ صرف مند بن سکتا ہے اس لیے اس کے ساتھ بھی ایک اسم کو ملا کر جملہ بنایا جاسکتا ہے تاکہ وہ اسمِ مندالیہ بن جائے اور فعل مند جیسے ”ضَرَبَ زَيْدٌ“ باقی رہا حرف وہ چونکہ نہ مند بنتا ہے اور نہ مندالیہ اس لیے دو حرفوں سے مل کر یا ایک اسم اور ایک حرف یا ایک فعل اور ایک حرف سے جملہ نہیں بن سکتا کیونکہ پہلی صورت میں مند اور مندالیہ دونوں ہی نہیں پائے گئے۔ اور دوسری صورت میں مندالیہ تو ہے مگر مند نہیں اور تیسری صورت میں مند ہے مگر مندالیہ نہیں پایا گیا۔ اور اسی طرح دو فعلوں سے بھی جملہ نہیں بن سکتا ہے۔ اس لیے کہ اس وقت مند تو ہوگا مگر مندالیہ نہیں پایا جائے گا۔ حالانکہ جملہ کے لیے دونوں جزوں کا ہونا لازمی ہے۔ پس یہی راز ہے جملہ میں کم از کم دو کلموں کے ہونے کا۔ اور جہاں تک دو سے زیادہ کی بات ہے تو زائد کی کوئی حد اور تعداد ہی نہیں ہے چنانچہ دیکھئے کہ یہ جملہ کتنے کلموں سے ملکر بنا ہے۔

”ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا ضَرْبًا شَدِيدًا فِي دَارِهِ امَامِ الْاَمِيرِ تَادِيًا وَسُوطًا“

ترجمہ: زید نے عمرو کو اس کے گھر میں امیر کے روبرو ادب دلانے کے لیے لکڑی سے خوب مارا۔

سوال (۳) جب جملہ میں بہت سارے کلمات ہوں تو اس میں کتنے کام کرنے ہو گئے اور کیا کیا اور اس سے کتنے فائدے ہو گئے اور کیا کیا وضاحت فرمائیں؟

جواب (۳) جب جملہ کے کلمات دو سے زائد ہوں تو تین کام کرنے چاہئیں اور وہ یہ ہیں۔ (۱) اسمِ فعل اور حرف کو چھانٹ کر ایک دوسرے سے الگ کرنا چاہئے۔

(۲) پھر ان میں غور کرے کہ کون معرب ہے کون مبنی ہے اور عامل کون ہے معرب و معمول کون (۳) پھر دیکھنا چاہئے کہ کلمات کا تعلق مسند اور مسند الیہ ہونے کے اعتبار سے ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح کا ہے۔ یہ یقین کام کرنے سے آپ کو دو قائدے حاصل ہوں گے۔ (۱) مسند اور مسند الیہ آپ کے سامنے ظاہر ہو جائیں گے۔ (۲) جس کے نتیجے میں جملہ کے معنی تحقیق کے ساتھ معلوم ہو جائیں گے۔

**فصل بدائے علامت اسم آنت کہ الف ولام یا حرف جر در اولش باشد**

چون "تَلْحَنَدُ وَبَرَزِيدُ" یا توین در آخرش باشد چون "زَيْدٌ" یا مسند الیہ باشد چون "زَيْدٌ قَائِمٌ" یا مضاف باشد چون "غُلَامٌ زَيْدٌ" یا مضر باشد چون "قُرَيْشٌ" یا منسوب باشد چون "بَغْدَادِيٌّ" یا مبنی باشد چون "رَجُلَانٌ" یا مجموع باشد چون "رَجَالٌ" یا موصوف باشد چون "جَاءَ رَجُلٌ غَالِمٌ" یا تائے متحرک بدو پیوند چون "ضَارِبَةٌ"۔

**ترجمہ:** معلوم ہونا چاہیے اسم کی علامت یہ ہے کہ الف ولام یا حرف جر اس کے شروع میں ہو جیسے "تَلْحَنَدُ، اور بَرَزِيدٌ" یا توین اس کے آخر میں ہو جیسے "زَيْدٌ" یا مسند الیہ ہو جیسے "زَيْدٌ قَائِمٌ" یا مضاف ہو جیسے "غُلَامٌ زَيْدٌ" یا مضر ہو جیسے "قُرَيْشٌ" یا منسوب ہو جیسے "بَغْدَادِيٌّ" یا مبنی ہو جیسے "رَجُلَانٌ" یا جمع ہو جیسے "رَجَالٌ" یا موصوف ہو جیسے "جَاءَ رَجُلٌ غَالِمٌ" یا تائے متحرک اس کے ساتھ ملی ہوئی ہو جیسے "ضَارِبَةٌ"۔

سوال (۱) اسم کی جمع علامات کو مع امثلہ ذکر کریں نیز مضر اور منسوب کے لغوی و اصطلاحی معنی بھی بیان کریں اور بتاتے چلیں کہ قریش کو قریش کیوں کہا جاتا ہے اور بغداد کی اصل کیا ہے؟

جواب (۲) مصنف نے اسم کی گیارہ علامتیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) الف لام کا اسم کے شروع میں ہونا جیسے "الْحَمْدُ لِلَّهِ" تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ (۲) شروع میں حرف جر کا ہونا جیسے "مَرَزْتُ بِزَيْدٍ" میں زید کے پاس سے گزرا۔ (۳) آخر میں تنوین کا ہونا جیسے "ضَرَبَ زَيْدٌ" زید نے مارا۔ (۴) مستدالیہ ہونا جیسے "زَيْدٌ عَلِيمٌ" زید عالم ہے۔ (۵) مضاف ہونا جیسے "جَاءَ غُلَامٌ زَيْدٌ" زید کا غلام آیا۔ (۶) مصغر ہونا جیسے "قُرَيْشٌ" قبیلہ کا نام۔ (۷) منسوب ہونا۔ جیسے "هَذَا بَغْدَادِيٌّ" یہ بغداد کا رہنے والا ہے۔ (۸) تثنیہ ہونا۔ جیسے "جَاءَ رَجُلَانِ" کوئی دو مرد آئے۔ (۹) جمع ہونا۔ جیسے "جَاءَ رِجَالٌ" کچھ مرد آئے۔ (۱۰) موصوف ہونا جیسے "جَاءَ رَجُلٌ عَلِيمٌ" ایک عالم مرد آیا۔ (۱۱) تائے متحرک کا اس کے آخر میں ملا ہوا ہونا جیسے "هَذِهِ ضَارِبَةٌ" یہ ایک مارنے والی عورت ہے۔

مصغر کے لغوی معنی چھوٹا کیا ہوا اور اصطلاح میں وہ اسم ہے جو سلمی کی حقارت و قلت یا عظمت و محبت بتانے کے لیے فُعَيْلٌ یا فُعَيْلٌ یا فُعَيْلٌ کے وزن پر لایا گیا ہو اگر اسم ثلاثی مجرد ہو تو اس کو فعیل کے وزن پر لاتے ہیں۔ جیسے "قُرَيْشٌ" سے "قُرَيْشٌ" عظیم قبیلہ اور عمر سے غمیز پیارے عمر اگر اسم ثلاثی مزید فیہ یا رباعی و خماسی ہو تو اس کو فعیل کے وزن پر لاتے ہیں جیسے "جُعَيْفٌ" چھوٹی سی نہر اور اگر چوتھا حرف مدہ ہو تو فُعَيْلٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے قُرَطَاسٌ سے قُرَيْطِينٌ معمولی کاغذ۔ منسوب کے لغوی معنی نسبت کیا ہوا اور اصطلاح میں وہ اسم ہے جس کے آخر میں یائے نسبتی آئے جیسے "بَغْدَادِيٌّ" بغداد کا رہنے والا۔

قریش اصل میں قُرَيْشٌ تھا جس کے معنی ہیں بڑی مچھلی جو تمام مچھلیوں کو کھا جاتی ہے مگر اس کو کوئی مچھلی نہیں کھا سکتی چونکہ قبیلہ قریش بھی عرب کے دیگر

قبیلوں کے مقابلہ میں طاقت و قوت اور غلبہ کے اعتبار سے ممتاز اور فائق تھا اس کو کوئی شکست نہیں دے سکتا تھا پس اس عظمت کو بیان کرنے کے لیے فعلیل کے وزن پر تصغیر لے آئے اور قریش ہو گیا۔ یا پھر چونکہ ہمارے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی قبیلہ میں پیدا ہوئے ہیں تو محبت بیان کرنے کے لیے اس کی تصغیر لے آئے یعنی پیارے نبی کا پیارا قبیلہ۔

”بغداد“ اصل میں باغ داد تھا یعنی انصاف کا باغ نور شیروان عادل بادشاہ ایران اس باغ میں ہر ہفتہ جاتا اور مظلوموں کی فریاد سن کر ان کو انصاف دلاتا تھا اس وجہ سے اس باغ کا نام ہی باغ داد (انصاف کا باغ) ہو گیا پھر کچھ مدت کے بعد اس نام کی جگہ شہر آباد ہوا تو اس شہر کا نام بھی باغ داد ہوا پھر کثرت استعمال کی وجہ سے بغداد ہو گیا۔

سوال (۲) فعل پر الف لام تعریفی، حرف جر اور تنوین داخل کیوں نہیں ہوتے نیز فعل مسند الیہ، مضاف، مصغر، منسوب، تشبیہ و جمع اور موصوف کیوں نہیں ہوتا؟ نیز فعل کے ساتھ تائے متحرک کیوں نہیں ملتی ہے؟

جواب (۲) فعل پر الف لام داخل اس لیے نہیں ہوتا کیونکہ الف لام سے مراد یہاں الف لام تعریفی ہے اور وہ معرفہ کا فائدہ دیتا ہے اور معرفہ ہونا اسم کے اندر ہوتا ہے تاکہ فعل میں بلکہ فعل تو مسند ہونے کی وجہ سے اصلاً نکرہ ہے کیونکہ مسند کی اصل نکرہ ہونا ہے۔ پس اس لیے الف لام تعریفی فعل پر داخل نہیں ہوتا۔

فعل پر حرف جر اس لیے نہیں آتا کیونکہ حرف جر کو واضع نے اس لیے وضع کیا ہے۔ تاکہ وہ فعل کے معنی کو اس اسم کی طرف کھینچ کر لے جائے جس پر وہ حرف جر داخل ہوا ہے۔ جیسے ”مَرَزَتْ بِزَيْدٍ“ میں زید کے پاس سے گزرا مثال مذکور میں



غور کرو کہ باء حرف جر نے معنی مرزٹ کو کھینچ کر اپنے مدخول زید تک پہنچا دیا ہے، اب اگر حرف جر کو فعل پر داخل کیا جائے تو خلاف وضع لازم آئے گا جو جائز نہیں ہے۔ اسی طرح فعل پر نہ تنوین داخل ہوتی ہے اس لیے کہ تنوین الف لام کے عوض میں آتی ہے اور الف لام فعل پر داخل نہیں ہوتا پس اس پر تنوین بھی داخل نہیں ہوگی۔

اور نہ ہی فعل مسند الیہ ہوتا ہے اس لیے کہ مسند الیہ بننے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی ذات اور وجود پر دلالت کرے حالانکہ فعل ذات پر دلالت نہیں کرتا پس وہ مسند الیہ نہیں بن سکتا البتہ مسند بنتا ہے اگر بالفرض فعل کو مسند الیہ بنا بھی دیں تو ہشی واحد کا وقت واحد میں مسند بھی اور مسند الیہ بھی بنتا لازم آئے گا جو محال ہے اور اسم میں چونکہ ذات اور صفت دونوں کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اس لیے وہ مسند اور مسند الیہ دونوں بن جاتا ہے مگر ایک وقت میں ایک ہی چیز بنتا ہے مسند یا مسند الیہ۔ فعل مضاف بھی نہیں بنتا اس لیے کہ اضافت کا کام معرفہ بنانا اور تخصیص پیدا کرنا ہے اور یہ کام اسم میں ہوتا ہے فعل میں یہ چیزیں ممکن نہیں اس لیے فعل مضاف بھی نہیں ہوتا۔

اور فعل مصغر اس لیے نہیں ہوتا کہ تصغیر کا کام قلت و کثرت اور عظمت و حقارت بنانا ہے اور اسم کے علاوہ میں یہ چیزیں ممکن نہیں اس لیے کہ فعل ماہیت پر دلالت کرتا ہے اور ماہیت مطلق ہوتی ہے اس میں قلت و کثرت اور عظمت و حقارت کا اعتبار نہیں ہوتا لہذا فعل مصغر بھی نہیں ہو سکتا۔

فعل منسوب بھی نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ منسوب یعنی جس کی طرف نسبت کی جائے وہ مسند الیہ کے مانند ہے اور مسند الیہ ہونا اسم کی علامت ہے اور معلوم ہو چکا ہے کہ فعل مسند الیہ نہیں ہوتا، پس اس لیے وہ منسوب بھی نہیں ہو سکتا۔

فعل شنیدہ جمع بھی نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ شنیدہ جمع ہونا تعدد و تکرار پر دلالت کرتا ہے اور فعل ماہیت پر دلالت کرتا ہے جس میں تو حد ہوتا ہے اور تعدد و تو حد میں تضاد ہے اس لیے فعل شنیدہ جمع نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح فعل کے ساتھ تائے متحرک بھی نہیں ملتی ہے اس لیے کہ یہ مؤنث پر دلالت کرتی ہے اور مذکر و مؤنث ہونا اسم میں پایا جاتا ہے جب کہ فعل تو ماہیت پر دلالت کرتا ہے اور ماہیت میں تذکیر و تانیث کا لحاظ نہیں ہوتا۔

فعل موصوف بھی نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ موصوف ذات پر دلالت کرتا ہے نیز وہ معرفہ و مکرہ ہوتا ہے اور فعل میں چونکہ یہ بات نہیں ہوتی اس لیے کہ فعل نہ تو موصوف ہوتا ہے اور نہ ہی معرفہ۔

سوال (۳) اسم کی علامت الف لام کا اس پر داخل ہونا، شنیدہ، جمع ہونا اور تائے متحرک کا اس کے ساتھ ملا ہوا ہونا بتایا گیا ہے حالانکہ یہ چیزیں تو فعل میں بھی پائی جاتی ہیں جیسے "الْبِقْضُ، ضَرَبًا، ضَرَبُوا، اور "ضَرَبْتَ" لہذا اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

جواب (۳) ہماری بحث میں الف لام سے مراد الف لام تعریفی ہے اور یہ صرف اسم پر داخل ہوتا ہے اور آپ نے جو مثال دی ہے اس میں الف لام زائدہ ہے جو کلمہ پر محض تحسین و تزئین کے لیے آتا ہے معنی میں کوئی دخل نہیں دیتا اور وہ اسم فعل حرف سب پر داخل ہو جاتا ہے پس جو الف لام ہماری مراد ہے وہ "الْبِقْضُ" میں نہیں ہے اور جو "الْبِقْضُ" فعل مضارع مجہول میں ہے وہ ہماری مراد نہیں ہے اس لیے ہم پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح فعل کبھی شنیدہ جمع نہیں ہوتا بلکہ فاعل شنیدہ جمع ہوتا ہے آپ نے جو مثالیں دی ہیں ان میں فعل شنیدہ جمع نہیں ہے بلکہ ان کے اندر جو فاعل کی ضمیریں ہیں

مثلاً "ہما، ہم" وہ تشبیہ جمع ہیں اور فاعل اسم ہوتا ہے۔ اس لیے یہ اسم کی علامتیں ہوئی نہ کہ فعل کی۔ اور تائے متحرک سے مراد یہاں تائے مبسوط (ت) لمبی تاء ہے۔ پس جوتاء ضَرْبَتْ میں ہے وہ لمبی اور ساکن ہے اور وہ ہماری مراد نہیں اور جو ہماری مراد ہے وہ ضَرْبَتْ میں نہیں لہذا اشکال ختم ہو گیا۔ یا یہ کہو کہ تائے متحرک سے مراد وہ تاء نہیں ہے بلکہ تائے مدورہ (ة) گول تاء مراد ہے۔ جو حرف ہوتی ہے۔ اور آپ کی ذکر کردہ مثال میں جوتاء ہے اس سے مراد فاعل ہے اور فاعل اسم ہوتا ہے پس اس سے مراد اسم ہے حالانکہ ہماری مراد حرف ہے۔

وعلامت فعل آنت کہ قد در اولش باشد چون "قَدْ ضَرَبَ" یا سین باشد چون "سَيَضْرِبُ" یا سوف باشد چون "سَوْفَ يَضْرِبُ" یا حرف جزم باشد چون "لَمْ يَضْرِبُ" یا ضمیر مرفوع متصل بدو پیوند چون "ضَرَبَتْ" یا تائے ساکن چون "ضَرَبَتْ" یا امر باشد چون "اِضْرِبْ" یا نہی باشد چون "لَا تَضْرِبْ" وعلامت حرف آنت کہ پہچ علامتی از علامات اسم و فعل درو نبود۔

ترجمہ | علامت فعل یہ ہے کہ قد اس کے شروع میں ہو جیسے "قَدْ ضَرَبَ" تحقیق کہ اس نے مارا، یا سین ہو جیسے "سَيَضْرِبُ" وہ عنقریب مارے گا، یا سوف ہو جیسے "سَوْفَ يَضْرِبُ" وہ مارے گا۔ یا حرف جزم ہو جیسے "لَمْ يَضْرِبْ" اس نے نہیں مارا۔ یا ضمیر مرفوع متصل اس کے ساتھ ملی ہوئی ہو جیسے "ضَرَبَتْ" تو ایک مرد نے مارا، یا تائے ساکن ہو جیسے "ضَرَبَتْ" اس عورت نے مارا۔ یا امر ہو جیسے "اِضْرِبْ" تو مار، یا نہی ہو جیسے "لَا تَضْرِبْ" تو مت مار، اور حرف کی علامت یہ ہے کہ کہ اسم و فعل کی علامات میں سے کوئی علامت اس میں نہ ہو۔

سوال (۱) فعل کی کتنی علامتیں ہیں سب کو مع مثال بیان کریں نیز یہ بھی بتائیں کہ

قد، سین، سوف اور لم فعل پر داخل ہو کر کیا معنی دیتے ہیں؟  
 جناب (۱) صحت نے فعل کی آٹھ علامتیں بیان کی ہیں اور وہ یہ ہیں۔ (۱) قد کا اس  
 کے شروع میں ہونا جیسے ”قد ضربت“ تحقیق کہ اس نے مارا۔ (۲) سین کا شروع  
 میں ہونا جیسے ”سنبضرت“ وہ مقرب مارے گا، (۳) سوف کا ہونا جیسے ”سوف  
 ضربت“ وہ مارے گا۔ (۴) حروفِ جازمہ میں سے کسی کا ہونا۔ جیسے ”لم  
 ضربت“ اس نے نہیں مارا۔ (۵) ضمیر مرفوع متصل کا اس کے ساتھ ملا ہوا ہونا۔  
 جیسے ”ضرتت“ تو ایک مرد نے مارا۔ (۶) تائے ساکن کا آخر میں ہونا جیسے  
 ”ضرتت“ اس عورت نے مارا۔ (۷) امر کا ہونا جیسے: ”اضرب“ تو مار (۸) نیا کا  
 ہونا جیسے ”لا تضرب“ تو مت مار۔

لفظ قد فعل ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے جیسے ”قد عَلِمْتُ“ تحقیق کہ  
 میں جان گیا، اور جب فعل مضارع پر داخل ہو تو تقلیل کا معنی دیتا ہے۔ جیسے ”قَدْ  
 عَلِمْتُ“ وہ کبھی کبھی کھیلتا ہے، اور کبھی مضارع پر آ کر تحقیق کے معنی بھی دیتا ہے۔ جیسے  
 ”قَدْ يَعْرِفُونَ بَسْبِئَانَا“ تحقیق کہ وہ لوگ اپنی علامتوں سے پہچان لیے جائیں گے۔  
 سین اور سوف فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو زمانہ مستقبل کے لیے خاص  
 کر دیتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ سین مستقبل قریب کے معنی پیدا کرتا ہے۔ جیسے  
 ”سَيَكْتُبُ“ وہ مقرب لکھے گا۔ اور سوف مستقبل بعید کے معنی پیدا کرتا ہے۔ جیسے  
 ”سَوْفَ يَكْتُبُ“ وہ ایک مرد جائیگا۔

لم فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو ماضی ثقی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ جیسے ”لَمْ  
 يَكْتُبْ“ وہ ایک مرد بھوٹ نہیں بولا۔

سوال (۲) حروفِ جازمہ کل کتنے حروف ہیں سب کو مع مثال و ترجمہ مثال بیان

کریں نیز ضمیر مرفوع متصل کی تعریف بھی کرتے چلیں؟

جواب (۲) حروف جازمہ کل پانچ ہیں جو فعل کی علامت ہیں اور یہ حروف فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو جزم دیتے ہیں۔ اس لیے ان تمام کو حروف جازمہ کہتے ہیں۔ (۱) لَمْ جیسے ”لَمْ يَكْذِبْ“ وہ جھوٹ نہیں بولا (۲) لَمَّا جیسے ”لَمَّا“ ”يَكْذِبْ“ وہ اب تک جھوٹ نہیں بولا۔ (۳) لَامٌ جیسے ”لَيَصْذُقْ“ چاہئے کہ وہ ایک مرد بولے۔ (۴) لَائٌ جیسے ”لَا تَكْذِبْ“ تو جھوٹ مت بول۔ (۵) اِنْ شرطیہ جیسے ”اِنْ تَذَهَبْ اَذْهَبْ“ اگر تو جائے گا تو میں جاؤں گا۔

ضمیر مرفوع متصل فاعل کی وہ ضمیر ہے جو فعل کے ساتھ ہمیشہ مل کر آتی ہے۔ جیسے تَعَلَّمْتَ تو ایک مرد نے علم سیکھا اور طَبَخْتَ تو ایک عورت نے کھانا پکایا کہ ت اور ت ضمیر مرفوع متصل ہیں۔

سوال (۳) تائے ساکن تو اسم میں بھی پائی جاتی ہے مثلاً بَيْتٌ تو پھر فعل کی علامت کیسے ہوئی اچھی طرح سمجھائیں اور حرف کی علامت بھی بیان کریں؟

جواب (۳) تائے ساکن اسم میں نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ فعل ہی میں ہوتی ہے رہی آپ کی پیش کردہ مثال ”بَيْتٌ“ تو اس میں یہ تائے ساکن نہیں ہے بلکہ بَيْتٌ اصل میں بَيْتٌ یا اَلْبَيْتٌ ہے یہاں صرف ترکیب میں نہ ہونے کی وجہ سے بَيْتٌ کی تاء ساکنہ ہے اس لیے کہ جب کلمہ ترکیب میں واقع نہ ہو بلکہ تنہا تلفظ کیا جائے تو وہ مبنی علی السکون ہوتا ہے۔ جیسے ”زَيْدٌ، عُمَرُ، عُثْمَانٌ“۔ مصنف نے حرف کی صرف ایک علامت بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس کلمہ میں اسم اور فعل کی کوئی علامت نہ پائی جائے وہ حرف ہے۔

فصل بدانکہ جملہ کلمات عرب برواقع است معرب و مبنی معرب آنست کہ

آخرش باختلاف مواصل تلف شود چون "زنگ در حجاب بنی زنگ، و زنگ بنی زنگ" و مرزٹ بزنگ، حجاب عامل است و زنگ معرفت و ضم اعراب است۔ مواصل اعراب و معنی آنت کہ آخرش باختلاف مواصل تلف نشود چون "ہولادہ" در حالت رفع و نصب و جر یکساں است۔

ترجمہ: جان تو کہ تمام کلمات عرب دو قسم ہیں عرب اور معنی عرب اور عرب۔ جس کا آخر مواصل کے بدلنے سے بدل جائے جیسے "زنگ" "حجاب بنی زنگ" "زنگ بنی زنگ" "مرزٹ بزنگ" میں جہاں عامل ہے اور زنگ عرب ہے اور ضم اعراب ہے اور مواصل اعراب معنی وہ ہے کہ جس کا آخر مواصل کے بدلنے سے نہ بدلے جیسے "ہولادہ" کہ حالت رفع و نصب اور جر میں یکساں ہے۔

سوال (۱) مصحف کے طرز پر عرب و معنی کی اصداق تعریف بیان کریں تا ثانی نصی اور جری تینوں حالتوں میں دونوں قسموں کی مثالیں بھی دیں۔

جواب (۱) عربی زبان میں جتنے بھی کلمات ہیں وہ سب بصرات کے ہیں (۱) عرب (۲) معنی ان دو کے علاوہ کچھ نہیں پس عرب و کلمہ ہے کہ جس کا اعراب عامل کے بدلنے سے بدل جائے جیسے "حجاب بنی زنگ، زنگ بنی زنگ، مرزٹ بزنگ" ان میں مواصل عرب ہے کہ جس کا آخر مواصل کے بدلنے سے ہر حالت میں بدلنا ہے۔

معنی وہ کلمہ ہے کہ جس کا آخر مواصل کے بدلنے سے نہ بدلے جیسے "حجاب بنی زنگ" (میرے پاس وہ سب لوگ آئے) "زنگ بنی زنگ" میں نے ان سب کو دیکھا "مرزٹ بزنگ" میں ان سب کے پاس سے گزرنا گذر و مشابہتوں میں ہولادہ معنی ہے جو فعی، نصی اور جری تینوں حالتوں میں ایک ہی حالت پر ہے۔

عرب ان باشد کہ گردد بار بار ● معنی ان باشد کہ مانع برقرار

مصنف کی بیان کردہ معرب و متنی کی تعریف صحیح نہیں ہے اس لیے کہ یہ تو معرب و متنی کا حکم ہے اصل تعریف تو ان کی وہ ہے جس کو صاحب ہدایہ النحوی نے بیان کیا ہے۔ کہ معرب وہ کلمہ ہے جو ترکیب میں واقع ہو اور متنی الاصل کے ساتھ مشابہ نہ ہو یعنی کہ معرب کی تعریف میں دو پہلو ہیں ایک وجودی دوسرا عدلی۔ لہذا اگر اسم ترکیب میں واقع نہ ہو بلکہ تہا ہو تو وہ متنی علی السکون ہوگا۔ جیسے ”زیند، بیت“ وغیرہ اسی طرح اگر کوئی کلمہ متنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہو تو وہ معرب نہ ہوگا بلکہ متنی ہوگا جیسے ”ہولاء“۔ کہ یہ متنی اصل حرف کے مشابہ ہے اس لیے کہ جس طرح حرف محتاج ہوتا ہے اسی طرح اسم اشارہ بھی مشابہ کا محتاج ہوتا ہے۔

سوان (۲) اعراب کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرنے کے بعد اس کی قسمیں اور اس کا نکل بھی بتائیں، اور ساتھ میں عامل و معمول کی تعریف بھی بیان کرتے جائیں؟

جواب (۲) اعراب از باب انفعال معنی پہچان کروانا اعراب کو بھی اعراب اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ کلمہ کی حقیقت کی پہچان کراتا ہے۔ یعنی کلمہ کس حالت میں ہے حالت دفعی، نھی یا جری میں اس کی پہچان کراتا ہے۔

اصطلاح میں اعراب وہ حرکت یا حرف ہے جس کے ساتھ معرب کا آخر بدلتا ہے۔ اس تعریف سے اعراب کی دو قسمیں نکلیں۔ (۱) اعراب بالحرکت اور وہ ضمہ، فتح، کسرہ ہیں۔ (۲) اعراب بالحروف اور وہ واو، الف، یاء ہیں۔ پھر اعراب کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) اعراب لفظی (۲) اعراب حکمی (۳) اعراب تقدیری (۴) اعراب محلی (۵) اعراب حکائی۔

اعراب لفظی: اس اعراب کو کہتے ہیں کہ جو لفظوں میں دکھائی دے۔ جیسے: زیند، زیندا، بزیند“ میں رفع و نصب اور جرا اعراب لفظی ہے۔

اعراب محکی: وہ اعراب ہے کہ جس کو دوسرے اعراب کا تابع بنا کر لفظوں میں ذکر نہ کیا گیا ہو۔ جیسے "مَرَزَاتُ بِغْتَرٍ" کہ اس میں جر کو نصب کے تابع بنا کر جر کو لفظوں میں ذکر نہیں کیا؛ بلکہ یہ دوسرا اعراب فتوح ہی اس جر کے حکم میں ہے، اعراب تقدیری: وہ اعراب ہے جو لفظ میں مذکور نہ ہو مگر اس کا اعتبار کیا گیا ہو۔ جیسے "حَاةٌ مُؤَسِّسٌ" کہ موسیٰ تقدیراً مرفوع ہے۔

اعراب محلی: یہ ہے کہ اگر کوئی بنی کلمہ حالت رفعی میں ہو تو اس کو محلاً مرفوع کہتے ہیں اور اگر حالت نصی میں ہو تو محلاً منصوب اور حالت جری میں ہو تو محلاً مجرور کہتے ہیں۔ جیسے "حَاةٌ هَوَالًا" محلاً مرفوع ہے کہ هَوَالًا حالت رفعی میں ہونے کی وجہ سے رفع کے محل میں ہے۔

اعراب حکائی: وہ اعراب ہے جو ابتداءً جس حالت میں متکلم سے صادر ہوا ہو اسی حالت میں رکھا جائے جیسے "الْكَلَامُ، نَحْوُ غَلَامٍ زَنِيْدٍ قَائِمٌ"۔  
عامل کی تعریف: عامل وہ کلمہ ہے کہ جس کی وجہ سے معرب کے آخر پر رفع، نصب یا جر آئے اور معمول اس کلمہ کو کہتے ہیں جس پر عامل کا اثر ظاہر ہو جیسے "حَاةٌ زَنِيْدٌ" میں حَاةٌ عامل اور زَنِيْدٌ معمول ہے۔

سوال (۳) معرب وجہی کی تینوں حالتوں میں پیش کردہ تمام مثالوں کی ترکیب مصنف کے طرز پر علیحدہ علیحدہ بیان کریں؟

جواب (۳) حَاةٌ نِيْنٌ زَنِيْدٌ۔ میں جاء عامل ہے زید معرب ہے ضمہ اعراب ہے اور وال محل اعراب ہے نیز زَنِيْدٌ، حَاةٌ کا معمول ہے اور حالت رفعی میں ہونے کی وجہ سے لفظاً مرفوع ہے۔ "رَأَيْتُ زَنِيْدًا" میں رَأَيْتُ عامل ہے زیداً معرب ہے فتح اعراب ہے اور وال محل اعراب ہے نیز زَنِيْدًا، رَأَيْتُ کا معمول ہے اور حالت نصی



میں ہونے کی وجہ سے لفظ منصوب ہے۔ ”مَرَزْتُ بِزَيْدٍ“ میں مررت فعل ہے باء حرف جار عامل ہے زید معرب ہے کسرہ اعراب اور وال محل اعراب ہے نیز ”زید“ باء حرف جر کا معمول ہے اور حالت جری میں ہونے کی وجہ سے لفظ مجرور ہے۔

”جَاءَ نَبِيٌّ هُوَلَاءَ“ میں جاء عامل ہے ”هُوَلَاءَ“ مبنی ہے کسرہ اعراب ہے اور ہمزہ محل اعراب ہے نیز هُوَلَاءَ جَاءَ کا معمول ہے اور حالت رفعی میں ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے، پس رَأَيْتُ هُوَلَاءَ اور مَرَزْتُ بِهُوَلَاءَ کی ترکیب بھی اسی طرز پر کر لی جائے۔

**فصل** بدانکہ جملہ حروف مبنی ست و از افعال فعل ماضی و امر حاضر معروف و فعل مضارع بانونہائے جمع مؤنث و بانونہائے تاکید نیز مبنی ست بدانکہ اسم غیر متمکن مبنی است و اما اسم متمکن معرب ست بشرط آنکہ در ترکیب واقع شود و فعل مضارع معرب ست بشرط آنکہ از نونہائے جمع مؤنث و نون تاکید خالی باشد پس در کلام عرب بیش ازیں دو قسم معرب نیست باقی ہمہ مبنی ست و اسم غیر متمکن اسمیت کہ با مبنی اصل مشابہت دارد و مبنی اصل سے چیز است فعل ماضی، امر حاضر معروف و جملہ حروف، و اسم متمکن اسمیت کہ با مبنی اصل مشابہت باشد۔

**ترجمہ:** جان لیجئے کہ تمام حروف مبنی ہیں اور افعال میں سے فعل ماضی اور امر حاضر معروف اور فعل مضارع نون جمع مؤنث اور نون تاکید کے ساتھ بھی مبنی ہے یا در ہے کہ اسم غیر متمکن مبنی ہے اور بہر حال اسم متمکن (تو وہ) معرب ہے بشرطیکہ ترکیب میں واقع ہو اور فعل مضارع معرب ہے اس شرط کے ساتھ کہ نون جمع مؤنث اور نون تاکید سے خالی ہو، پس عربی زبان میں ان دو قسموں سے زیادہ معرب نہیں ہے باقی سب (کلمات) مبنی ہیں اور اسم غیر متمکن وہ اسم ہے جو کہ مبنی الاصل کے ساتھ

مشابہت رکھتا ہو اور معنی الاصل تین چیزیں ہیں فعل ماضی، امر حاضر معروف اور تمام حروف، اور اسم متمکن وہ اسم ہے کہ جو معنی اصل کے ساتھ مشابہت ہو۔

سوال (۱) حروف افعال اور اسماء میں سے کون کون معنی ہیں اور کون کون معرب اور کن شرائط کے ساتھ تحصیل بیان کریں، نیز عربی زبان میں کل کتنے معرب ہیں؟

جواب (۱) کل مبدیات یہ ہیں اول حروف تمام کے تمام معنی ہیں دوم افعال میں سے فعل ماضی اور امر حاضر معروف کے چھ صیغے اور فعل مضارع کے دو صیغے جمع مؤنث غائب اور جمع مؤنث حاضر، نیز فعل مضارع جب کہ اس پر نون تاکید ثقیلہ یا خفیفہ داخل ہو وہ بھی معنی ہے۔ سوم اسماء میں سے صرف اسم غیر متمکن معنی ہے۔

کل معربات درج ذیل ہیں اول افعال میں سے صرف فعل مضارع معرب ہے بشرطیکہ جمع مؤنث غائب اور جمع مؤنث حاضر کے نون سے خالی ہو نیز نون تاکید ثقیلہ اور خفیفہ سے بھی خالی ہو دوم اسماء میں سے صرف اسم متمکن معرب ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ ترکیب میں واقع ہو تہا نہ ہو پس عربی زبان میں ان دو چیزوں کے علاوہ کوئی تیسری چیز معرب نہیں باقی تمام کلمات معنی ہیں، لہذا غور کیجئے کہ عربی زبان کتنی آسان ہے کہ جس میں صرف دو چیزیں معرب ہیں کہ جن کے اعراب کو جاننے کی ضرورت ہے ورنہ باقی تمام کلمات معنی ہیں، اور معنی اعراب کی تینوں حالتوں میں ایک ہی حالت پر دہتا ہے۔

سوال (۲) اسم متمکن و اسم غیر متمکن کی لغوی و اصطلاحی تعریف بیان کریں؟ اور بتائیں کہ اسم غیر متمکن وہ اسم ہے اور معنی الاصل میں کیا فرق ہے نیز معنی اصل کی نشاندہی بھی کرتے چلیں؟

جواب (۲) متمکن از باب تفعیل معنی جگہ دینا اور اسم متمکن کو بھی متمکن اسی لیے کہتے۔

ہیں کہ وہ اپنے اوپر اعراب ڈالنے کے لیے اپنے عامل کو جگہ دیتا ہے۔ اور اسم غیر متمکن جو اپنے اوپر اعراب ڈالنے کے لیے اپنے عامل کو جگہ دے۔ یا بافتادہ دگر یوں کہو کہ اسم متمکن وہ اسم ہے جو اپنے اوپر ہر حرکت کو جگہ دیدے۔ اور اسم غیر متمکن وہ ہے جو اپنے اوپر ہر حرکت کو جگہ نہ دے۔ اور چونکہ یہ شان معنی اصل کی ہوتی ہے کہ وہ ہر حرکت کو اپنے اوپر جگہ نہیں دیتا مگر چونکہ اسم غیر متمکن کو بھی معنی اصل کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اس لیے یہ بھی ہر حرکت کو اپنے اوپر جگہ نہیں دیتا بلکہ معنی بن جاتا ہے۔

اصطلاح میں اسم متمکن وہ اسم ہے جو معنی اصل کے ساتھ مشابہت نہ رکھتا ہو اور اسم غیر متمکن وہ اسم ہے جو معنی اصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو، اور معنی اصل تین چیزیں ہیں۔ (۱) تمام حروف (۲) فعل ماضی (۳) امر حاضر معروف۔

معنی اصل وہ کلمہ ہے جو اصل وضع کے اعتبار سے ہی معنی ہو یعنی جب واضح نے اس کو وضع کیا تو معنی ہی وضع کیا ہو اور اسم غیر متمکن وہ اسم ہے جو اپنی وضع کے اعتبار سے تو معنی نہ ہو مگر معنی اصل کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے معنی ہو گیا ہو۔

سوال (۳) مصنف نے امر میں حاضر معروف کی قید لگا کر کس کس کو خارج کیا ہے نیز اسم متمکن کے معرب و معنی ہونے میں کیا اختلاف ہے؟

جواب (۳) مصنف نے امر میں "حاضر معروف" کی قید لگا کر امر حاضر مجہول نیز امر غائب معروف و مجہول اور امر متکلم معروف و مجہول کو معنی اصل سے خارج کر دیا۔

اسم متمکن کے معرب و معنی ہونے میں یہ اختلاف ہے کہ مصنف اور علامہ ابن حاجب ان دونوں کا مذہب یہ ہے کہ اگر اسم متمکن ترکیب میں واقع ہو تو معرب ہوگا اور اگر ترکیب میں نہ ہو تو معنی علی السکون ہوگا، اور علامہ زحترمی کا مذہب یہ ہے کہ دونوں حالتوں میں معرب ہی ہوگا۔ اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ اگر یہ ترکیب میں

واقع نہ ہو تو عرب بننے کی صلاحیت تو اس میں اس وقت بھی رہے گی اور ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ صلاحیت کا اعتبار نہیں ہوگا۔ بلکہ حالت کا اعتبار کیا جائیگا۔

حضرات کی دلیل یہ ہے کہ صلاحیت کا اعتبار نہیں ہوگا۔ بلکہ حالت کا اعتبار کیا جائیگا۔

**فصل** بدانکہ اسم غیر متمکن ہشت قسم است اول مضمرات چون انا من مرد  
وزن ضَرَبْتُ زِدْ مَنْ وَ اِيَّايْ خَاصِّ مَرَا۔ "وَضَرَبْتَنِي" بزود مرا و این ہفتاد  
ضمیر ست چاروہ مرفوع متصل: "ضَرَبْتُ، ضَرَبْنَا، ضَرَبْتِ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُمْ،  
ضَرَبْتِ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُنْ، ضَرَبْتِ، ضَرَبْنَا، ضَرَبْنَا، ضَرَبْتِ، ضَرَبْنَا،  
ضَرَبْتِ، وچاروہ مرفوع منفصل: اَنَا نَحْنُ، اَنْتَ، اَنْتُمَا، اَنْتُمْ، اَنْتِ، اَنْتُمَا،  
اَنْتُنْ، هُوَ، لَمَّا، لَمْ، هِيَ، لَمَّا، هُنَّ، وچاروہ منصوب متصل: ضَرَبْتَنِي، ضَرَبْنَا،  
ضَرَبْتِكَ، ضَرَبْتِكُمَا، ضَرَبْتِكُمْ، ضَرَبْتِكَ، ضَرَبْتِكُمَا، ضَرَبْتِكُنْ، ضَرَبْتِ،  
ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُمْ، ضَرَبْتَهَا، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتَهُنَّ۔ وچاروہ منصوب منفصل: "اِيَّايْ،  
اِيَّانَا، اِيَّاكَ، اِيَّاكُمَا، اِيَّاكُمْ، اِيَّاكَ، اِيَّاكُمَا، اِيَّاكُنْ، اِيَّاهُ، اِيَّاھُمَا، اِيَّاھُمْ،  
اِيَّاھَا، اِيَّاھُمَا، اِيَّاھُنْ، وچاروہ مجرور متصل چون "لِي، لَنَا، لَكَ، لَكُمَا،  
لَكُنْ، لَكَ، لَكُمَا، لَكُنْ، لَهْ، لَهْمَا، لَهُمْ، لَهَا، لَهْمَا، لَهْنُ"۔

**ترجمہ:** جان لو کہ اسم غیر متمکن کی آٹھ قسم ہیں پہلی مضمرات جیسے انا (میں ایک مرد یا عورت) ضَرَبْتُ (میں نے مارا) اِيَّاكَ (خاص تجھ کو) ضَرَبْتَنِي (اس نے مجھ کو مارا) لِي (مجھ کو یا میرے لیے) اور یہ ستر ضمیریں ہیں۔ چودہ مرفوع متصل ضَرَبْتُ، ضَرَبْنَا۔ آخر تک اور چودہ مرفوع متصل اَنَا، نَحْنُ... آخر تک اور چودہ منصوب متصل ضَرَبْتَنِي، ضَرَبْنَا... آخر تک۔ چودہ منصوب منفصل: اِيَّايْ، اِيَّانَا... آخر تک اور چودہ مجرور متصل لِي، لَنَا آخر تک۔

سوال (۱) ظہیر کی تعریف اور اس کی تمام قسموں کی تعریف مع امثلہ بیان کریں نیز یہ

بھی بتائیں کہ ضمیر بارز اور ضمیر مستتر کسے کہتے ہیں؟

جواب (۱) ضمیر کے لغوی معنی پوشیدہ ہونا اور اصطلاح میں ضمیر وہ اسم ہے جو حکم یا مخاطب یا ایسے غائب پر دلالت کرنے کے لیے وضع کی گئی ہو جس کا ذکر لفظ یا معنی یا حکما گذر چکا ہو جیسے ”ضَرَبَ زَيْدٌ غُلَامًا“ زید نے اپنے غلام کو مارا کہ اس میں ”ہو“ ضمیر کا مرجع زید لفظ مذکور ہے، مرجع معنوی کی مثال جیسے ”اغْبِلُوا هُوَ اقْرَبُ لِلتَّقْوَى“ تم انصاف کرو، وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ یہاں هُوَ کا مرجع اغْبِلُوا میں غَدَلٌ مصدر ہے جو اس میں پوشیدہ ہے اور مرجع حکمی کی مثال جیسے ”هُوَ زَيْدٌ قَائِمٌ“ وَهِيَ زَيْنَبٌ قَائِمَةٌ“ کہ یہاں هُوَ ضمیر کا مرجع حکما مذکور مان لیا گیا ہے جو زید کی طرف راجع ہے اور اسی طرح ہی ضمیر کا مرجع پس اس صورت میں مذکر کی ضمیر کو ضمیر شان اور ضمیر مؤنث کو ضمیر قصہ کہتے ہیں۔

ضمیر کی اولاً تین قسمیں ہیں (۱) ضمیر مرفوع (۲) ضمیر منصوب (۳) ضمیر مجرور۔ پس ضمیر مرفوع اس ضمیر کو کہتے ہیں جو ترکیب میں فاعل واقع ہو خواہ حقیقتاً جیسے ”ضَرَبْتُ، ضَرَبْنَا“ وغیرہ یا حکما ہو جیسے ”أَنَا مُسْلِمٌ، أَنْتَ صَالِحٌ“ وغیرہ کہ انا اور انت گرچہ مبتدا ہیں مگر حکما فاعل ہیں۔ ضمیر منصوب وہ ضمیر ہے جو ترکیب میں مفعول واقع ہو خواہ حقیقتاً ہو۔ جیسے ”ضَرَبْتَنِي، ضَرَبْنَا“ وغیرہ یا حکما ہو جیسے ”أَنْبِي مُسْلِمٌ إِنَّكَ مُؤْمِنٌ إِنَّهُ صَالِحٌ“ وغیرہ ضمیر مجرور اس ضمیر کو کہتے ہیں جو ترکیب میں مجرور یا مضاف الیہ واقع ہو جیسے ”لِي لَنَا وَغُلَامِي وَغُلَامُنَا“ وغیرہ۔

پھر ان تینوں قسموں میں سے ہر ایک یا تو متصل ہوگی یعنی اپنے عامل کے ساتھ مل کر استعمال ہوگی یا منفصل ہوگی یعنی اپنے عامل کے ساتھ مل کر استعمال نہ ہوگی سوائے ضمیر مجرور کے کہ وہ صرف متصل ہی ہوتی ہے یعنی اپنے عامل کے ساتھ

لی کر ہی آتی ہے متصل نہیں ہوتی ہیں اس طرح خمیر کی پانچ قسمیں ہوتیں۔ (۱) خمیر مرفوع متصل (۲) خمیر مرفوع متصل (۳) خمیر منصوب متصل (۴) خمیر منصوب متصل۔

مثلاً (۵) خمیر مجرور متصل ذیل میں ہر ایک کی تعریف ملاحظہ فرمائیں۔  
خمیر مرفوع متصل وہ خمیر ہے جو ترکیب میں قائل واقع ہو یعنی حالت رفعی میں ہو اور اپنے قائل کے ساتھ مل کر استعمال ہو، جیسے "ضَرَبْتُ" وغیرہ اور خمیر مرفوع متصل وہ خمیر ہے جو ترکیب میں قائل واقع ہو اور اپنے قائل سے جدا ہو کر استعمال ہو، جیسے "أَنَا" وغیرہ اور خمیر منصوب متصل وہ خمیر ہے جو ترکیب میں مفعول واقع ہو یعنی حالت نھی میں ہو اور اپنے قائل کے ساتھ مل کر استعمال ہو جیسے "ضَرَبْتَنِي" وغیرہ اور خمیر منصوب متصل وہ خمیر ہے جو ترکیب میں مفعول واقع ہو اور اپنے قائل سے جدا ہو کر استعمال ہو جیسے "إِيَّائِي" وغیرہ اور خمیر مجرور متصل وہ خمیر ہے جو ترکیب میں مجرور یا مضاف الیہ واقع ہو یعنی حالت جری میں ہو اور اپنے قائل کے ساتھ مل کر استعمال ہو جیسے "لِي وَغُلَامِي" وغیرہ۔

خمیر مجرور متصل اس لیے نہیں آتی کہ یہ خمیر یا تو مجرور کی صورت میں ہوتی ہے یا مضاف الیہ کی صورت میں اور نحو یوں کا قاعدہ ہے کہ جا رہے مجرور سے اور مضاف اپنے مضاف الیہ سے جدا نہیں ہوتا یعنی ان میں فصل نہیں ہوتا۔ اب اگر خمیر مجرور متصل لگی جائے تو جار کا اپنے مجرور سے اور مضاف کا اپنے مضاف الیہ سے الگ ہونا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں اس لیے خمیر مجرور متصل نہیں آتی۔

خمیر بارز وہ خمیر ہے جو لفظوں میں ظاہر ہو جیسے "ضَرَبْنَا وَضَرَبْنَا" کہ ان میں الف اور واؤ خمیر بارز لفظوں میں مذکور ہیں اور خمیر مستتر وہ خمیر ہے جو لفظوں میں ظاہر نہ ہو بلکہ پوشیدہ ہو، جیسے "ضَرَبْتُ وَضَرَبْتُ" ان میں ہو اور ہی خمیر مستتر

مجھسی ہوئی ہیں۔

سوال (۲) ضمیر کی پانچوں قسموں کی گردانیں مینوں و ضمیروں کی نشاندہی اور ترجمہ کے ساتھ بیان کریں نیز یہ بھی بتائیں کہ ضربی میں نون کیسا ہے اور ان تمام گردانوں میں ترتیب کیوں بدلی ہوئی ہے؟

جواب (۲) ضمیر کی پانچوں قسموں کی گردانیں نقشوں کے تحت لکھی جاتی ہیں ان کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے۔

### ضمیر مرفوع متصل

گردان	ضمیر	ضمیر بارز/مستتر	مینی	ترجمہ
ضَرَبْتُكَ	تُكَ	بارز	واحد مذکر مؤنث حکم	میں ایک مرد یا ایک عورت نے مارا
ضَرَبْنَا	نَا	"	ثنیہ جمع مذکر مؤنث حکم	ہم سب مرد یا سب عورتوں نے مارا
ضَرَبْتُكَ	تُكَ	"	واحد مذکر حاضر	تو ایک مرد نے مارا
ضَرَبْنَاكُمْ	كُمَا	"	ثنیہ جمع حاضر	تم دو مردوں نے مارا
ضَرَبْنَاكُمْ	كُم	"	جمع مذکر حاضر	تم سب دو مردوں نے مارا
ضَرَبْتُكِ	كِ	"	واحد مؤنث حاضر	تو ایک عورت نے مارا
ضَرَبْنَاكُمْ	كُمَا	"	ثنیہ مؤنث حاضر	تم دو عورتوں نے مارا
ضَرَبْنَاكُمْ	كُنَّ	"	جمع مؤنث حاضر	تم سب عورتوں نے مارا
ضَرَبَ هُوَ	هُوَ	مستتر	واحد مذکر غائب	اس ایک مرد نے مارا

ان دوسروں نے مارا	تثنیہ مذکر غائب	ہارز	الف	ضَرَبْتَا
ان سب مردوں نے مارا	جمع مذکر غائب	°	واو	ضَرَبُوا
اس ایک عورت نے مارا	واحد مؤنث غائب	مستتر	ہی	ضَرَبَتْ
ان دو عورتوں نے مارا	تثنیہ مؤنث غائب	ہارز	الف	ضَرَبْتُمَا
ان سب عورتوں نے مارا	جمع مؤنث غائب	°	ن	ضَرَبْنَ

## ضمیر مرفوع منفصل

ترجمہ	صیغہ	ضمیر مرفوع منفصل
میں ایک مرد یا ایک عورت	واحد مذکر مؤنث متکلم	أَنَا
ہم دو مرد یا دو عورتیں یا ہم سب مرد یا سب عورتیں	تثنیہ و جمع مذکر مؤنث	نَحْنُ
تو ایک مرد	واحد مذکر حاضر	أَنْتَ
تم دو مرد	تثنیہ مذکر حاضر	أَنْتُمَا
تم سب مرد	جمع مذکر حاضر	أَنْتُمْ
تو ایک عورت	واحد مؤنث حاضر	أَنْتِ
تم دو عورتیں	تثنیہ مؤنث حاضر	أَنْتُمَا
تم سب عورتیں	جمع مؤنث حاضر	أَنْتُنَّ
وہ ایک مرد	واحد مذکر غائب	هُوَ
وہ دو مرد	تثنیہ مذکر غائب	هُمَا



وہ سب مرد	جمع مذکر غائب	ہُنَّ
وہ ایک عورت	واحد مؤنث غائب	ہِيَ
وہ دو عورتیں	ثنیۃ مؤنث غائب	هُمَا
وہ سب عورتیں	جمع مؤنث غائب	هُنَّ

### ضمیر منصوب متصل

ترجمہ	صیغہ	ضمیر منصوب متصل
مارا اس نے مجھ ایک مرد یا ایک عورت کو	واحد مذکر مؤنث متکلم	ضَرَبْتَنِي
مارا اس نے ہم دو مرد یا دو عورتوں کو یا ہم سب مردوں یا سب عورتوں کو	ثنیۃ جمع مذکر مؤنث متکلم	ضَرَبْتَنَا
مارا اس نے تجھ ایک مرد کو	واحد مذکر حاضر	ضَرَبْتُكَ
مارا اس نے تم دو مردوں کو	ثنیۃ مذکر حاضر	ضَرَبْتُكُمَا
مارا اس نے تم سب مردوں کو	جمع مذکر حاضر	ضَرَبْتُكُمْ
مارا اس نے تو ایک عورت کو	واحد مؤنث حاضر	ضَرَبْتِ
مارا اس نے تم دو عورتوں کو	ثنیۃ مؤنث حاضر	ضَرَبْتُمَا
مارا اس نے تم سب عورتوں کو	جمع مؤنث حاضر	ضَرَبْتُنَّ
مارا اس نے اس ایک مرد کو	واحد مذکر غائب	ضَرَبْتَهُ

مارا اس نے ان دو مردوں کو	ثنیۃ مذکر غائب	ضَرَبْتُهُمَا
مارا اس نے ان سب مردوں کو	جمع مذکر غائب	ضَرَبْتَهُمْ
مارا اس نے اس ایک عورت کو	واحد مؤنث غائب	ضَرَبْتُهَا
مارا اس نے ان دو عورتوں کو	ثنیۃ مؤنث غائب	ضَرَبْتُهُمَا
مارا اس نے ان سب عورتوں کو	جمع مؤنث غائب	ضَرَبْتُنَّ

### ضمیر منصوب منفصل

ترجمہ	صیغہ	ضمیر منصوب منفصل
خاص مجھ ایک مرد یا ایک عورت کو	واحد مذکر مؤنث حکم	إِيَّائِي
خاص ہم دو مرد یا دو عورتوں یا سب مرد یا عورتوں کو	ثنیۃ و جمع مذکر مؤنث حکم	إِيَّائِنَا
خاص تجھ ایک مرد کو	واحد مذکر حاضر	إِيَّاكَ
خاص تم دو مردوں کو	ثنیۃ مذکر حاضر	إِيَّاكُمَا
خاص تم سب مردوں کو	جمع مذکر حاضر	إِيَّاكُمْ
خاص تجھ ایک عورت کو	واحد مؤنث حاضر	إِيَّاكِ
خاص تم دو عورتوں کو	ثنیۃ مؤنث حاضر	إِيَّاكُمَا
خاص تم سب عورتوں کو	جمع مؤنث حاضر	إِيَّاكُنَّ
خاص اس ایک مرد کو	واحد مذکر غائب	إِيَّاهُ

ایہا ہما	تثنیہ مذکر غائب	خاص ان دو مردوں کو
ایہائم	جمع مذکر غائب	خاص ان سب مردوں کو
ایہاھا	واحد مؤنث غائب	خاص اس ایک عورت کو
ایہاھما	تثنیہ مؤنث غائب	خاص ان دو عورتوں کو
ایہاین	جمع مؤنث غائب	خاص ان سب عورتوں کو

## ضمیر مجرور متصل بحرف جر

ضمیر مجرور متصل	صیغہ	ضمیریں	ترجمہ
لِی	واحد مذکر مؤنث متکلم	نی	مجھ ایک مرد یا عورت کے لیے
لِنا	تثنیہ و جمع	نا	ہم دو مرد یا دو عورتوں کے لیے یا ہم سب مرد، یا سب عورتوں کے لیے
لِک	واحد مذکر حاضر	ک	تو ایک مرد کے لیے
لِکما	تثنیہ مذکر حاضر	کما	تم دو مردوں کے لیے
لِکم	جمع مذکر حاضر	کم	تم سب مردوں کے لیے
لِک	واحد مؤنث حاضر	ک	تو ایک عورت کے لیے
لِکما	تثنیہ مؤنث حاضر	کما	تم دو عورتوں کے لیے
لِکن	جمع مؤنث حاضر	کن	تم سب عورتوں کے لیے
لِہ	واحد مذکر غائب	ہ	اس ایک مرد کے لیے
لِہما	تثنیہ مذکر غائب	ہما	ان دو مردوں کے لیے

ان سب مردوں کے لیے	لھم	جمع مذکر غائب	لھم
اس ایک عورت کے لیے	ھا	واحد مؤنث غائب	لھا
ان دو عورتوں کے لیے	ھما	ثنیۃ مؤنث غائب	لھما
ان سب عورتوں کے لیے	ھن	جمع مؤنث غائب	لھن

## ضمیر مجرور متصل باضافت

ترجمہ	ضمیریں	صیغہ	ضمیر مجرور متصل
میں ایک مرد یا ایک عورت کا غلام	نی	واحد مذکر مؤنث متکلم	غلامی
ہم دو مرد یا دو عورتوں یا سب مرد یا سب عورتوں کا غلام	نا	ثنیۃ و جمع مذکر مؤنث متکلم	غلامنا
تو ایک مرد کا غلام	ک	واحد مذکر حاضر	غلامک
تم دو مردوں کا غلام	کما	ثنیۃ مذکر حاضر	غلامکما
تم سب مردوں کا غلام	کنم	جمع مذکر حاضر	غلامکنم
تو ایک عورت کا غلام	ک	واحد مؤنث حاضر	غلامک
تم دو عورتوں کا غلام	کما	ثنیۃ مؤنث حاضر	غلامکما
تم سب عورتوں کا غلام	کن	جمع مؤنث حاضر	غلامکن
اس ایک مرد کا غلام	ہ	واحد مذکر غائب	غلامہ
ان دو مردوں کا غلام	ھما	ثنیۃ مذکر غائب	غلامھما
ان سب مردوں کا غلام	لھم	جمع مذکر غائب	غلامھم

غَلَامُهَا	واحد مؤنث غائب	هَا	اس ایک عورت کا غلام
غَلَامُهُمَا	ثنیہ مؤنث غائب	هُمَا	ان دو عورتوں کا غلام
غَلَامُهُنَّ	جمع مؤنث غائب	هُنَّ	ان سب عورتوں کا غلام

ضرب بینی میں نون وقایہ ہے جس کا معنی ہے بچانے والا اور یہ اس لیے لایا گیا کہ "سی" اپنے ما قبل کسرہ چاہتی ہے اور یہاں یا سے پہلے فعل ماضی ہے جو جہنی برفوتہ ہوتا ہے پس فعل ماضی کی حرکت کو باقی رکھتے ہوئے مندرجہ بالا تمام گردانوں میں یائے محکم سے پہلے نون وقایہ لے آئے اور اس کو کسرہ دے دیا پس اس طرح یائے محکم کی بھی رعایت ہو گئی اور فعل ماضی کی حرکت بھی اپنی جگہ برقرار رہی پھر آپ نے دیکھا کہ مذکورہ تمام گردانوں میں صیغوں کی ترتیب بدلی ہوئی ہے۔ پہلے محکم کے صیغے ہیں پھر حاضر کے اور آخر میں غائب کے یہ ترتیب اس لیے بدلی ہوئی ہے کہ نحو یوں کا طریقہ ہے کہ وہ ضمیر محکم کو مخاطب پر اور ضمیر مخاطب کو ضمیر غائب پر مقدم کرتے ہیں اور یہ اس وجہ سے کہ وہ لوگ تعریف و تکبیر کے اعتبار سے بحث کرتے ہیں اور ضمیر محکم میں زیادہ معرفت ہے، ضمیر مخاطب کے مقابلہ میں، اس لیے ضمیر محکم کو اس پر مقدم کیا پھر ضمیر مخاطب میں زیادہ معرفت ہے ضمیر غائب کے مقابلہ میں لہذا اس کو غائب پر مقدم کیا اور پھر سب سے آخر میں ضمیر غائب کو بیان کیا اس لیے کہ اس میں سب سے کم معرفت ہوتی ہے۔ اور صرف تین چونکہ افعال کی گردانوں کے اعتبار سے بحث کرتے ہیں اور گردان میں آسانی ملحوظ ہوتی ہے اس لیے وہ لوگ پہلے ان صیغوں کو بیان کرتے ہیں جو ضمیر بارز سے خالی ہیں تاکہ تلفظ آسانی سے ہو سکے جیسے واحد مذکر و مؤنث غائب کو واحد مذکر و مؤنث حاضر پر مقدم کرتے ہیں پھر ان کی مناسبت سے ثنیہ و جمع مذکر و مؤنث غائب کو بھی مقدم کر دیتے ہیں ثنیہ و جمع مذکر و مؤنث حاضر پر اسی طرح مخاطب کے صیغوں کو

حکلم کے صیغوں پر مقدم کرتے ہیں اس لیے کہ مخاطب کے صیغے گردان کے اعتبار سے زیادہ ہیں اور حکلم کے صیغے کم ہیں اور جس میں صیغے زیادہ ہوں وہ تقدیم کا مستحق ہے۔ سوال (۳) ہم غیر ممکن کی پہلی قسم مضمرات کس معنی اصل سے مشابہ ہے نیز مجموعی اہوار سے ضمیروں کی کل تعداد کتنی ہے؟

جواب (۳) ضمیریں معنی اصل حرف سے مشابہ ہیں اس لیے کہ جس طرح حرف اپنے معنی بتانے میں دوسرے لکڑے کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح ضمیریں بھی اپنے مفہوم کو ادا کرنے میں مرجع کی محتاج ہوتی ہیں پس نفس احتیاج میں ضمیریں حروف سے مشابہ ہوئیں اس مشابہت کی وجہ سے ان کو بھی معنی کر دیا نیز مجموعی اعتبار سے ضمیروں کی کل تعداد ستر (۷۰) ہے۔

روم اسمائے اشارات: "ذَوِ ذَانٍ وَذَنْبٍ وَتَاوَتِي وَتَهْ وَذَهْ وَذِيهِ وَتَهِي وَتَانٍ وَتَيْنٍ وَأُولَاءِ بِهٍ وَأُولَىٰ" بقصر سوم اسمائے موصولہ "الذِي اللّٰنِ وَاللّٰنِيْنَ وَاللّٰنِيْنَ، اَلْتِي اَلْتَانِ وَاللّٰتِيْنَ وَاللّٰوَابِي وَمَاوِيْنَ وَأَيْ وَأَيْةٌ" والفاء ولام بمعنی الذِي در اسم فاعل و اسم مفعول چون الضَارِبُ وَالْمَضْرُوبُ وَ ذُو بمعنی الذِي در لغت بنی طے نحو جَاءَ بِنِي ذُو ضَرْبِكَ بِدَانِكِ "أَيْ وَأَيْةٌ" معرب است۔

ترجمہ: دوسری قسم اسمائے اشارات جیسے "ذَوِ ذَانٍ وَذَنْبٍ وَتَاوَتِي وَتَهْ وَذَهْ وَذِيهِ وَتَهِي وَتَانٍ وَتَيْنٍ وَأُولَاءِ بِهٍ وَأُولَىٰ" اور لُولَاءِ بِهٍ کے ساتھ اور اُولَىٰ "قصر کے ساتھ تیسری قسم اسمائے موصولہ جیسے "الذِي اللّٰنِ وَاللّٰنِيْنَ وَاللّٰنِيْنَ، اَلْتِي اَلْتَانِ وَاللّٰتِيْنَ وَاللّٰوَابِي وَمَاوِيْنَ وَأَيْ وَأَيْةٌ" والفاء ولام الذِي کے معنی میں جو اسم فاعل اور مفعول میں آتا ہے۔ جیسے الضَارِبُ وَالْمَضْرُوبُ اور ذُو بمعنی الذِي بنی طے کی لغت میں جیسے "جَاءَ بِنِي ذُو ضَرْبِكَ" اور یاد ہے کہ اَيْ وَأَيْةٌ معرب ہیں۔

سوال (۱) اسم اشارہ کی لغوی واصطلاحی تعریف ذکر کرنے کے بعد اس کے جمع الفاظ کو ترجمہ اور صیغوں کے ساتھ بیان کریں اور یہ بھی بتائیں کہ اشارہ قریب اور اشارہ بعید کے لیے ان میں کیا کیا زیادتی ہوتی ہے نیز جب ذان اور تان حالت نصی و جری میں ذنن تین ہو گئے تو پھر جہنی کیسے ہے اس کا جواب دیں؟

جواب (۱) اسم اشارہ کے لغوی معنی اشارہ کرنے والا اور اصطلاح میں اسم اشارہ وہ اسم ہے جو کسی چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہو اور جس کی طرف اشارہ کیا جائے اس کو مشار الیہ کہتے ہیں جیسے ”ذَلِكَ الْوَلَدُ“ وہ لڑکا ذَلِکَ اسم اشارہ اور الْوَلَدُ مشار الیہ ہے اور اسمائے اشارات حسب ذیل ہیں۔

”ذَا“ (یہ ایک مرد وہ ایک مرد) واحد مذکر قریب و بعید کے لیے ہے ”ذَانِ  
وَذَنین“ (یہ دو مرد وہ دو مرد)ثنیہ مذکر قریب و بعید کے لیے ہے۔ البتہ ذَانِ حالت  
رفعی کے لیے اور ذَنین حالت نصی و جری کے لیے ہے ”تَا، تَانِ، تَا، ذَا، ذَانِ،  
نِہْنِ وَتَانِ وَتَنین“ سب کا ترجمہ (یہ ایک عورت وہ ایک عورت) یہ سب واحد  
مؤنث قریب و بعید کے لیے ہیں البتہ تَانِ حالت رفعی کے لیے اور تَنین حالت نصی  
و جری کے لیے ہے ”اُوْلَاہِ“ متصل کے ساتھ اور متصل کی تعریف یہ ہے کہ  
حرف مدہ کے بعد ہمزہ حقیقتاً اسی کلمہ میں ہو اور اس کو دو الف، ڈھائی الف یا چار  
الف تک علی اختلاف الاقوال کھینچ کر پڑھتے ہیں۔

آپ کا اعتراض کہ جب اسمائے اشارات جہنی ہیں۔ تو ذَانِ اور تَانِ حالت  
نصی و جری میں ذنن اور تین کس طرح ہو گئے پس یوں تو یہ دونوں معرب ہوئے  
ناکہ جہنی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اب بھی یہ جہنی ہی ہیں اس لیے کہ ان میں جو تغیر  
ہوا ہے وہ عامل کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ واضح نے ابتداء ہی ذَانِ اور تَانِ کو حالت رفعی

کے لیے اور ذہن و تین کو حالت نفسی و جبری کے لیے وضع کیا ہے۔  
سوال (۲) اسے موصولہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرنے کے بعد اس کے تمام  
الفاظ کو ترجمہ و معنیوں کے ساتھ بیان کریں نیز ما اور من کا فرق اور ذ و طائیہ و ذو  
مہار یہی تفصیل بھی بیان کریں؟

جواب (۲) اسم موصول کے لغوی معنی ملا ہوا اور اصطلاح میں وہ اسم ہے جو اپنے  
صلہ کے ملے بغیر جملہ کا جز تام نہ بن سکے۔ اور صلہ وہ جملہ خبریہ ہے (اسیہ  
ہو یا فعلیہ) جو اسم موصول کے بعد آتا ہے اور اس میں ایک ضمیر ہوتی ہے جو اسم  
موصول کی طرف لوٹتی ہے۔ جیسے "خاتۃ الٰذنی ضربتک" (وہ شخص آیا جس نے کہ  
تجھ کو مارا) اس میں "الٰذنی" اسم موصول ہے اور ضربتک فعل ہے ضمیر موصول قائل  
ہے ضربت میں جو راجع ہے "الٰذنی" کی جانب اور ک ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے  
پس فعل اپنے قائل و مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا اور "الٰذنی" اسم  
موصول اپنے صلہ سے مل کر قائل خاتۃ فعل کا فعل اپنے قائل سے مل کر جملہ فعلیہ  
خبریہ ہوا پس ضرب کے اندر چھپی ہوئی ضمیر "موصول" اسم موصول کی طرف لوٹ رہی  
ہے۔ اس کے موصولات چند ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

- (۱) "الٰذنی" (وہ ایک مرد جو کہ) واحد مذکر کے لیے ہے۔ (۲) "الذنان"
- (وہ دو مرد جو کہ) حالت رفعی میں شنیہ مذکر کے لیے (۳) "الذنین" (وہ دو مرد  
جو کہ) حالت نفسی و جبری میں شنیہ مذکر کے لیے ہے۔ (۴) "الذین" (وہ سب  
مرد جو کہ) جمع مذکر کے لیے ہے (۵) "الین" (وہ ایک عورت جو کہ) واحد مؤنث  
کے لیے ہے (۶) "اللتان" (وہ دو عورتیں جو کہ) حالت رفعی میں شنیہ مؤنث کے  
لیے ہے (۷) "اللتین" (وہ دو عورتیں جو کہ) حالت نفسی و جبری میں شنیہ مذکر کے



لے ہے (۸) "اللّٰہِی" (۹) "واللّٰوِی" (وہ سب عورتیں جو کہ) دونوں جمع  
 مؤنث کے لیے ہیں (۱۰) "مٰنَا" (۱۱) "مَنْ" (وہ جو کہ) (۱۲) "اٰئِی" (وہ ایک  
 مرد جو کہ) واحد مذکر کے لیے ہے (۱۳) "اٰیْتِی" (وہ ایک عورت جو کہ) واحد  
 مؤنث کے لیے ہے (۱۴) "الف ولام" بمعنی اسم موصول یہ الف لام اسمی ہے جو  
 صرف اسم فاعل و اسم مفعول پر داخل ہوتا ہے جیسے "الضّارِبُ" (وہ ایک مرد جو کہ  
 مارنے والا ہے) الف لام بمعنی "الذی" ہے "التضّرُوبَةُ" (وہ ایک عورت جو کہ  
 ماری گئی) یہاں الف لام بمعنی "الئی" ہے اور اسی طرح "الضّارِبَانِ" میں بمعنی  
 "الذّانِ" اور "الضّارِبُونِ" میں بمعنی "الذین" ہے اسی طرح مؤنث میں سمجھتا  
 چاہئے (۱۵) ذُو بمعنی "الذی" بنی طے کی لغت میں جیسے "حِجَابٌ ذُو ضَرْبِكَ اُنِی  
 حِجَابِی الذی ضَرْبِكَ" (میرے پاس وہ شخص آیا جس نے کہ تجھ کو مارا)۔

مٰنَا اور مَنْ میں فرق یہ ہے کہ مٰنَا غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے جیسے  
 "مَاعِنْدَاللّٰہِ بَاقِی" (جو کچھ اللہ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے) اور مَنْ ذوی  
 العقول کے لیے آتا ہے جیسے "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ" (وہ شخص جو کہ کسی قوم  
 کے ساتھ تہہ اختیار کرے گا وہ انہیں میں سے ہوگا)۔

زود و طرح کے ہیں ایک قبیلہ بنی طے کی لغت کا جو الذی کے معنی میں ہے اور  
 دوسرا اہل حجاز کی لغت کا جس کے معنی "صاحب" اور "والا" کے ہیں پہلے کو ذوطائیہ  
 دوسرے کو ذوججازیہ کہتے ہیں۔ پس ذوطائیہ جنی ہے اس لیے کہ وہ اسم غیر متمکن کی  
 تیسری قسم اسمائے موصولات میں سے ہے اور ذوججازیہ معرب ہے اس لیے کہ وہ  
 اسم متمکن کی چھٹی قسم اسمائے مکمّرہ میں سے ہے جس کا بیان اسمائے متمکنہ میں  
 آگے آ رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

قرآن کریم میں جو ذرا استعمال ہوا ہے وہ حجازیہ ہے اس لیے کہ قرآن اہل حجاز کی لہجہ میں نازل ہوا ہے جیسے "إِنَّ رَبَّكَ لَأَلَدُّ مَغْفِرَةً" یہ حالت رُفْعی میں ہے "إِنَّ شَكَانَ ذَلَمَالٍ وَتَبِينٍ" یہاں حالت نَصْبی میں ہے اور "انطَلِقُوا إِلَىٰ ظِلِّ ذِي الْعُلْبِ" میں ذو حالت جری میں ہے۔

سوال (۳) ائی و آئینہ کی مکمل تفصیل بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ جب بقول مصنف یہ معرب ہیں تو انہیں معنی کے بیان میں کیوں شامل کیا، نیز ان دونوں کی تین حالتیں معرب اور ایک حالت معنی کیوں ہے؟ اور پھر یہ بھی بتائیں کہ یہ دونوں قسمیں کس کس معنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہیں؟

جواب (۳) "ائی" اور "آئینہ" کی چار حالتیں ہیں یہ دونوں تین حالتوں میں معرب اور ایک حالت میں معنی ہیں (۱) پہلی صورت "ائی و آئینہ" کسی دوسرے اسم کی طرف مضاف نہ ہوں اور ان کا صدر صلہ (صلہ کا جز اول) یعنی مبتداء مذکور ہو تو یہ صورت معرب ہے جیسے "نَجَاتُ بَنِي آدَمَ هُمْ قَائِمٌ" (میرے پاس وہ شخص آیا جو کہ کھڑا ہے) "وَرَأَيْتُ آدَمَ هُوَ قَائِمٌ" (میں نے اس شخص کو دیکھا جو کہ کھڑا ہے) "وَمَرَزْتُ بِأَبِي هُوَ قَائِمٌ" (میں اس شخص کے پاس سے گذرا جو کہ کھڑا ہے) (۲) دوسری صورت "ائی و آئینہ" کسی کی طرف مضاف نہ ہوں اور ان کے صلہ کا جز اول یعنی مبتداء مذکور نہ ہو یہ صورت بھی معرب ہے، جیسے "نَجَاتُ بَنِي آدَمَ قَائِمٌ" (میرے پاس وہ شخص آیا جو کہ کھڑا ہے) "وَرَأَيْتُ آدَمَ قَائِمٌ" "وَمَرَزْتُ بِأَبِي قَائِمٌ" کہ یہاں صلہ کا جز اول مبتداء "هُوَ" محذوف ہے (۳) تیسری صورت "ائی و آئینہ" کسی کی طرف مضاف ہوں اور ان کے صلہ کا جز اول مذکور ہو اور یہ صورت بھی معرب ہے جیسے "نَجَاتُ بَنِي آدَمَ هُوَ قَائِمٌ" (میرے پاس ان میں کا

وہ شخص آیا جو کہ کھڑا ہے) ”وَرَأَيْتُ أَهْلَهُمْ هُوَ قَائِمٌ وَمَرَزَتْ بِأَيْهِمْ هُوَ قَائِمٌ“ (۴) چوتھی صورت ائی وَآئِةٌ کسی کی طرف مضاف ہوں اور ان کے صلہ کا جزو اول مذکور نہ ہو اور صرف یہ صورت جنی ہے جیسے ”جَاءَ نَبِيٌّ أَهْلَهُمْ قَائِمٌ“ (میرے پاس ان میں کا وہ شخص آیا جو کہ کھڑا ہے) ”رَأَيْتُ أَهْلَهُمْ قَائِمٌ“ ”وَمَرَزَتْ بِأَيْهِمْ قَائِمٌ“ اسی طریقہ پر آئِةٌ کی مثالیں بھی بنائی جائیں۔ مثلاً پہلی صورت میں ”جَاءَ نَبِيٌّ آئِةٌ هِيَ قَائِمَةٌ“ (میرے پاس وہ عورت آئی جو کہ کھڑی ہے) دوسری صورت میں ”جَاءَ نَبِيٌّ آئِةٌ قَائِمَةٌ“ میرے پاس وہ عورت آئی جو کہ کھڑی ہے) اور تیسری صورت میں ”وَجَاءَ نَبِيٌّ أَهْلَهُمْ هِيَ قَائِمَةٌ“ (میرے پاس ان میں کی وہ عورت آئی جو کہ کھڑی ہے) یہ تینوں صورتیں معرب کی ہوئی اور چوتھی صورت میں ”وَجَاءَ نَبِيٌّ أَهْلَهُمْ قَائِمَةٌ“ (میرے پاس ان میں کی وہ عورت آئی جو کہ کھڑی ہے) یہ صورت جنی ہے ہر ایک کی نفس و جری مثالیں از خود بتالیں۔

ائی وَآئِةٌ کی اصل تو معرب ہی ہے اور جب ان کی اضافت نہ ہو تو حرید نخت کے پائے جانے کی وجہ سے معرب ہوتے ہیں چونکہ پہلی دونوں صورتوں میں اضافت نہیں ہے اس لیے زیادتی نخت کے باعث بدرجہ اولیٰ معرب ہیں اور اضافت چونکہ باعث ثقل ہے پس تیسری صورت میں اگرچہ اضافت ہے کہ جس کی وجہ سے ایک طرح کا ثقل پیدا ہو گیا مگر چونکہ اس کا صدر صلہ مذکور ہے جو اسم موصول کی برابر وضاحت کر رہا ہے اس وجہ سے وہ ثقل اثر انداز نہیں ہوا اور اس صورت میں بھی ثقل کے اثر انداز نہ ہونے کی وجہ سے وہ معرب ہی رہے۔

اور چوتھی صورت میں ایک تو اضافت ہے جو باعث ثقل ہے اور حرید ثقل یہ پیدا ہو گیا کہ اس کا صدر صلہ مذکور نہیں جس کی وجہ سے اسم موصول کی مکمل وضاحت

نہیں ہو رہی ہے پس اس صورت میں اسم موصول اُنّی وَ اَیّتہ صدرِ صلہ کے محتاج ہوئے اور اس طرح وہ احتیاج میں حرف کے مشابہ ہو گئے اس لیے ان کو جنی کر دیا احتیاج اور کمی کو دور کرنے کے لیے اور پھر ان کو جنی علی الضمہ کیا کیونکہ ضمہ تمام حرکتوں میں قوی حرکت ہے لہذا اس نے اس نقصان کو ختم کر دیا۔

دوسری قسم اسمائے اشارات اور تیسری قسم اسمائے موصولہ یہ دونوں مبنی الاصل حرف کے مشابہ ہیں اس لیے کہ جس طرح حرف محتاج ہوتا ہے دوسرے کلمہ کا اسی طرح اسم اشارہ مشار الیہ کا اور اسم موصول اپنے صلہ کا محتاج ہوتا ہے۔ پس نفس احتیاج میں مبنی اصل حرف کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے ان دونوں کو بھی جنی کر دیا۔

چہارم: اسمائے افعال و آں بر دو قسم است اول بمعنی امر حاضر چوں رُوَیْدٌ، وَ بَلْدٌ، وَ حَبْهَلٌ وَ هَلْمٌ، دوم بمعنی فعل ماضی چوں نَحْبِہَاثٌ وَ شَتَانٌ، پنجم: اسمائے اصوات چوں نَاحٌ اُخٌ وَ اُفٌ وَ بَنَحٌ نَنَحٌ وَ غَاقٌ۔

ترجمہ: چوتھے اسمائے افعال اور وہ دو قسم پر ہیں اول امر حاضر کے معنی میں جیسے رُوَیْدٌ، بَلْدٌ، حَبْهَلٌ اور هَلْمٌ دوسرے فعل ماضی کے معنی میں، جسے: نَحْبِہَاثٌ شَتَانٌ پانچویں اسمائے اصوات جیسے: نَاحٌ اُخٌ اور اُفٌ اور بَنَحٌ نَنَحٌ اور غَاقٌ۔

سوال (۱): اسمائے افعال اور اسمائے اصوات کی لغوی اور اصطلاحی تعریف بیان کریں نیز اس کے بعد اسمائے افعال کی دونوں قسموں کو ان کے تمام الفاظ کے ساتھ مثالوں کی روشنی میں بیان کریں؟

جواب (۱): اسنادہ اسم کی جمع ہے لغوی معنی نام اور افعال فِعْلٌ کی جمع ہے لغوی معنی کام اور اصطلاحی تعریف: اسمائے افعال وہ اسماء ہیں جو فعل کے معنی پر دلالت کرتے ہوں اور اس کی علامات کو قبول نہ کرتے ہوں اور بعض حضرات نے دوسری

تعریف کی ہے کہ اسمائے افعال وہ اسماء ہیں کہ جن کی صورت بظاہر اسم کی ہو اور معنی فعل کے دیتے ہوں، پھر اسمائے افعال کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ اسمائے افعال جو امر حاضر کے معنی دیتے ہیں جیسے: زَوَيْدٌ کہ یہ اُمہل فعل امر کے معنی میں ہے یعنی تو اس کو مہلت دے مثلاً زَوَيْدٌ زَيْدٌ تو زید کو مہلت دے یعنی چھوڑ دے، بَلَّغْ یہ فعل امر ذغ کے معنی میں ہے یعنی تو اسکو چھوڑ دے جیسے بَلَّغْ عَمْرُوًا تو عمرو کو چھوڑ دے، خَبَّهْلُ فعل امر اتب یعنی تو آ کے معنی میں ہے جیسے خَبَّهْلُ الصَّلُوَّةَ تو نماز کو آ، هَلُمَّ بھی فعل امر اتب کے معنی میں ہے جیسے هَلُمَّ اِلَيْنَا تو ہمارے پاس آ، یہ تمام اسمائے افعال فعل امر کے معنی دیتے ہیں، اور اپنے مابعد اسم کو مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب کرتے ہیں، اور ان کے فاعل خود ان کے اندر ضمائر ہیں۔

(۲) وہ اسمائے افعال جو فعل ماضی کے معنی دیتے ہیں، جیسے: هَيَّهَاتَ یہ فعل ماضی بتعد (وہ دور ہوا) کے معنی میں ہے، مثلاً هَيَّهَاتَ زَيْدٌ زَيْدٌ دور ہوا، شَتَانَ یہ فعل ماضی افتراقی کے معنی دیتا ہے، جیسے: شَتَانَ زَيْدٌ وَعَمْرُوٌ زَيْدٌ اور عمرو جدا ہوئے، یہ اسمائے افعال اپنے مابعد اسم کو فاعلیت کی بناء پر رفع دیتے ہیں۔

أَصْوَاتٌ یہ صوت کی جمع ہے معنی آواز اور اصطلاح میں اسمائے اصوات وہ اسماء ہیں، کہ جن کے ذریعہ کسی چیز کی آواز کو نقل کیا جائے یا جن کے ذریعہ جانوروں اور چوپایوں کو آواز دی جائے۔

سوال (۲): أُخ، أُف، بَخ، نَخ اور غَاقِ یہ آوازیں کب اور کس کے لیے نکلتی ہیں نیز یہ بھی بتائیں کہ اسمائے ممکنہ کی یہ دونوں قسمیں کس کس جہی اصل کے ساتھ مشابہ ہیں۔

جواب (۲): أُخ اس طبعی آواز کو کہتے ہیں جو کھانسی کے وقت انسان کے منہ سے نکلتی ہے، اور أُف وہ آواز جو درد اور تکلیف کے وقت منہ سے نکلتی ہے، بَخ وہ آواز

جو خوشی کے وقت نکلتی ہے، جیسے دلو اور شاہی اور دوسری کسی سے بہت زیادہ خوش ہونے پر ہوتے ہیں، منغ اونٹ کو بٹھانے یا سلانے کے لیے بولتے ہیں، اور غاق کو سبکی آواز کو نقل کرنے کے لیے کہتے ہیں۔

اسمائے افعال بمعنی امر حاضر معنی اصل امر حاضر کے ساتھ مشابہ ہیں اس لیے کہ ان میں امر حاضر کے معنی پائے جاتے ہیں، اور اسی طرح اسمائے افعال بمعنی فعل ماضی معنی اصل فعل ماضی کے ساتھ مشابہ ہیں کیونکہ ان میں بھی فعل ماضی کے معنی پائے جاتے ہیں، اور اسمائے اصوات معنی اصل حروف کے ساتھ مشابہ ہیں اس لیے کہ یہ منغوم علی بن سکتے ہیں اور منغوم بہ یا بالفاظ دیگر منہ منہ الیہ بن سکتے ہیں نہ منہ اس لیے کہ منہ کے لیے ترکیب ضروری ہے حالانکہ اسمائے اصوات ترکیب میں داخل نہیں ہوتے بلکہ تہا تہا بولے جاتے ہیں، اور یہ شان حروف کی ہے کہ وہ نہ منہ الیہ بن سکتے ہیں نہ منہ میں ان کو بھی معنی اصل حروف سے مشابہت ہوئی۔

سوال (۴): کیا صفت کے ذکر کردہ اسمائے افعال اور اسمائے اصوات کے علاوہ اور بھی اسمائے افعال و اسمائے اصوات ہیں؟

جواب (۴): جی ہاں اور بھی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں اسمائے افعال بمعنی فعل امر جیسے تَمِيزْ بمعنی اِسْتَجِبْ فعل امر تو قبول کر فقط بمعنی امر اَنْتَ تَوْرکْ جا، تَعَالْ بمعنی فعل امر قَبْلَ آتَمَّ بمعنی اِنْ كَيْفَ تَوْرکْ جا، ضَہْ بمعنی اُسْكُكْ تو چپ ہو جا، تَوْرکْ بمعنی اَنْزِرْ کو ہاں سے بدل کر ہینو بھی کہتے ہیں بمعنی اَمْرِضْ فِیْ خَدِیْنِکَ اپنی گنگلو میں جاری رہ نہ کہ بمعنی خَلِّکْ اس لیے کہ یہ متحدی ہے، قَدْ بمعنی فعل امر

اسکا لفظ انصاف (ص ۱۳۳)

یہ کہ اصل اِسْكُكْ جیسا کہ لوگ کہتے ہیں اس لیے کہ یہ متحدی ہے اور نہ غیر متحدی یعنی لازم ہے ۱۳۶

اِنَّهٗ تَوْرِكْ جَاءَ عَلَيكَ بِمَعْنَى فَعَلَ اَمْرًا لَزِمًا تَوَلَّاهُ مَكْرًا، لَمَّا تَوْنَكَ بِمَعْنَى خُذْ تَو كَبْرًا، هَا بِمَعْنَى خُذْ تَو كَبْرًا، اَلَيْكَ بِمَعْنَى فَعَلَ اَمْرًا تَنَحَّ عَنِ الطَّرِيقِ، تَو رَاسْتَهٗ سَهْمًا جَاءَ اِسَى طَرَحَ كَبْحَ اِسْمَاءِ اَفْعَالٍ بِمَعْنَى فَعَلَ مَاضِي يَهٗ هِيَ، جَيْسَ سَرَعَانَ بِمَعْنَى فَعَلَ مَاضِي سَرَعَ اِسْ نَهٗ جَلْدِي كِي، اُفْ اَوْرُنْتُ بِمَعْنَى فَعَلَ مَاضِي تَضَجَّرْتُ مِيں تَحْكُ دَلْ هُوَ، هَيْتَ بِمَعْنَى تَهَيَّأْتُ مِيں تِيَارْ هُوَ۔

اور مزید اسمائے اصوات یہ ہیں، جیسے مَآءِ ہرن کی آواز کے لیے اور شَيْبِ اُونٹ کو پانی پلانے کے لیے بولتے ہیں لَطَقُ پتھر کی آواز کو نقل کرنے کے لیے اور قَبْ تلواری مارنے کے وقت کی آواز کو کہتے ہیں اور كَخْ كَخْ تھوکنے کی آواز کو نقل کرنے کے لیے بولتے ہیں۔

ششم اسمائے ظروف، ظرف زمان: چوں اِذْ وَاِذَا وَ مَتَى وَ كَيْفَ وَاَيَّانَ وَ اَمْسَ وَ مَدَّ وَ مُنَدُّ وَ قَطُّ وَ عَوْضُ وَ قَبْلُ وَ بَعْدُ وَ تَتِيكِيهٗ مَضَافٌ بِاشْتِدَادٍ مَضَافٌ اِلَيْهٖ مَحذُوفٌ مَنُوِيٌّ بِاشْتِدَادٍ، وَظَرْفُ مَكَانٍ: چوں حَيْثُ وَ قَدَامُ وَ تَحْتُ وَ فَوْقُ وَ تَتِيكِيهٗ مَضَافٌ بِاشْتِدَادٍ مَضَافٌ اِلَيْهٖ مَحذُوفٌ مَنُوِيٌّ بِاشْتِدَادٍ۔

ترجمہ: چھٹی قسم اسمائے ظروف، ظرف زمان جیسے: اِذْ وَاِذَا وَ مَتَى وَ كَيْفَ وَاَيَّانَ وَ اَمْسَ وَ مَدَّ وَ مُنَدُّ وَ قَطُّ وَ عَوْضُ وَ قَبْلُ وَ بَعْدُ جس وقت کہ مضاف ہوں اور مضاف ایلہ محذوف منوی ہو، اور ظرف مکان جیسے: حَيْثُ وَ قَدَامُ وَ تَحْتُ وَ فَوْقُ جس وقت کہ مضاف ہوں اور مضاف ایلہ محذوف منوی ہو۔

سوال (۱): اسمائے ظروف کی لغوی و اصطلاحی تعریف بیان کریں اور ساتھ میں اس کی دونوں قسموں کی بھی تعریف کریں؟

جواب (۱) ظرف کے لغوی معنی برتن کے ہیں، اور اصطلاح میں اسمائے ظروف وہ اسماء ہیں جو فعل کے واقع ہونے کی جگہ یا وقت کو بتائیں۔

پھر اسمائے ظروف کی دو قسمیں ہیں، (۱) ظرف زمان جو فعل کے واقع ہونے کے وقت اور زمانہ کو بتائیں (۲) ظرف مکان جو فعل کے واقع ہونے کی جگہ اور مکان کو بتائیں۔

سوال (۲) ظروف زمان کے تمام الفاظ کا ترجمہ مثالوں کی روشنی میں بیان کریں، نیز قبل و بعد کی کتنی حالتیں ہیں اور یہ کس حالت میں مبنی ہیں ضرور بتائیں؟

جواب (۲) اسمائے ظروف زمان یہ ہیں، اِذَا اور اِذَا (جس وقت کہ) جیسے: جِئْنَاكَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ میں تیرے پاس آیا جس وقت کہ سورج طلوع ہوا، اور اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ جس وقت کہ اللہ کی مدد آئے گی، اور مَتَى (جس وقت اور کس وقت) جیسے: مَتَى تَصُومُ أَصُمُّ جس وقت تو روزہ رکھے گا میں بھی رکھوں گا، اور مَتَى تُسَافِرُ؟ تو کس وقت سفر کرے گا؟ کَيْفَ (کس طرح) جیسے: كَيْفَ خَالَكَ تَمِيرِي حالت کس طرح ہے؟ اَيَّانَ (کس وقت) جیسے اَيَّانَ يَوْمَ الدِّينِ قِيَامَتِ كَادَنَ کس وقت ہوگا، اَمْسِ (گذشتہ کل) جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ اَمْسِ زَيْدٌ گزشتہ کل میرے پاس آیا، مِذٌّ وَمِنْذٌ (سے) دونوں فعل کے واقع ہونے کی اول مدت بتانے کے لیے آتے ہیں جیسے: مَا لَقِبْتُهُ مِنْذٌ يَوْمَ الْعِيدِ میں نے اس سے عید کے دن سے ملاقات نہیں کی، مَا رَأَيْتُهُ مِنْذُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ میں نے اس کو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا، قَطُّ (کبھی) جیسے: مَا غَبِثُ عَنِ الْبُرْسِ قَطُّ میں کبھی سبق سے غیر حاضر نہیں رہا، عَوْضٌ (کبھی) جیسے: لَا اَسْتَعِيْ اِلَى اَحَدٍ عَوْضٌ میں کبھی کسی کو نہیں ستاؤں گا، فقط اور عوض میں فرق یہ ہے کہ قطماضی منفی پر اور عوض مضارع منفی پر داخل ہوتا



ہے، قَبْلُ (پہلے) اور بَعْدُ (بعد میں) جیسے: لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ بَعْدُ، حکم اللہ ہی کے لیے ہے ہر چیز سے پہلے اور ہر چیز کے بعد۔

ظروف زمان میں سے ہر ایک بہر حال جنی ہے سوائے قَبْلُ اور بَعْدُ کے کہ ان کی تین حالتیں ہیں دو حالتوں میں معرب اور ایک حالت میں جنی ہیں، اس لیے کہ یا تو وہ کسی اسم کی طرف مضاف ہو گئے یا نہیں اگر مضاف نہ ہوں تو یہ صورت معرب ہے جیسے: رَبُّ بَعْدِ كَمَا خَيْرًا مِنْ قَبْلِ، بسا اوقات بعد میں ہونا پہلے ہونے سے بہتر ہوتا ہے، اور اگر مضاف ہوں تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو ان کا مضاف الیہ لفظوں میں مذکور ہوگا یا محذوف ہوگا، اگر مضاف الیہ لفظوں میں مذکور ہو تو یہ صورت بھی معرب ہے، جیسے: جِئْتُ مِنْ قَبْلِ زَيْدٍ وَ مِنْ بَعْدِ عَمْرٍو، میں زید سے پہلے آیا اور عمرو کے بعد، اور اگر مضاف الیہ محذوف ہو تو بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو لفظاً محذوف ہونے کے ساتھ دل میں موجود ہوگا یا نہیں، اگر محذوف ہونے کے ساتھ دل میں موجود ہو تو صرف یہ صورت جنی ہے اور جنی علی الضم ہوگی، جیسے: لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ بَعْدُ کہ یہاں قَبْلُ اور بَعْدُ کے بعد "كُلُّ شَيْءٍ" مضاف الیہ محذوف ہے، مگر وہ ہمارے دل میں موجود ہے، اور اس کی شکل یوں ہے: لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلِ كُلِّ شَيْءٍ وَ مِنْ بَعْدِ كُلِّ شَيْءٍ، اور اسی طرح أَمَّا بَعْدُ ہے کہ اصل میں أَمَّا بَعْدُ الْحَمْدُ وَالصَّلَاةُ ہے، الْحَمْدُ وَالصَّلَاةُ مضاف الیہ لفظاً محذوف ہے مگر دل میں موجود و مقصود ہیں اور اگر مضاف الیہ نہ لفظاً مذکور ہو نہ دل میں موجود ہو بلکہ نسیاً منسیاً ہو یعنی کھل بھلا دیا گیا ہو، تو یہ صورت پہلی صورت میں داخل ہے اور معرب ہے۔

سوال (۳): ظُروف مکان یعنی حَيْثُ، قُدَّامُ، تَحْتُ اور فَوْقُ کو مثال اور ترجمہ

مثال کے ساتھ بیان کریں اور بتائیں کہ قَلَامٌ، نَحْتُکَ فَوْقِی کی کتنی حالتیں ہیں اور

پس حالت میں بنتی ہیں؟

جواب (۳): اس کے طرف مکان یہ ہیں خَبْتُکَ (جس جگہ) جیسے: اِجْلِسْ خَبْتُکَ  
 جُلَسَ زَیْدًا، تو بیٹھ جس جگہ زید بیٹھا ہے، اور قُمْتُ خَبْتُکَ زَیْدًا قَائِمًا تو کھڑا ہو جس  
 جگہ زید کھڑا ہے، خَبْتُکَ ہر حال میں بنتی ہے اور اس کی اضافت ہونا لازم ہے اگر  
 اس کی اضافت جملہ کی طرف ہوتی ہے خواہ اس کا مضاف الیہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ  
 ہو جیسا کہ مذکورہ مثال میں خَبْتُکَ مضاف اور جُلَسَ زَیْدًا جملہ فعلیہ بتاویل مصدر  
 ہو کر اس کا مضاف الیہ ہے اور اصل یوں ہے: اِجْلِسْ خَبْتُکَ جُلُوسٍ زَیْدًا ای  
 مکانِ جُلُوسٍ زَیْدًا، اور کبھی مفرد کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے جیسے: اَمَّا نَرَى  
 خَبْتُکَ زَیْدًا جَلِیْسًا کیا تو زید کی جگہ کو نہیں دیکھتا ہے اس حال میں کہ وہ بیٹھا ہوا  
 ہے مَقْلَامٌ (آگے کی جگہ) جیسے زَیْدًا قَلَامٌ زَیْدًا آگے ہے یا جیسے: مَنْ یَمْشِی قَلَامٌ  
 یَا آگے کون جا رہا ہے، نَحْتُکَ (نیچے کی جگہ) جیسے: زَیْدًا نَحْتُکَ زَیْدًا نیچے ہے،  
 اور فَوْقِی اوپر کی جگہ جیسے: زَیْدًا فَوْقِی زَیْدًا اوپر ہے۔

قَلَامٌ، نَحْتُکَ اور فَوْقِی کی بھی تین حالتیں ہیں ایک حالت میں بنتی اور  
 دو حالتوں میں معرب ہیں، اس لیے کہ یہ تینوں یا تو کسی اسم کی طرف مضاف ہوں  
 گے یا نہیں اگر کسی کی طرف مضاف نہ ہوں تو یہ صورت معرب ہے جیسے قَامٌ  
 زَیْدًا قَلَامٌ زَیْدًا آگے کھڑا ہوا جُلَسَ زَیْدًا نَحْتُکَ زَیْدًا نیچے بیٹھا، صَبَعًا زَیْدًا فَوْقِی زَیْدًا  
 اوپر چڑھا، اور اگر تینوں کسی کی طرف مضاف ہوں تو پھر دو حال سے خالی نہیں، یا تو  
 ان کا مضاف الیہ لفظوں میں مذکور ہوگا یا محذوف ہوگا اگر مضاف الیہ لفظاً مذکور ہو تو یہ  
 صورت بھی معرب ہے جیسے زَیْدًا قَلَامٌ الفَرَسِ زَیْدًا گھوڑے کے آگے ہے، السَّمَاءُ

فَوْقًا آسَمَانِ ہمارے اوپر ہے، الْجَنَّةُ تَحْتَ أَقْدَامِ الْأَمْهَاتِ جنتِ ماکوں کے قدموں کے نیچے ہے، مذکورہ صورتوں میں اسمائے ظروف مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں، اور اگر ان کا مضاف الیہ محذوف ہو تو بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو دل میں موجود ہوگا یا نہیں پس اگر محذوف ہونے کے ساتھ دل میں موجود مقصود ہو تو یہ صورت معنی ہے، اور معنی علی الغم ہے جیسے قَامَ النَّاسُ قُلَامًا لُؤْكَ آگے کھڑے ہوئے، قُلَامٌ کے بعد یہاں الشجرۃ محذوف ہے، جو دل میں موجود ہے اور جَلَسَ زَيْدٌ تَحْتَ زَيْدٍ نِجْمًا بیٹھا، یہاں بھی الشجرۃ محذوف ہے جو دل میں موجود ہے، اور صَبَعُ زَيْدٌ فَوْقَ زَيْدٍ اور پڑھا، یہاں الیٰسْبِرِ محذوف منوی ہے جو فَوْقٌ کا مضاف الیہ ہے پس اس صورت میں ان کو معنی علی الغم اس لیے کیا گیا کہ مضاف الیہ محذوف ہونے کی صورت میں ان کے اندر نقصان اور کمزوری آگئی، لہذا ضمہ کو لائے اس لیے کہ وہ ثقل حرکت ہے اس نے اس کمزوری کو دور کر دیا، ورنہ تو معنی کا اصل اعراب سکون ہے لہذا معنی علی السکون ہونا چاہئے تھا مگر چونکہ وہ ضمہ کے مقابلہ میں اخف ہے اور اگر مضاف الیہ لفظاً محذوف ہو اور دل میں بھی موجود مقصود نہ ہو تو یہ صورت پہلی صورت میں داخل ہے اور معرب ہے۔

قَبْلُ و بَعْدُ، قُلَامٌ و فَوْقٌ یہ تمام مضاف الیہ کے محذوف منوی ہونے کی صورت میں مضاف الیہ کے محتاج ہوتے ہیں لہذا احتیاج میں حرف کے مشابہ ہوئے پس معنی اصل حرف کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے معنی ہو گئے، اور حَيْثُ چونکہ اکثر جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اور جملہ کی طرف مضاف ہونا حقیقت میں اس کا مصدر کی طرف مضاف ہونا ہے جس کو وہ جملہ اپنے اندر لیے ہوئے ہے، پس اِجْلِسُ حَيْثُ جَلَسَ زَيْدٌ کے معنی اِجْلِسُ حَيْثُ جُلُوسِ زَيْدٍ ہیں، اگرچہ

خَبْرٌ بظاہر جملہ کی طرف مضاف ہے مگر جملہ کی طرف اس کی اضافت نہ ہونے کے وجہ میں ہے، اس لیے کہ حقیقتاً مضاف الیہ مصدر ہے اور وہ محذوف ہے پس اس لیے یہ بھی قَبْلُ وَبَعْدُ وغیرہ کے مشابہ ہو گیا کہ جن کا مضاف الیہ محذوف ہوتا ہے اور جس طرح وہ مضاف الیہ کے محتاج ہوتے ہیں یہ بھی مضاف الیہ کا محتاج ہوا اور اس طرح احتیاج میں جنی اصل کے ساتھ مشابہ ہو گیا، اور اِذَا وَاِذَا دُونوں اپنی وضع کے اعتبار سے حرف کے مشابہ ہیں اس لیے کہ مِنْ وَالْمِنْ کے وزن پر ہیں اس طرح جنی اصل کے مشابہ ہوئے، نیز متنی حرف شرط اور حرف استفہام کے معنی کو مضمّن ہونے اور اَتَانِ حرف استفہام کے معنی کو شامل ہونے کی وجہ سے جنی اصل حروف کے ساتھ مشابہ ہیں، اور اَنْسِ بھی حرف کے مشابہ ہے اس طرح کہ اصل میں اَلْاَنْسِ تھا حرف تعریف لام کو مقدر کر دیا پس اَنْسِ حرف لام کو مضمّن ہونے کی وجہ سے جنی ہوا اور مُذُو مُنْذُ اسمائے ظروف مشابہ ہیں اس مُذُ وَ مُنْذُ سے جو حروف جارہ میں سے ہیں، پس یہ بھی حروف کے مشابہ ہو گئے، رِہَاقَطُ تو یہ اپنی وضع کے اعتبار سے حرف کے مشابہ ہے اس لیے کہ اس میں دو لغتیں ہیں قَطُ بِالْاَلْطِيفِ اور قَطُ بِالْعَدِيدِ پس قَطُ مُخَفَّفٌ دو حرفی ہونے میں اپنی وضع کے اعتبار سے حرف کے مشابہ ہے، اور قَطُ مُشَدِّدٌ وَلِغَطَا وَمَعَاظِفُ مُخَفَّفٌ کے مشابہ ہے اور مُخَفَّفٌ حرف کے مشابہ ہے تو مُشَدِّدٌ بھی مُخَفَّفٌ کے ساتھ مشابہت کے واسطے سے حرف کے مشابہ ہو گیا، اور حرف ہے جنی اصل تو اس کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے قَطُ بھی جنی ہو گیا، بِجَاغَوْضُ تو یہ بھی ان اسماء میں سے ہے جو مقطوع الاضافہ ہوتے ہیں یعنی ان کا مضاف الیہ محذوف ہوتا ہے جیسے قَبْلُ وَبَعْدُ، پس یہ مضاف الیہ کا محتاج ہوا اور اس طرح احتیاج میں جنی اصل حرف کے مشابہ ہو گیا خلاصہ کلام یہ کہ تمام اسمائے

ظروف خواہ زمانیہ ہوں یا مکانیہ جنی اصل حروف کے مشابہ ہیں۔

ہفتم اسمائے کنایات چوں کَم، کَذَا، کنایت از عدد وَ کَيْت، وَ ذَيْت از حدیث ہفتم مرکب بنائی چوں: أَخَذَ عَشْرًا.

ترجمہ: ساتویں قسم اسمائے کنایات ہیں جیسے: کَم، اور کَذَا عدد سے کنایہ ہمارے کَيْت وَ ذَيْت بات سے کنایہ ہے، آٹھویں قسم مرکب بنائی ہے جیسے أَخَذَ عَشْرًا (گیارہ)

سوال (۱) اسمائے کنایہ کی اصطلاحی تعریف بیان کریں نیز اس کی کتنی قسمیں ہیں یہ بھی بتائیں پھر ہر ایک قسم کو مع مثال و ترجمہ مثال بیان کریں؟ اور آخر میں اس کی بھی وضاحت کریں کہ اسمائے کنایہ کس جنی اصل سے مشابہ ہیں؟

جواب (۱): اسمائے کنایہ وہ اسماء ہیں جو عدد مبہم یعنی گول مول عدد یا حدیث مبہم یعنی گول مول بات پر دلالت کریں جیسے: کَم وَ کَذَا معنی اتنا اتنا، پھر اسمائے کنایہ کی دو قسمیں ہیں، اول کنایہ عدد سے ہو اور اس کے لیے کم و کذا آتے ہیں، کم کی دو قسمیں ہیں اول کم خبریہ جیسے: کَم مَالٍ اَنْفَقْتَهُ، میں نے کتنا ہی مال خرچ کر دیا، دوسری کم استفہامیہ جیسے: کَم رُوْبِيَّةٌ عِنْدَكَ تيرے پاس کتنے روپے ہیں؟ کذا صرف خبریہ ہوتا ہے جیسے: عِنْدِي كَذَا دِرْهَمًا ميرے پاس اتنے درہم ہیں، دوسری قسم کنایہ بات چیت اور گفتگو سے اور اس کے لیے کَيْت وَ ذَيْت آتے ہیں، اور یہ دونوں لفظ اکثر مکرر آتے ہیں اور کبھی مفرد بھی، نیز حرف عطف کے ساتھ اور بغیر حرف عطف کے دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں جیسے: اَخْبَرْتَنِي كَيْتَ كَيْتَ اس نے مجھ سے ایسی خبر دی مَفِيْمٌ ذَيْتٌ وَ ذَيْتٌ میں نے ایسا اور ایسا سمجھا۔

اسمائے کنایہ میں سے کم استفہامیہ حرف استفہام کے معنی کو مضمّن ہونے کی

وجہ سے معنی اصل حرف کے مشابہ ہے، اور کم خبریہ چونکہ لفظ کم استفہامیہ کے مشابہ ہے اس لیے اس کو بھی اسی پر محمول کیا گیا، اور کذا چونکہ کاف تشبیہ اور ذام اسم اشارہ سے مرکب ہے اور یہ دونوں الگ الگ معنی ہیں لہذا ان کا مجموعہ کذا بھی معنی ہوگا، اور کیت و ذیت اس لیے معنی ہیں کہ ان کا استعمال اس جملہ کی جگہ میں ہوتا ہے کہ جس جملہ سے ان کے ذریعہ کنایہ کیا جاتا ہے مثلاً استاذ صاحب نے آپ کو یہ جملہ بتایا "الْعُرْفُ اُمُّ الْغُلُوْمِ وَالنَّخْوُ اُمُّوْهَا" اب آپ کیت کے ذریعہ اس جملہ سے کنایہ کر کے یوں کہیں کہ "قَالَ الْاَسْتَاذُ: كَيْتٌ وَ كَيْتٌ، تُوْدِيْكُمْ هُوَ اس جملہ کی جگہ آپ کنایہ کے لیے کیت لے آئے تو کیت جملہ کی جگہ میں واقع ہوا اور جملہ مطلق جملہ ہونے کی حیثیت سے علامہ زحشرتی کے نزدیک معنی ہے اور جو معنی کی جگہ میں واقع ہو یعنی اس کا قائم مقام ہو وہ بھی معنی ہوگا پس کیت و ذیت بھی معنی ہونگے۔

سوال (۲) کم خبریہ اور کم استفہامیہ کی تمیز کا اعراب بیان کریں اور بتائیں کہ ان کی تمیز مفرد ہوگی یا جمع، نیز ان کی تمیز پر من جارہ داخل کرنا کیسا ہے؟

جواب (۲): کم خبریہ کی تمیز مفرد یعنی واحد ہوتی ہے اور مجرور ہوتی ہے جیسا کہ مثال گزری اور کبھی اس کے برخلاف واحد کے بجائے جمع بھی ہوتی ہے جیسے: كَتَبْتُ كِتٰبًا قَرَأْتَهَا مِنْ نَعْتِيْ هِيَ كِتَابِيْنَ پڑھ لیں، کم استفہامیہ کی تمیز مفرد اور منصوب ہوتی ہے جیسا کہ مثال گزری اور کم خبریہ کی تمیز مفرد و جمع دونوں پر من بیانیہ کا داخل کرنا جائز ہے اور اگر کم اور اس کی تمیز کے درمیان فعل متعدی کے ذریعہ فصل ہو تو اس وقت تمیز پر من داخل کرنا واجب اور ضروری ہے جیسے: وَ كَتَبْتُ اَهْلًا كُنَّا مِنْ قَرِيْبَةٍ تاکہ تمیز کا مفعول بہ کے ساتھ اشتباہ نہ ہو اور کبھی بوقت قرینہ تمیز کو حذف کر

دیا جاتا ہے جیسے: بِكُمْ تَبِيعَ الْكِتَابِ کتاب کتنے میں پھوگے؟ کہ اصل میں بِكُمْ رُوْبِيَّةٌ تَبِيعٌ ہے اور جب کم استظہامیہ پر مبنی جارہ داخل ہو جائے تو تمیز کو منسوب اور مجرد دونوں طرح پڑھنا جاتا ہے جیسے: فَبِى كُمْ يَوْمٌ وَ فَبِى كُمْ يَوْمًا وَ ضَلَّتْ اَوْ بِكُمْ رُوْبِيَّةٌ وَ بِكُمْ رُوْبِيَّةٌ تَبِيعٌ؟

سوال (۳) مرکب بنائی کی اصطلاحی تعریف مع مثال بیان کریں؟

جواب (۳): مرکب بنائی وہ مرکب ہے جس میں دو اسموں کو ملا کر ایک کر دیا گیا ہو اور دوسرا اسم کسی حرف کو حضمن ہو جیسے: أَخَذَ عَشْرًا کہ اصل میں أَخَذَ وَ عَشْرًا تھا یہ حرف واؤ کو حضمن ہونے کی وجہ سے مبنی اصل کے مشابہ ہے، پس اسمائے ممکنہ کی سات قسمیں (اسمائے افعال کو چھوڑ کر) مبنی اصل حرف کے مشابہ ہیں اس لیے کہ جس طرح حرف محتاج ہے اسی طرح یہ بھی سب اپنے معنی سمجھانے میں کسی نہ کسی درجہ میں دوسرے کی محتاج ہیں اور اسمائے افعال بمعنی فعل امر مبنی اصل فعل امر کے مشابہ اور بمعنی فعل ماضی مبنی اصل فعل ماضی کے مشابہ ہے۔

**فصل** بدانکہ اسم برد و ضرب است، معرفہ و نکرہ معرفہ آنست کہ موضوع

باشد برائے چیزے معین و آن بر ہفت نوع است اول: مضمرات دوم: اعلام چوں زید و عمرو سوم: اسمائے اشارات چہارم: اسمائے موصولہ و ایں دو قسم را مہمات گویند پنجم: معرفہ بند چوں يَا زَجْلُ ششم: معرفہ بالف لام چوں الرَّجُلُ ہفتم: مضاف یکے از ہما چوں غلامۃ و غلام زید و غلام ہذا و غلامُ الَّذِي عِنْدِي وَ غلامُ الرَّجُلِ و نکرہ آنست کہ موضوع باشد برائے چیزے غیر معین۔

**ترجمہ**: واضح ہو کہ اسم کی دو قسمیں ہیں معرفہ اور نکرہ، معرفہ: وہ اسم ہے جو کسی

حصین حج کے واسطے موضوع ہوا اس کی سات قسمیں ہیں پہلی قسم: ضمیریں، دوسری قسم: اعلام (نام) جیسے: زید اور عمرو تیسری قسم: اسمائے اشارات، چوتھی قسم: اسمائے موصولہ ان دو قسموں کو مسمیات کہتے ہیں، پانچویں قسم: معرفہ بنما جیسے یا زجل چھٹی قسم: معرفہ باللام جیسے الزجل آٹھویں قسم: ان سات قسموں میں سے کسی کی طرف مضاف ہو جیسے: غُلامًا (اس کا قلام) کو غُلامٌ زید (زید کا قلام) کو غُلامٌ هذا (اس کا قلام) کو غُلامٌ الہدیٰ جنیدی (اس شخص کا غلام جو میرے پاس ہے) کو غُلامٌ الرجل (مرد کا قلام)۔

سوال (۱): معرفہ و نکرہ کی تعریف اور اقسام معرفہ کی تعداد بیان کرنے کے بعد بتائیں کہ مضمرات کو سب پر مقدم کیوں کیا اور مضمر کو مضمر کیوں کہتے ہیں، نیز غَلَمٌ کی اصطلاحی تعریف بیان کریں اور بتائیں کہ علم کتنی طرح کے ہیں اور علم کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب (۱): تعریف و تکمیر کے اعتبار سے اسم کی دو قسمیں ہیں معرفہ و نکرہ معرفہ وہ اسم ہے جو کسی معین و مخصوص چیز پر دلالت کرے جیسے: زید و عمرو مخصوص آدمیوں کے نام اور نکرہ وہ اسم ہے جو کسی غیر معین چیز پر دلالت کرے جیسے: زجل (کوئی مرد) نَزَمَ (کوئی گھوڑا) نکرہ کا ترجمہ کوئی، کوئی ایک، چند کچھ وغیرہ الفاظ سے کیا جاتا ہے اور معرفہ کا ترجمہ مطلق ہوتا ہے اس میں لفظ خاص یا مخصوص لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ یہ چیز محض بھیجی جاتی ہے۔

اسم معرفہ کی سات قسمیں ہیں پہلی قسم مضمرات جیسے: اَنَا و اَنْتَ و لَمْ و غیرہ مصنف نے مضمرات کو پہلے نمبر پر اس لیے بیان کیا کہ اس میں اعلیٰ درجہ کی معرفت ہوتی ہے بمقابلہ باقی چھ قسموں کے، اور اس کو مضمر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اَنْعَمَ از باب الفعل معنی چھپانا ہے اور چونکہ مضمرات قلیل الحروف ہیں اور وہ حروف بھی



زیادہ تر مہوسہ ہیں جیسے: کاف، تاء، ہاء، اور صفت خمس خفی اور پوشیدہ آواز کا نام ہے اس لیے اس کو مضمّر کہتے ہیں۔

دوسری قسم اعلام: علم وہ اسم معروف ہے جو ابتداء ہی متعین ہونے کے لیے وضع کیا گیا ہو بعد میں الف لام داخل کر کے یا اضافت وغیرہ کے ذریعہ متعین نہ ہوا ہو جیسے: زَيْدٌ عَمْرُوٌّ تَاكِرُ الرَّجُلُ وَغُلَامُ الرَّجُلِ۔

علم چار طرح کے ہوتے ہیں (۱) مفرد جیسے: مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَرَافِعٌ (۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام (۲) مرکب جیسے: عَبْدُ اللَّهِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ وَمُجَاهِدُ الْإِسْلَامِ (۳) مرکب منع صرف جیسے: بَعْلَبُكَ وَرَشِيدُ أَحْمَدَ وَمُحَمَّدٌ قَاسِمٌ (۴) مرکب اسنادی جیسے: أَحْمَدُ لِلَّهِ وَمَا شَاءَ اللَّهُ وَشَابٌ قَرْنَا هَا (اس عورت کی دونوں چوٹیاں سفیدی سے بھڑک اٹھیں) جب کہ کسی کے نام رکھ دیئے جائیں۔

پھر علم کی پانچ قسمیں ہیں پہلی قسم لقب اور وہ ایسا اسم معروف ہے جو عظمت کو ظاہر کرے جیسے: حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کے لیے اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کے لیے یا ذلت کو ظاہر کرے جیسے: اخفش (چندھا) ثقفہ (تھکنا) دوسری قسم کنیت اور وہ ایسا اسم ہے کہ جس کے شروع میں اب، ام یا ابن آئے، جیسے: أَبُو بَكْرٍ أُمُّ أَيُّمَنَ، ابْنُ عُمَرَ، هَمْرَةُ ابْنِ كَعْبٍ کے حذف واثبات کے متعلق چار قاعدے ہیں، قاعدہ (۱): اگر ابن دو علموں کے درمیان واقع ہو اور علم جانی علم اول کا باپ ہو تو ابن کا ہمزہ حذف ہو جائے گا جیسے: مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بشرطیکہ ابن سطر کے بالکل شروع میں نہ ہو، قاعدہ (۲): اگر دو علموں کے درمیان

داخل نہ ہو تو ابن کا ہمزہ ثابت رہے گا جیسے: خابند ابن العلام (حامد کسان کا بیٹا) (۳) یا دو علموں کے درمیان تو ہو مگر دوسرا پہلے کا باپ نہ ہو جیسے: عنسی ابن مرثدہ، عند اللہ بن نون ابن سنون، اس مثال میں اسی تو مہر اللہ کا باپ ہے اس لیے ان کے درمیان ہمزہ ابن حذف ہو گیا لیکن سنون ابن کا باپ نہیں بلکہ اس کی دلدی ہے اس لیے ان کے درمیان ابن کا ہمزہ ثابت ہے، قاعدہ (۴) اگر ابن سطر کے شروع میں آجائے تو بھلے ہی دو علموں کے درمیان ہو اور دوسرا پہلے کا باپ ہو مگر ہمزہ ثابت رہے گا جیسے: خابند ابن ولید، یہ فرض کر لو کہ ابن یہاں سطر کے شروع میں ہے۔

علم کی تیسری قسم "تقصیر" ہے اور وہ ایسا اسم معروف ہے جو شعراء اپنے لیے متعین کر لیتے ہیں جیسے: قاتب قاری صدیقی احمد ہاندوٹی کے لیے اور مجذوب خواجہ عزیز الحسن صاحب کے لیے۔

چوتھی قسم عرف: وہ اسم معروف ہے کہ جس کے ذریعہ عوام الناس میں شہرت حاصل ہو جائے جیسے: حضرت بی، مولانا الیاس صاحب کا ندھلوی کے لیے، اور حاجی بی سید الطائفہ حاجی امداد اللہ صاحب کے لیے۔

پانچویں قسم نسبت ہے کبھی نسبت ہی کے ساتھ آدمی مشہور ہو جاتا ہے جیسے: حضرت گنگوہی حضرت تھانوی حضرت مدنی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

سوال (۲): معروف کی باقی پانچوں قسم کو مع امثلہ بیان کریں ہر ایک سے متعلق ضروری تفصیل بھی ذکر کریں نیز بتائیں کہ مصنف نے "مضامین ہیگی از۔ مہا" سے کس کو خارج کیا ہے اور کیوں؟

جواب (۲): معرفہ کی تیسری قسم اسم اشارہ ہے اسم اشارہ اور مشد الیہ کی تعریف پیچھے گزر چکی ہے، اسم اشارہ و مشد الیہ دونوں اعراب، تذکیر و تانیث، واحد و ثنیہ و جمع میں یکساں ہوتے ہیں جیسے *هَذَا الرَّجُلُ وَ هَذَانِ الرَّجُلَانِ وَ هَذِهِ الْمَرْءَةُ وَ هَذَانِ الْمَرْءَاتُ*۔ کبھی اسم اشارہ کے شروع میں ہائے تنبیہ بھی لاتے ہیں تاکہ مخاطب کو فطرت سے نکال کر اپنی طرف متوجہ کریں، جیسے *هَذَا* کہ اصل ذا ہے بعض لوگ غلطی سے *هَذَا* پورے کو اسم اشارہ کہتے ہیں، حالانکہ *هَذَا* الگ حرف ہے اور *دا*، بلکہ اسم ہے کیونکہ اگر *ح* اسم اشارہ ہوتا تو حذف نہ ہوتا اس لیے کہ حرف اصلی حذف نہیں ہوتا کہ *ز* سے *ذ* کو حذف نہیں کر سکتے حالانکہ *دالک* سے *ها* حذف ہو گیا۔

بعض اسمائے اشارات کے شروع میں ہائے تنبیہ تو نہیں آتا البتہ آخر میں حرف خطاب آتا ہے اور اسمائے اشارات کی طرح حروف خطاب بھی چہ ہیں وہ یہ ہیں *ك، كَمَا، كَمْ، كَ، كَمَا، كُنْ، ياد رہے کہ یہ ہمارے نہیں ہیں بلکہ حروف خطاب یہ ہیں یہی وجہ ہے کہ اسم اشارہ واحد پر یہ ثنیہ و جمع بھی داخل ہو جاتے ہیں، اور یہ بھی ہائے تنبیہ کی طرح مخاطب کو متنبہ کرنے کے لیے آتے ہیں اور تذکیر و تانیث، واحد، ثنیہ و جمع میں مخاطب کے مطابق ہوتے ہیں مثلاً آپ کے مخاطب دو مذکر یا دو مؤنث ہیں تو آپ کہیں گے *ذَٰلِكَمَا بَكْرَاتٍ* (اے میرے دونوں مخاطبوں سنو کہ وہ کتاب ہے) اور جمع کے لیے جیسے اللہ کا قول: *ذَٰلِكُمْ اللَّهُ* (اے میرے مخاطب متنبہ ہو جاؤ کہ وہ اللہ ہے)*

معرفہ کی چوتھی قسم اسم موصول: تعریف گزر چکی ہے، اسم موصول اپنے صلہ اور ایک ضمیر عائد کا محتاج ہوتا ہے اس لیے کہ اسم موصول از قبیل مفرد ہے اور مفرد

لے جے معنی بتانے میں دوسرے کا محتاج ہوتا ہے اس لیے اسم موصول بھی اپنے معنی بتانے میں دوسرے کا محتاج ہوگا اس لیے موصول کے لیے صلہ ضروری ہے اور وہ صلہ جملہ ہوتا ہے اور ہر جملہ مرکب ہوتا ہے تو صلہ ہوا مرکب اور موصول ہے مفرد جیسا کہ معلوم ہوا، اب ان دونوں میں ربط اور تعلق پیدا کرنے کے لیے صلہ میں ایک ضمیر کا لانا ضروری ہوتا ہے جو موصول کی طرف لوٹے اور دونوں میں جوڑ پیدا کرے یہی وجہ ہے کہ بعض محویوں نے اسم موصول ہی کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ ایسا اسم ہے جو دو چیزوں کا محتاج ہو صلہ اور ضمیر عائد کا۔

اگر ضمیر عائد مقام مفعول میں واقع ہو تو اس کا حذف کرنا جائز ہے کیونکہ مفعول ہوتا ہے فضلہ اور جو اس کی جگہ واقع ہو یعنی اس کا قائم مقام ہو وہ بھی فضلہ ہو گا پس اس حالت میں ضمیر عائد فضلہ ہوگی اور فضلہ کا حذف جائز ہے لہذا ضمیر عائد کا حذف بھی جائز ہوگا پس جاء الذی ضربتہ (وہ شخص آیا جس کو میں نے مارا) کو جاء الذی ضربتہ کہا صحیح ہے۔

معرفہ کی پانچویں قسم معرفہ بنیٰ یعنی وہ اسم ہے جس کو حرف نداء داخل کر کے معرفہ بنا لیا گیا ہو جیسے: یا زجل، یاؤ لدا اس لیے کہ زجل اگرچہ نکرہ تھا مگر جب اس کو یا حرف نداء کے ذریعہ آواز لگائی تو وہ متعین ہو گیا کیونکہ آواز اسی کو دی جاتی ہے جو سامنے نظر آ رہا ہو یا زہن میں متعین ہو۔

معرفہ کی چھٹی قسم معرفہ بالف لام یعنی وہ اسم جس کو الف لام داخل کر کے معرفہ بنا لیا گیا ہو جیسے: بکتاب سے البکتاب اور قلتم سے القلم اور بعض لغت میں ہم بھی معرفہ کا قاعدہ دیتے ہیں اور الف لام تعریف کے حکم میں ہے۔ جیسے: لیس بین

ان کا کل میں ہوا منیٰ (ص ۱۵۴)

الفِرَّ الصَّنَامُ فِي السَّفَرِ (سفر میں روزہ رکھنا تنگی سے نہیں ہے) کا اصل میں لُتْرُ  
بَيْنَ الْبِرِّ الصَّنَامُ فِي السَّفَرِ ہے یہ لغت قبیلہ عمیر کی ہے۔

ساتویں قسم: ”مضاف یکجا از انواع ستہ سوائے معروفہ بندا“ ہے یعنی ایسا اسم  
جو معروفہ بندا کے علاوہ معروفہ کی چھ قسموں میں سے کسی کی طرف مضاف ہو تو وہ بھی  
معروفہ ہوگا جیسے: غُلَامَةٌ (اس کا غلام) غُلَامٌ هَذَا (اس کا غلام) غُلَامٌ زَيْدٌ (زید  
کا غلام) غُلَامٌ الَّذِي جَاءَ (اس کا غلام جو کہ آیا) غُلَامٌ الرَّجُلِ (مرد کا غلام)  
اسی طرح غُلَامٌ ابْنِ الرَّجُلِ (مرد کے لڑکے کا غلام)، مصنف نے عبارت  
”مضاف یکجا از ہما“ سے معروفہ بندا کو خارج کر دیا اس لیے کہ اس کی طرف  
اضافت نہیں ہو سکتی بلکہ اس کی طرف اضافت کرنا متنع ہے خواہ منادی حرف ندا کے  
ساتھ ہو یا حرف ندا کے حذف کے ساتھ ہو۔

سوال (۳): اسمائے اشارات اور اسمائے موصولات کو سمجھات کیوں کہتے ہیں؟  
جواب (۳): اسم اشارہ اور اسم موصول کو سمجھات اس لیے کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ  
استعمال کے وقت متعین چیز پر دلالت کرتے ہیں مگر دراصل وضع کے اعتبار سے ان  
میں ابہام اور عموم ہے اس لیے کہ ”ذ“ اسم اشارہ سے لاعلیٰ التعمین ہر ہر واحد مذکر کی  
طرف اشارہ کر سکتے ہیں، اور اسی طرح الذی اسم موصول ہے کہ لاعلیٰ التعمین ہر ہر  
واحد مذکر کے ساتھ اس کا وصل کرنا صحیح ہے پس معلوم ہوا کہ ان دونوں کے معنی میں  
ابہام ہے پھر اسم اشارہ کی مشارالہ کے ذریعہ اور اسم موصول کی وصلہ کے ذریعہ تعین  
و توضیح ہو جاتی ہے پس چونکہ یہ دونوں مشارالہ اور وصلہ کے بغیر مبہم رہتے ہیں اس  
لیے ان کو سمجھات کہتے ہیں۔

ہذا کہ اسم برد و صنف است مذکر و مؤنث، مذکر آنت کہ درو علامت تانیف نہ باشد چوں: زَجَلٌ و مؤنث آنت کہ درو علامت تانیف باشد چوں: امْرَأَةٌ علامت تانیف چہار است: تا چوں: طَلْحَةُ و الف مقصورہ چوں: حُبْلَى و الف ممدودہ چوں: حَمْرَاءٌ و تائے مقدرہ چوں: اَرْضٌ کہ در اصل اَرْضَةٌ بودہ است بدلیل اَرْضَةٌ زیرا کہ تصغیر اسماء را باصل خود برد و این را مؤنث سماعی گویند۔

و بدانکہ مؤنث برد و قسم است حقیقی و لفظی، حقیقی آنت کہ بازائے او حیوانے مذکر باشد چوں امْرَأَةٌ کہ بازائے او زَجَلٌ است و ناقۃ کہ بازائے او جَمَلٌ است و لفظی آنت کہ بازائے او حیوانے مذکر نہ باشد چوں: ظَلْمَةٌ و قُوَّةٌ۔

ترجمہ: واضح ہو کہ اسم کی دو قسم ہیں مذکر اور مؤنث مذکر وہ اسم ہے کہ جس میں مؤنث کی علامت نہ ہو جیسے: زَجَلٌ (ایک مرد) اور مؤنث وہ اسم ہے جس میں مؤنث کی کوئی علامت ہو جیسے: امْرَأَةٌ (ایک عورت) علامت تانیف چار ہیں: "ا" جیسے: طَلْحَةُ الف مقصورہ جیسے: حُبْلَى الف ممدودہ جیسے: حَمْرَاءٌ اور تائے مقدرہ جیسے: اَرْضٌ اصل میں اَرْضَةٌ ہے اَرْضَةٌ کی دلیل سے، اس لیے کہ تصغیر اسماء کو ان کی اصل پر لے آتی ہے اور اسے مؤنث سماعی کہتے ہیں۔

معلوم ہو کہ مؤنث دو قسم پر ہے حقیقی اور لفظی مؤنث حقیقی وہ مؤنث ہے جس کے مقابل کوئی مذکر حیوان ہو جیسے: امْرَأَةٌ کہ اس کے مقابل زَجَلٌ ہے ناقۃ اس کے مقابل جَمَلٌ ہے مؤنث لفظی وہ مؤنث ہے کہ اس کے مقابل کوئی حیوان مذکر نہ ہو جیسے: ظَلْمَةٌ (تاریکی) و قُوَّةٌ (طاقت)۔

سوال (۱): مذکر و مؤنث کی تعریف بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ مذکر مؤنث پر کیوں مقدم ہے؟

جواب (۱): یہاں سے مصنف اسم کی تذکیر و تانیث کے اعتبار سے دو قسمیں بیان فرما رہے ہیں، مذکر و مؤنث مذکر وہ اسم ہے جس میں علامات تانیث نہ ہوں جیسے: رَجُلٌ اور مؤنث وہ اسم ہے جس میں علامات تانیث ہوں جیسے: اِمْرَاةٌ، مذکر کی تعریف کو اس لیے مقدم کیا کہ وہ اشرف ہے بمقابلہ مؤنث کے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے الرَّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ (القرآن) نیز یہ بھی وجہ ہو سکتی ہیں کہ مذکر کی تعریف میں عدم کا پہلو ہے یعنی جس میں علامت تانیث نہ ہو اور مؤنث کی تعریف میں وجود کا پہلو ہے یعنی جس میں علامت تانیث ہو اور عدم کو وجود پر تقدم حاصل ہے، اس لیے کہ ہر چیز مسبوق بالعدم ہوتی ہے یعنی عدم کے بعد وجود میں آتی ہے اس وجہ سے مذکر کی تعریف کو مقدم کیا۔

سوال (۲): تانیث کی چاروں علامات مع امثلہ بیان کریں نیز الف مقصورہ و الف مدودہ میں کیا فرق ہے اور ساتھ میں مؤنث حقیقی و لفظی کی تعریف بھی کرتے چلیں؟

جواب (۲): تانیث کی چار علامتیں ہیں جہاں بھی اسم کے آخر میں ان میں سے کوئی علامت پائی جائے گی تو سمجھو کہ وہ اسم مؤنث ہے، (۱) گول تاء (ة) جیسے طَلْحَةُ (مرد کا نام) جاننا چاہیے کہ جب کوئی اسم مؤنث مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو اس پر مذکر کے احکام جاری ہوتے ہیں جیسے: جَاءَ طَلْحَةُ کہ فعل مذکر لایا گیا ہے اور جب اسم مذکر کو کسی مؤنث کا نام رکھ دیا جائے تو اس پر مؤنث کے احکام جاری ہوتے ہیں جیسے: جَاءَتْ نَسِیْمٌ (۲) الف مقصورہ (کھڑا زبر) اسم کے آخر میں ہو جیسے: حُبْلَى (حاملہ عورت) (۳) الف مدودہ (مد متصل) آخر میں ہو جیسے: حَمْرَاءُ (سرخ عورت) (۴) تائے مقدرہ یعنی چھپی ہوئی تاء آخر میں ہو جیسے: اَرْضٌ (زمین)۔ کہ اصل میں اَرْضَةٌ ہے۔

الف مقصورہ اور الف ممدودہ میں تین فرق ہیں (۱) الف مقصورہ کھنچ کر نہیں پڑھا جاتا جب کہ الف ممدودہ کھنچ کر پڑھا جاتا ہے (۲) الف مقصورہ کے آخر میں ہمزہ نہیں ہوتا جب کہ الف ممدودہ کے آخر میں ہمزہ ہوتا ہے (۳) الف مقصورہ حرکت کو قبول نہیں کرتا حالانکہ الف ممدودہ حرکت کو قبول کرتا ہے۔

الف مقصورہ برائے تانیث کی پہچان یہ ہے کہ وہ تین حرف کے بعد آتا ہے اور اللام کے لیے نہیں آتا نہ ہی زیادہ ہوتا ہے، جیسے: فَتَنِي أَرْطَى قَبَعْتَرِي تَوِيہ برائے تانیث نہیں ہوگا نیز الف مقصورہ علامت تانیث اس وقت شمار ہوگا جب کہ کلہ کا جز نہ ہو لہذا لفظ موسیٰ کے اندر الف مقصورہ چونکہ کلہ کا جز ہے اس لیے یہ برائے تانیث نہیں بلکہ یہ مذکر ہے۔

مؤنث کی دو قسمیں ہیں مؤنث حقیقی، مؤنث لفظی، مؤنث حقیقی ایسا اسم ہے کہ جس کے مقابلہ میں کوئی حیوان مذکر ہو جیسے: امْرَأَةٌ کہ اس کے مقابلہ میں رجل حیوان مذکر ہے اور ناقة (اونٹنی) کہ اس کے مقابلہ میں جَمَلٌ (اونٹ) حیوان مذکر موجود ہے، اور مؤنث لفظی وہ اسم ہے کہ جس کے مقابلہ میں کوئی حیوان مذکر نہ ہو اور بعض حضرات نے مؤنث حقیقی کی دوسری تعریف بھی کی ہے وہ یہ ہے کہ مؤنث حقیقی اس کو کہتے ہیں جو صاحب فرج ہو اور مؤنث لفظی اس کو کہتے ہیں جو صاحب فرج نہ ہو مطلب اس کا بھی وہی ہے اس لیے کہ جو چیز صاحب فرج ہوگی اس کے مقابلہ میں صاحب ذکر حیوان ضرور ہوگا اور جو صاحب فرج نہ ہو اس کے مقابلہ میں صاحب ذکر حیوان بھی نہیں ہوگا۔

سوال (۳): ظَلَمَةٌ وَ غَوَةٌ کی ضد کیا ہے اور اَرْضٌ کے مؤنث ہونے کی دلیل بھی



ہمان کریں اور کیا اس قسم کے اور کلمات بھی ہیں اگر ہوں تو ذکر کریں؟  
 جواب (۳): ظَلَمَةٌ مَوْنٌ لفظی ہے اور اس کے مقابلہ میں نوز مذکر ہے مگر حیوان  
 نہیں ہے پس مَوْنٌ لفظی حقیقتاً مَوْنٌ نہیں ہے لیکن چونکہ اس کے آخر میں علامت  
 تانیث تاء ہے اس لیے اس کی رعایت میں اس کو مَوْنٌ کہ دیا جاتا ہے۔

ارض کے مَوْنٌ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب کسی اسم کی اصلیت معلوم  
 کرنی ہو تو اس کے دو طریقے ہیں پہلا یہ کہ اس کی جمع نکسیر لائی جائے کیونکہ جمع نکسیر  
 اسم کو اس کی اصل پر لوٹا دیتی ہے جیسے: اَخٌ کی جمع نکسیر اخوة آتی ہے پس معلوم ہوا  
 کہ اَخٌ اصل میں اخو ہے تبھی تو جمع میں واؤ آیا ہے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اسم کی  
 تصغیر لائی جائے وہ بھی اسم کو اس کی اصل کی طرف لوٹا دیتی ہے پس جب ہم نے  
 عرب حضرات کے کلام میں ارض کی تصغیر معلوم کی تو ہمیں اس کی تصغیر ارضۃ ملی جو  
 کہ مَوْنٌ ہے پس معلوم ہوا کہ ارض اصل میں ارضۃ ہے تبھی تو اس کی تصغیر  
 ارضۃ تائے مدورہ کے ساتھ آئی ہے اور چونکہ اس کا کوئی قاعدہ نہیں ہے بلکہ صرف  
 عرب والوں سے ایسا سا گیا کہ وہ ارض کی تصغیر ارضۃ لاتے ہیں اس کی وجہ سے  
 اس مَوْنٌ کا نام مَوْنٌ سماعی رکھ دیا گیا ہے، ارض کی طرح مَوْنٌ سماعی کے اور  
 بھی بہت سے الفاظ آتے ہیں مثلاً سَقَرٌ اس کی تصغیر سَقِرَةٌ آتی ہے معنی جہنم عربیہ  
 مَوْنٌ سماعی کے الفاظ جاننے کے لیے ملاحظہ ہو معلم الانشاء جز اول (ص: ۱۳) اور مکمل  
 تفصیل کے لیے رجوع کریں مشکل ترکیبوں کا حل (ص: ۱۹۰ بحوالہ مل الشواہد ص: ۱۱)

بدانکہ اسم برہ صنف است واحد، وثنی وجمع، واحد آنت کہ دلالت کند بر  
 یکے چون رَجُلٌ وثنی آنت کہ دلالت کند بر دو سب آنکہ الف یا یائے ماقبل مفتوح  
 دلون کسورہ بآخرش پیوند چون رَجُلَانِ و رَجُلَيْنِ وجمع آنت کہ دلالت کند بر

پیش از دو سب آنکہ تغیرے در آغوش کرده باشند لفظاً چوں رِجَالٌ یا تقدیراً چوں  
فَلَکٌ کہ واحدش نیز فَلَکٌ است بروزن مَقْلٌ و جمعش ہم فَلَکٌ بروزن اُسْدٌ۔

ترجمہ واضح ہو کہ اسم کی تین قسمیں ہیں واحد، ثننیہ اور جمع، واحد وہ ہے جو ایک پر  
دلالت کرے جیسے زَجَلٌ، ثننیہ وہ اسم ہے جو دو پر دلالت کرے اس طور پر کہ الف یا  
یائے ما قبل مفتوح اور نون مکسورہ اس کے آخر میں ملائے گئے ہوں اور جمع وہ اسم ہے جو  
دو سے زیادہ پر دلالت کرے اس طور پر کہ اس کے آخر میں کوئی تبدیلی کی گئی ہو لفظی اعتبار  
سے جیسے رِجَالٌ (کچھ مرد) یا تقدیری اعتبار سے جیسے: فَلَکٌ (کشتی) کہ اس کا واحد  
بھی فَلَکٌ ہے مَقْلٌ کے وزن پر اور اس کی جمع بھی فَلَکٌ ہی ہے اُسْدٌ کے وزن پر۔

سوال (۱): واحد، ثننیہ و جمع کی تعریف بیان کریں نیز یہ بھی بتائیں کہ مصنف نے  
ثننیہ کی تعریف میں کن دو باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ کیا کیا ہیں؟

جواب (۱): اسم کی باعتبار تعدد و تکثر تین قسمیں ہیں (۱) واحد (۲) ثننیہ (۳) جمع،  
واحد اس کو کہتے ہیں جو ایک چیز پر دلالت کرے جیسے: زَجَلٌ (کوئی ایک مرد)  
ثننیہ اس کو کہتے ہیں جو دو چیزوں پر دلالت کرے اس حال میں کہ اس کے واحد کے  
آخر میں الف اور نون مکسورہ ملی ہوئی ہو جب کہ حالت رفعی میں ہو جیسے: زَجَلَانِ  
(کوئی دو مرد) اور یائے ما قبل مفتوح اور نون مکسورہ اس کے واحد کے آخر میں ملی  
ہوئی ہو جب کہ حالت نصی و جری میں ہو جیسے: زَجَلَيْنِ، مصنف نے ثننیہ کی  
تعریف میں دو باتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے ایک تو یہ کہ تعریف کے ساتھ ثننیہ کا  
اعراب بھی بیان کر دیا کہ اس کی حالت رفعی میں الف اور نون مکسورہ آخر میں ملی ہوئی  
ہوتی ہے اور حالت نصی و جری میں یائے ما قبل مفتوح اور نون مکسورہ ملی ہوئی ہوتی  
ہے اور دوسری بات یہ کہ اثنانِ و اثنانِ اور اثنینِ و اثنینِ کو ثننیہ کی تعریف سے

خارج کر دیا اس لیے کہ اگرچہ یہ بھی تشنیہ کی طرح دو چیزوں پر دلالت کرتے ہیں اور ان کی حالت رفعی میں الف اور نون مکسورہ اور حالت نصبی و جری میں یائے ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ ان کے آخر میں پائے جاتے ہیں لیکن وہ ان کے مفرد کے آخر میں نہیں ملائے گئے، اس لیے کہ ان کا کوئی مفرد ہی نہیں ہے کہ جس کے آخر میں یہ حروف بڑھا کر ان کا تشنیہ بنایا گیا ہو بلکہ یہ تو ابتداء ہی اسی طرح تشنیہ کے لیے وضع کیے گئے ہیں، پس تشنیہ کی تعریف ان پر صادق نہیں آتی لہذا یہ اس سے خارج ہو گئے، پس تشنیہ نہیں ہوئے البتہ ملحقات تشنیہ ہیں۔ یعنی ان کو تشنیہ مان لیا گیا ہے۔

سوال (۲): مصنف نے جمع کی تعریف کرتے ہوئے کن دو باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ کیا کیا ہیں نیز اِنْتَانِ و اِنْتَانِ تشنیہ کی تعریف سے اور اسم جمع جمع کی تعریف سے کس عبارت سے خارج ہو رہے ہیں؟

جواب (۲): جمع وہ اسم ہے جو دو سے زائد چیزوں پر دلالت کرے اس حال میں کہ اس کے واحد میں کچھ تغیر کیا گیا ہو جیسے: رَجُلٌ سے رِجَالٌ، مصنف نے جمع کی تعریف میں دو باتوں کی جانب اشارہ کیا ہے ایک تو یہ کہ کسی بھی واحد کی جمع بناتے ہوئے اس کے واحد کے وزن میں کچھ تغیر کرنا ہوگا، دوسری بات یہ کہ جمع کی تعریف سے اسم جمع مثلاً قَوْمٌ و رَهْطٌ و طَائِفَةٌ (جماعت) جیسے الفاظ کو خارج کر دیا اس لیے کہ اگرچہ یہ تینوں دو سے زیادہ افراد پر دلالت کرتے ہیں اس لیے جمع کی تعریف میں داخل ہونے چاہئیں، مگر چونکہ ان کے واحد میں کچھ تغیر نہیں ہوا اس لیے کہ ان کا واحد ہی نہیں ہے کہ جس میں تغیر ہونے کے بعد یہ جمع بنتے ہوں بلکہ یہ تو ابتداء ہی اسی طرح جمع کے لیے وضع کیے گئے ہیں، پس جمع کی تعریف ان پر صادق نہیں آتی لہذا یہ اس سے خارج ہو گئے، پس جمع نہیں ہوئے۔ بلکہ ان کو اسم جمع کہتے ہیں۔

اقتان و ایتان مصنف کی عبارت "در آخرش پیوند" سے خارج ہو گئے آخرش میں ضمیر شین مفرد کی طرف راجع ہے اور اسم جمع مصنف کی عبارت "تغیر سے" واحدش کردہ ہاشم" سے خارج ہو گئے واحدش کی ضمیر شین جمع کی طرف عائد ہے۔  
سوال (۳): واحد سے جمع تکمیر بناتے ہوئے واحد کے وزن میں کتنی طرح کے تغیرات ہوتے ہیں مع اشکالیان کریں؟

جواب (۳): جب واحد کی جمع بناتے ہیں تو واحد کے وزن میں سات قسم کے تغیرات ہوتے ہیں، اول مفرد کے الفاظ میں زیادتی ہو مگر مفرد کی شکل نہ بدلے جیسے: صِنْوَانٌ سے صِنْوَانٌ (حقیقی بھائی) دو مفرد کے الفاظ میں کمی ہو لیکن مفرد کی شکل نہ بدلے جیسے: تَنْعَمَةٌ سے تَنْعَمٌ (بچ) سوم مفرد کے الفاظ میں نہ کمی ہونہ زیادتی بلکہ حرکت کی تبدیلی سے شکل بدل جائے خواہ شکل کی تبدیلی تھوٹا ہو یعنی نظر آرہی ہو جیسے: اَسَدٌ سے اَسَدٌ یا تبدیلی تقدیر ہو یعنی شکل تبدیل ہو مگر نظر نہ آئے، جیسے: فُلُكٌ سے فُلُكٌ تو دیکھو واحد اور جمع دونوں کی شکل بظاہر ایک ہے مگر ان میں تبدیلی ہوئی ہے جو نظر نہیں آرہی ہے، اور وہ اس طرح کہ فُلُكٌ جو واحد ہے بروزن فُكْلٌ ہے اور فُكْلٌ واحد ہے اس کی جمع اَفْکَالٌ آتی ہے اب فُلُكٌ کو جب جمع بنایا تو فُكْلٌ کے وزن سے نکال کر اَسَدٌ جمع کے وزن پر لے آئے جو اَسَدٌ کی جمع ہے پس معلوم ہوا کہ واحد کے وزن میں تغیر ہوا ہے مگر نظر نہیں آرہا ہے، چہارم: مفرد کے الفاظ میں زیادتی ہو اور شکل بھی بدل جائے جیسے: نَزْجَلٌ سے رِجَالٌ شیخ سے شُيُوخٌ، جَمْعٌ مفرد کے الفاظ میں کمی ہو اور شکل بھی بدل جائے جیسے: رَسُوْلٌ سے رُسُلٌ، شَمْسٌ کی اور زیادتی دونوں ہو اور مفرد کی شکل بھی بدل جائے جیسے: غُلَامٌ سے غُلَمَانٌ پہلے کلام کے آخر سے الف حذف کیا خَلْمٌ ہوا پھر الف اور نون کی زیادتی کا تو

غلسان ہو اور شکل بھی تبدیل ہوگئی۔

ہنعم: اور کبھی تغیر اس طرح ہوتا ہے کہ مفرد کے الفاظ الگ ہوتے ہیں اور جمع کے الفاظ الگ جیسے: امراة کی جمع نساء اور ذو کی جمع اولو ہے اور اس طرح کی جمع کو "جمع من غیر لفظ" کہتے ہیں۔

بدانکہ جمع باعتبار لفظ بردو قسم است جمع تکسیر و جمع صحیح، جمع تکسیر آنت کہ بنائے واحد در سلامت نہ باشد چون: رِجَالٌ و مَسَاجِدٌ و بئیر در ثلاثی بسماح تعلق دارد و قیاس را درو محالے نیست اما در بابی و خماسی بر وزن فَعَالِلُ آید چون: جَعْفَرٌ و جَعْفَرٌ و جَحَامِرٌ و جَحَامِرٌ بحذف حرف غاس و جمع صحیح آنت کہ بنائے واحد در سلامت ماند و آن بردو قسم است جمع مذکر و جمع مؤنث، جمع مذکر آنت کہ واوے ماقبل مضموم یا یائے ماقبل مکسور و نو نے مفتوح در آخرش پیوند چوں: مُسْلِمُونَ و مُسْلِمِينَ، و جمع مؤنث آنت کہ لے باتائے با آخرش پیوند چوں: مُسْلِمَاتٌ۔

ترجمہ واضح رہے کہ جمع لفظ کے اعتبار سے دو قسم پر ہے جمع تکسیر و جمع صحیح، جمع تکسیر وہ جمع ہے جس میں واحد کا وزن سلامت نہ رہے جیسے: رِجَالٌ (رِجُلٌ کی جمع) و مَسَاجِدٌ (مَسْجِدٌ کی جمع) اور جمع تکسیر کے اوزان ثلاثی میں سماع سے تعلق رکھتے ہیں قیاس کی اس میں کوئی گنجائش نہیں ہے، بہر حال (جمع تکسیر) رباعی اور خماسی میں تو وہ فَعَالِلُ کے وزن پر آتی ہے جیسے: جَعْفَرٌ سے جَعْفَرٌ و جَحَامِرٌ سے جَحَامِرٌ، پانچویں حرف کے حذف کے ساتھ اور جمع صحیح وہ جمع ہے کہ واحد کا وزن اس میں محفوظ رہے اس کی بھی دو قسمیں ہیں جمع مذکر اور جمع مؤنث، جمع مذکر وہ جمع ہے کہ واو ماقبل مضموم یا یائے ماقبل مکسور اور نو نے مفتوح اس کے آخر میں ثلاثی گئی ہو جیسے: مُسْلِمُونَ و مُسْلِمِينَ، اور جمع

مؤنث جمع ہے کہ الف اور تائے طویلاں کے آخر میں ملائی گئی ہو جیسے: مُسَلِّمَاتٌ۔  
سوال (۱): جمع تکسیر و جمع صحیح کی لغوی و اصطلاحی تعریف بیان کریں، نیز اسم مفرد  
ملائی و رہائی و خماسی میں جمع تکسیر بنانے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب (۱): كَسْرٌ يُكْسِرُ نَكْسِيرًا از باب تفعیل معنی توڑنا اور اصطلاح میں جمع  
تکسیر اس جمع کو کہتے ہیں جس کے واحد کا وزن جمع میں آ کر ٹوٹ جائے خواہ ٹوٹنا  
تختلیف ہو یعنی نظر آئے جیسے: رجلٌ سے رجالٌ اس میں جیم اور لام کے درمیان الف  
آنے کی وجہ سے واحد کا وزن ٹوٹ گیا اور یہ نظر آرہا ہے اسی طرح مَسْجِدٌ سے  
مَسَاجِدٌ، یا وزن کا ٹوٹنا تقدیراً ہو یعنی جو نظر نہ آتا ہو جیسے: فُلُكٌ سے فُلُكٌ مگر  
یہاں وزن ٹوٹنا نظر نہیں آرہا ہے مگر ٹوٹنا ضرور ہے اس لیے کہ واحد میں فُلُكٌ بروزن  
قُفْلٌ تھا پس اس کو قُفْلٌ کے وزن سے نکال کر بروزن اُسْدٌ لائے جو کہ اَسْدٌ کی جمع  
ہے، معلوم ہوا کہ واحد میں فائے فُلُكٌ کا ضمہ جس حیثیت سے ہے جمع میں اس  
حیثیت سے نہیں ہے، بلکہ مفرد میں تو فائے فُلُكٌ کا ضمہ قافِ قُفْلٌ کے مشابہ ہونے  
کی وجہ سے ہے اور جمع میں الف اُسْدٌ کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ہے، چنانچہ  
دونوں میں حیثیت بدل گئی اور حیثیت بدلنے سے بڑے تغیرات ہوتے ہیں جیسے:  
زید ذات واحد ہے مگر اس حیثیت سے کہ اس کا کوئی باپ ہے وہ بیٹا ہے اور اس  
حیثیت سے کہ اس کا کوئی بیٹا ہے وہ باپ ہے تو دیکھو ایک ہی ذات باپ بھی ہے  
اور بیٹا بھی اسی طرح فُلُكٌ واحد بھی ہے اور جمع بھی مگر الگ الگ حیثیت سے پس  
اس حیثیت سے کہ اس کی فاء کا ضمہ قافِ قُفْلٌ کے مشابہ ہے وہ واحد ہے، اور اس  
حیثیت سے کہ فائے فُلُكٌ کا ضمہ الف اُسْدٌ کے مشابہ ہے وہ جمع ہے، فافہم۔

صنْعٌ بصنْعٍ نصیباً معنی درست کرنا، صحیح کرنا اور اصطلاح میں جمع

صحیح اس جمع کو کہتے ہیں کہ واحد کا وزن جمع میں آ کر بھی صحیح سلامت رہے جیسے: مُسْلِمٌ سے مُسْلِمُونَ اور مُسْلِمَةٌ سے مُسْلِمَاتٌ، ہر ایک جمع میں غور کرو کہ مُسْلِمٌ جو واحد ہے ہو بہو جمع میں بھی باقی اور سلامت ہے البتہ مسلمہ کی آخری میم کے بعد واؤ ذنون مذکر میں اور الف تاء مؤنث میں زائد کیے گئے ہیں جن سے واحد کے وزن پر کوئی فرق نہیں پڑا رہی مُسْلِمَةٌ کی تاء تو وہ واحد کے وزن میں شامل ہی نہیں، بلکہ وہ تو علامت تانیث ہے جو زائد ہوتی ہے اور جمع بناتے وقت حذف ہو گئی اصل واحد کا وزن مذکر مؤنث دونوں میں مسلمہ ہے جو باقی اور سلامت ہے۔

جمع صحیح کا دوسرا نام جمع سالم اور جمع تکسیر کا دوسرا نام جمع مکسر بھی ہے جب کوئی اسم مفرد مٹلائی ہو تو اس وقت اس کی جمع مکسر بنانے کا کوئی خاص قاعدہ مقرر نہیں ہے بلکہ اس کی جمع الی زبان عرب حضرات سے سننے پر موقوف ہے وہ جس اسم مفرد مٹلائی کی جمع جس وزن پر لائیں اس کی جمع اس وزن پر آئے گی، ہم اپنی طرف سے کسی بھی وزن پر اس کی جمع نہیں بنا سکتے ہماری عقل کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے، اسم مفرد مٹلائی میں جمع مکسر بہت سے اوزان پر آتی ہے مگر ان میں دس مشہور ہیں، اکثر اوقات جمع تکسیر نہیں دس میں سے کسی وزن پر آتی ہے، اور وہ یہ ہیں (۱) اَفْعَالٌ جیسے: قُفْلٌ سے اَقْفَالٌ (۲) فِعَالٌ جیسے: رَجُلٌ سے رِجَالٌ (۳) فُعُولٌ جیسے: بَيْتٌ سے بِيُوتٌ (۴) فُعْلَانٌ جیسے: وَاحِدٌ سے وُحْدَانٌ (اکیلا) (۵) فِعْلَانٌ جیسے: غُلَامٌ سے غِلْمَانٌ (۶) اَفْعُلٌ جیسے: فُلْسٌ سے اَفْلَسٌ (پیسہ) (۷) فِعْلَةٌ جیسے: قِرْدٌ سے قِرْدَةٌ (بندر) (۸) فِعْلَةٌ جیسے: اَخٌ سے اِخْوَةٌ (۹) فُعْلٌ جیسے: صَفْرَاءٌ سے صُفْرٌ (۱۰) فَعَالِيٌ جیسے فتوئی سے فتاویٰ۔

اگر کوئی اسم مفرد رباعی یا خماسی ہو تو اسکی جمع مکسر بنانے کا قاعدہ متعین ہے یعنی اس کو فقائل کے وزن پر جمع بناتے ہیں، رباعی میں جیسے: جَعْفَرٌ سے جَعْفَرٌ اور خماسی میں پانچویں حرف کو حذف کر کے فقائل کے وزن پر لاتے ہیں جیسے: جَحْنَمُشٌ سے جَحْنَمُشٌ مگر اس میں اختلاف ہے مشہور تو یہی ہے کہ خماسی کے آخری حرف کو حذف کر کے جمع بنائی جائے مگر بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حرف زائد یا مشابہ بحرف زائد کو حذف کریں گے چاہے وہ کہیں بھی ہو آخر میں ہو یا اول کے وسط میں جیسے: جَحْنَمُشٌ سے جَحْنَمُشٌ کہیں گے حذف میم کے ساتھ کہ وہ حرف زائدہ میں سے ہے اور فَرَزْدَقٌ سے فَرَزِقٌ کہیں گے بحذف دال، اس لیے کہ وہ مشابہ تاء ہے اور تاء حروف زائدہ میں سے ہے پس دال مشابہ بحرف زائدہ ہو اور جو مشابہ بحرف زائدہ ہو وہ حذف ہوتا ہے اس لیے دال حذف ہو گیا، علامہ رضی نے اسی قول کو عقل و روایت کے اعتبار سے زیادہ قریب بتایا ہے اگرچہ پہلا قول جو مصنف نے بیان کیا عقل و روایت کے اعتبار سے زیادہ درست ہے۔

اور حروف زائدہ یہ ہیں، الف، لام، میم، نون، واو، یاء، تاء، سین، جن کا مجموعہ ”الْیَوْمَ تَنْسَاءُ“ ہے لہذا بھی کوئی حرف زائد کہا جاتا ہے تو وہ انہیں میں سے مراد ہوتا ہے جیسا کہ مضارع میں تثنیہ و جمع میں اور ابواب ملحق میں وغیر ذالک۔ اب سمجھئے کہ دال تاء سے کس طرح مشابہ ہے آپ نے تجوید کی کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ طاء دال تاء کا مخرج نوک زبان اور ثنایا طلیا کی جڑ ہے تیس چونکہ دال کا بھی وہی مخرج ہے جو تاء کا ہے اس لیے متحد لکھ کر مخرج ہونے کے اعتبار سے دال تاء کے مشابہ ہوئی۔

لے حاشیہ نویم ص ۱۳۰۔

عالم الکومب الہمدی شرح نویم

شرح الفہم فی مل غلامہ البیان فی جمیع القرآن لاسنادی المکرم حضرت مولانا قاری و مقری صدیق احمد صاحب مدرسہ دیوبند۔



سوال (۲): جمع مذکر سالم و جمع مؤنث سالم کی تعریف کریں اور ان کا اعراب مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۲): پھر جمع صحیح کی دو قسمیں ہیں، (۱) جمع مذکر سالم (۲) جمع مؤنث سالم، جمع مذکر سالم وہ ہے جس کے واحد کے آخر میں واو ماقبل مضموم اور نون مفتوح ملایا گیا ہو جب کہ حالت رفعی میں ہو جیسے: مُسَلِّمٌ سے مُسَلِّمُونَ اور یائے ماقبل مکسور اور نون مفتوح ملائی گئی ہو جب کہ حالت نصی و جری میں ہو جیسے: مُسَلِّمٌ سے مُسَلِّمِينَ، اور جمع مؤنث سالم وہ جمع ہے کہ جس کے واحد کے آخر میں الف و تاء بوحاکی گئی ہو پس حالت رفعی میں تاء مرفوع ہوگی اور نصی و جری میں مکسور جیسے: مُسَلِّمَةٌ سے مُسَلِّمَاتٌ۔ چنانچہ مصنفؒ کی تعریف سے اَمْوَاطٌ و قَضَاةٌ جیسی مثالیں جمع مؤنث سالم کی تعریف سے خارج ہو گئیں اس لیے کہ ان کے آخر میں الف و تاء تو ہے مگر واحد کا وزن جمع میں سلامت نہیں رہا، اس لیے وہ جمع مکسر ہیں نہ کہ جمع سالم اور چونکہ ان کے واحد موث و قاض یا بالف و لام القاضی دونوں مذکر ہیں اس لیے وہ جمع مذکر ہوئے نہ کہ جمع مؤنث۔

یاد رہے کہ جمع مؤنث سالم مؤنث عاقل اور غیر عاقل دونوں کے لیے آتی ہے جیسے: فَاطِمَاتٌ سے فَاطِمَاتٌ، صَالِحَاتٌ سے صَالِحَاتٌ بَقَرَاتٌ سے بَقَرَاتٌ، شَجَرَاتٌ سے شَجَرَاتٌ، کَلِمَاتٌ سے کَلِمَاتٌ برخلاف جمع مذکر سالم کے کہ وہ صرف مذکر عاقل کے اعلام اور ان کی صفات ہی کے لیے آتی ہے جیسے: زَبَدٌ سے زَبَدُونَ حَافِظٌ سے حَافِظُونَ البتہ کبھی مذکر غیر عاقل کی صفت کی جمع، جمع مؤنث سالم آجاتی ہے جیسے: صَافِنٌ کی جمع صَافِنَاتٌ، خَالٌ یا الخَالِي کی جمع الخَالِيَاتُ اور مَنجُرُوزٌ سے مَنجُرُوزَاتٌ وغیرہ۔

سوال (۳): جمع تکسیر و جمع تصحیح کس اعتبار سے جمع کی قسمیں ہیں نیز جعفر مراد  
جخخمرش کے تمام لغوی معنی بیان کریں؟

جواب (۳): جمع تکسیر و جمع تصحیح لفظ کے اعتبار سے جمع کی قسمیں ہیں اس لیے کہ ٹوٹنا  
اور سلامت رہنا الفاظ کی صفت ہے نہ کہ معنی کی پس معلوم ہوا کہ تکسیر و تصحیح کا تعلق لفظ  
سے ہے معنی سے نہیں ہے،

جعفر مراد کا نام، نالہ، ندی بہت دودھ دینے والی اونٹنی ان تمام معانی کے  
لیے آتا ہے اور جخخمرش کے معنی بہت یوزمی عورت، بد صورت عورت، موہا  
خرگوش وغیرہ آتے ہیں۔

وہذا لکن جمع باعتبار معنی برد و قسم است جمع قلت و جمع کثرت جمع قلت آلت  
کہ بر کم ازده اطلاق کنند و آنرا چہار بنا است اَفْعَلْ مِثْلَ اَکْتَلَبْ و اَفْعَالٌ چوں  
اَقْوَالٌ و اَفْعَلَةٌ مِثْلَ اَعْوَانَةٌ و فِعْلَةٌ چوں غِلْمَةٌ و دو جمع تصحیح بی الف و لام یعنی  
مُسَلِّمُونَ و مُسَلِّمَاتٌ و جمع کثرت آں است کہ بردہ و بیشتر ازده اطلاق کنند و ہبہ  
آں ہر چہ غیر ازیں شش بنا است۔

ترجمہ: | جان لو کہ جمع معنی کے اعتبار سے دو قسم پر ہے جمع قلت و جمع کثرت، جمع قلت  
وہ جمع ہے جو دس سے کم پر بولی جائے، اس کے چار اوزان ہیں اَفْعَلٌ جیسے: اَکْتَلَبْ و  
اَفْعَالٌ جیسے: اَقْوَالٌ، اَفْعَلَةٌ جیسے: اَعْوَانَةٌ اور فِعْلَةٌ جیسے: غِلْمَةٌ اور دو (وزن) جمع تصحیح  
بغیر الف و لام کے یعنی مُسَلِّمُونَ و مُسَلِّمَاتٌ اور جمع کثرت وہ ہے کہ جو دس پر اور اس  
سے زائد پر بولی جائے اور اس کے اوزان ان چھ وزنوں کے علاوہ ہیں۔

سوال (۱): معنی کے اعتبار سے جمع کی دونوں قسموں کی لغوی و اصطلاحی تعریف بیان

کریں اور یہ بھی بتائیں کہ ان کی تعریف میں کیا اختلاف ہے؟  
 جواب (۱): معنی پر دلالت کرنے کے اعتبار سے جمع کی دو قسمیں ہیں (۱) جمع قلت (۲) جمع کثرت، قَلٌّ (ض) قِلَّةٌ معنی کم ہونا اور اصطلاح میں جمع قلت وہ جمع ہے جو تین سے لے کر نو تک بولی جائے جیسے: كَلْبٌ سے اَكْلَبٌ (تین سے نو تک کہتے) اور كَثْرٌ كَثْرَةٌ (ک) معنی زیادہ ہونا اور اصطلاح میں جمع کثرت وہ جمع ہے جو دس پر اور اس سے زیادہ پر بولی جائے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں جیسے: رَجُلٌ سے رِجَالٌ (نو سے زیادہ مرد) الْمُسْلِمِ مِنَ الْمُسْلِمُونَ (نو سے زیادہ مسلمان) اور بعض حضرات نے اس سے مختلف تعریف کی ہے کہ جمع قلت وہ ہے جو تین سے دس تک بولی جائے اور جمع کثرت جو دس کے بعد گیارہ اور اس سے زیادہ پر بولی جائے، صاحب فوائد ضیائیہ اور علامہ رضی نے یہی تعریف کی ہے مگر ہمارے مصنف کی تعریف ہی زیادہ صحیح ہے۔

سوال (۲): جمع قلت کے بنانے کا طریقہ کیا ہے اس کے کتنے اوزان ہیں اور کیا کیا نیز جمع کثرت بنانے کا طریقہ کیا ہے اور اس کے کتنے اوزان ہیں اور کیا کیا سب کو مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۲): جمع قلت کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو مندرجہ ذیل چھ اوزان میں سے کسی پر لے آتے ہیں (۱) اَفْعَلٌ جیسے: كَلْبٌ سے اَكْلَبٌ تین سے نو تک کہتے (۲) اَفْعَالٌ جیسے: قَوْلٌ سے اقْوَالٌ تین سے نو تک باتیں، (۳) اَفْعِلَةٌ جیسے: عَوَانٌ سے اَعْوَانَةٌ تین سے لے کر نو تک اور عِرْمٌ سے اَعْرَمَةٌ جیسے: غُلَامٌ سے غِلْمَةٌ تین سے نو تک غلام، (۴) اَفْعَالٌ جیسے: مُسْلِمٌ سے

مُتَبَلِّغُونَ تَمِّنَ سے لوتیک مسلمان (۶) جمع مؤنث سالم بے الف و لام جیسے:  
مُتَبَلِّغَاتٌ سے مُتَبَلِّغَاتٌ تَمِّنَ سے لوتیک مسلمانیاں۔

اور جمع کثرت بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ جمع قلت کے لیے جمع تکسیر میں جو  
مذکورہ چار اوزان آتے ہیں ان کے علاوہ جتنے بھی اوزان جمع تکسیر کے لیے آتے ہیں  
ان میں سے کسی بھی وزن پر جمع لے آتے ہیں اور جمع قلت کے لیے جمع سالم کچھ دو  
وزن ہیں ان پر الف لام داخل کر کے جمع لاتے ہیں بشرطیکہ الف لام سے مراد الف  
لام استغراقی ہو تبھی وہ جمع کثرت کے واسطے ہوگا ورنہ تو نہیں پس اگر الف و لام جنسی  
مراد لیا جائے تو یہ صحیح نہ ہوگا اس لیے کہ وہ افراد پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اپنے مدخول کی  
فلس ماہیت پر دلالت کرتا ہے اور جو افراد پر دلالت نہ کرے وہ جمع کثرت کے لیے  
نہیں ہو سکتا پس الف لام جنسی جمع کثرت کے لیے نہیں ہو سکتا، البتہ یہ بات ہے کہ  
ماہیت کے ضمن میں افراد پر دلالت ہو جاتی ہے مگر یہ ضمنی ہے حقیقتاً نہیں ہے۔

جمع کثرت کے لیے جمع تکسیر میں بے شمار اوزان آتے ہیں البتہ مشہور اوزان  
دس ہیں لیکن پراکثر اوقات جمع کثرت آتی ہے وہ یہ ہیں (۱) اِنْفَعَالٌ جیسے: عِبَادٌ سے  
عِبَادٌ (نو سے زیادہ بندے) (۲) اِنْفَعَالٌ جیسے: عَالِمٌ سے عُلَمَاءُ (نو سے زیادہ  
عالم) (۳) اِنْفَعَالٌ جیسے: نَبِيٌّ سے اَنْبِيَاءُ (۴) فَعْلٌ جیسے: رَسُوْلٌ سے رُسُلٌ (نو  
سے زیادہ رسول) (۵) تَفْعُوْلٌ جیسے: نَجْمٌ سے نُجُوْمٌ (نو سے زیادہ تارے)  
(۶) فَعْلَالٌ جیسے: خَادِمٌ سے خُدَامٌ (نو سے زیادہ نوکر) (۷) فَعْلِيٌّ جیسے: مَرِيضٌ  
سے مَرَضِيٌّ (نو سے زیادہ بیمار) (۸) فَعْلَةٌ جیسے: طَالِبٌ سے طَلَبَةٌ (نو سے زیادہ  
طالب علم) (۹) فَعْلٌ جیسے: خَيْمَةٌ سے خِيَمٌ (نو سے زیادہ ڈیرے) (۱۰) فِعْلَانٌ

چیے: صِنُوَةٌ سے صِنَوَانٌ (نو سے زیادہ سگی بہنیں)۔

اور جمع کثرت کے لیے جمع صحیح میں دو وزن آتے ہیں (۱) جمع مذکر سالم بالف

ولام چیے: الْمُسْلِمُ سے الْمُسْلِمُونَ (نو سے زیادہ مسلمان) (۲) جمع مؤنث سالم

بالف ولام چیے: الْمُسْلِمَةُ سے الْمُسْلِمَاتُ (نو سے زیادہ مسلمانیاں)

سوال (۳) آیت کریمہ ”وَ الْمُطَّلَقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ“ سے

کیا اعتراض ہوتا ہے اور اس کا کیا جواب ہے؟

جواب (۳): آیت کریمہ ”وَ الْمُطَّلَقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ“

(ترجمہ: اور طلاق شدہ عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں تین حیض تک) سے

اعتراض ہوتا ہے کہ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ سے احتاف کے نزدیک تین حیض اور شواہج کے

زودیک تین طہر مراد لیے گئے ہیں حالانکہ قُرُوءٌ بروزن فُعُولٌ ہے اور فُعُولٌ جمع

قلت کے اوزان میں سے نہیں ہے بلکہ جمع کثرت کے اوزان میں سے ہے لہذا اس

سے مراد نو سے زیادہ حیض یا طہر لینے چاہئیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی کبھار جمع

کثرت جمع قلت کی جگہ اور جمع قلت جمع کثرت کی جگہ مجاز استعمال ہو جاتے ہیں،

پس آیت کریمہ میں جمع کثرت جمع قلت کی جگہ استعمال ہوئی ہے۔

**فصل:** بدانکہ اعراب اسم سے است رفع و نصب و جر، اسم متمکن باعتبار وجہ

اعراب بر شانزده قسم است، اول: مفرد منصرف صحیح چون زید، دوم مفرد منصرف جاری

مجری صحیح چون: ذَلُّوْا سَوْمَ جَمْعٍ مَكْرَمٍ منصرف چون: رِجَالٌ رَفِيعِ شَانٍ بضمه باشد و نصب

بفتح و جر بکسرہ چون: جَاءَ نِي زَيْدٌ وَ ذَلُّوْا رِجَالًا، وَ رَأَيْتُ زَيْدًا وَ ذَلُّوْا رِجَالًا،

وَ مَرَزْتُ يَزِيدًا وَ ذَلُّوْا رِجَالًا چہارم جمع مؤنث سالم رفعش بضمه باشد و نصب و

جربکسرہ چون: هُنَّ مُسْلِمَاتٌ و رَايَتْ مُسْلِمَاتٍ و مَرَزَتْ بِمُسْلِمَاتٍ۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ اسم معرب کے اعراب تین ہیں رفع نصب اور جراسم متمکن کی وجہ اعراب کے اعتبار سے سولہ قسمیں ہیں، پہلی قسم: مفرد منصرف صحیح جیسے: زید، دوسری قسم: مفرد منصرف جاری مجری صحیح جیسے: ذَلُوْا، تیسری قسم: جمع مکسر منصرف جیسے: رجال ان کا اعراب حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ حالت نصب میں فتوح کے ساتھ اور حالت جر میں کسرہ کے ساتھ ہوگا، جیسے: خَآءَ نِي زَيْدًا و ذَلُوْا و رَجَالَ (میرے پاس زید، ڈول اور چند مرد آئے) و رَايَتْ زَيْدًا و ذَلُوْا و رَجَالَ (میں نے زید، ڈول اور چند مردوں کو دیکھا) و مَرَزَتْ بَزَيْدٍ و ذَلُوْا و رَجَالَ (میں زید، ڈول اور چند مردوں کے پاس سے گزرا) چوتھی قسم جمع مؤنث سالم اس کی حالت رفعی ضمہ کے ساتھ اور حالت نصب اور جاری کسرہ کے ساتھ ہوگی، جیسے: هُنَّ مُسْلِمَاتٌ (وہ کچھ مسلمان عورتیں ہیں) و رَايَتْ مُسْلِمَاتٍ (میں نے کچھ مسلمان عورتوں کو دیکھا) و مَرَزَتْ بِمُسْلِمَاتٍ (میں کچھ مسلمان عورتوں کے پاس سے گزرا)

سوال (۱): اس فصل میں مصنف کس چیز کو بیان فرما رہے ہیں نیز اسم متمکن کی تعریف اور اس کا حکم اور اس کا دوسرا نام بیان کرنے کے بعد بتائیں کہ اعراب کی کل کتنی قسمیں ہیں اور ساتھ میں ”باعتبار وجہ اعراب“ کی تشریح بھی کرتے چلیں؟

جواب (۱): پہلے اسم غیر متمکن کی آٹھ قسمیں بیان ہو چکی ہیں، اب یہاں سے مصنف اسم متمکن کی قسمیں بیان فرما رہے ہیں، اور وہ کل سولہ قسمیں ہیں، اسم متمکن کی تعریف جیسا کہ گزر چکی ہے وہ اسم ہے جو معنی اصل کے ساتھ مشابہت نہ رکھتا ہو اور ترکیب میں واقع ہو اس لیے کہ اگر ترکیب میں واقع نہ ہو تو معنی علی السکون ہوتا ہے جیسے کہ زید تھا اور اسم متمکن کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے بدلتا

رہتا ہے، یاد رہے کہ اسم متمکن کا دوسرا نام اسم معرب بھی ہے اسی طرح جیسا کہ اسم غیر متمکن کا دوسرا نام مبنی ہے۔ اسم معرب کے اعراب تین ہیں رفع، نصب، جر، رفع فاعلیت کی علامت ہے اور نصب مفعولیت کی اور جر مضاف الیہ کی علامت ہے، یعنی اسم معرب جب فاعل ہوگا تو اس پر رفع آئے گا اور جب مفعول ہوگا تو نصب آئے گا اور جب مضاف الیہ ہوگا تو جر آئے گا، البتہ مبتدا و خبر وغیرہ دوسرے مرفوعات کہ جن پر رفع آتا ہے مگر وہ فاعل نہیں ہیں اس لیے مرفوع نہ ہونے چاہئیں، لیکن ان کو فاعل کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے اس وجہ سے فاعل کے حکم میں ہو گئے اور فاعل پر رفع آتا ہے اس لیے جو اس کے حکم میں ہے اس پر بھی رفع آئے گا، البتہ فاعل مرفوع حقیقی ہے اور دوسرے مرفوعات حکمی ہیں، اسی طرح حال تمیز وغیرہ جو کہ منصوب ہوتے ہیں اگرچہ مفعول نہیں ہیں مگر مفاعیل کے ساتھ ملحق کر دئے گئے ہیں اس لیے مفاعیل کے حکم میں ہو کر منصوب ہوتے ہیں، یہی حال مجرور بحرف جر کا ہے کہ وہ مضاف الیہ نہیں ہے اس لیے اس پر جر نہ آنا چاہیے مگر چونکہ اس کو بھی مضاف الیہ کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے اس لیے حکماً مجرور ہوتا ہے۔

پھر فاعل کو رفع مفعول کو نصب دینے کی وجہ یہ ہوتی کہ رفع ثقیل ہے اور فاعل قلیل اس لیے کہ وہ ایک ہی فرد ہے اور نصب خفیف اور مفاعیل کثیر ہیں اس لیے کہ وہ پانچ ہیں (جیسا کہ آگے آئے گا) پس ثقیل حرکت قلیل کو دوی تا کہ قلت کی وجہ سے اس کے اندر پائے جانے والے نقصان کی تلافی ہو جائے، اور خفیف حرکت کثیر کو دوی تا کہ وہ معتدل ہو جائے آگے چونکہ ایک ہی حرکت تہی اور اس کے علاوہ کوئی حرکت نہیں اس لیے ناچار مضاف الیہ کو جر دینا پڑا۔

سمتا چاہے کہ اعراب کی اولاد و تقسیمیں ہیں (۱) اعراب بالحرکت اور وہ ضم  
 فوع، کسرہ ہیں (۲) اعراب بالحرکوں اور وہ الف، واؤ اور یاہ ہیں، پھر اعراب کی  
 حرکے چار قسمیں ہیں (۱) اعراب لفظی جو لفظوں میں ظاہر ہو جیسے: خجاء زید میں ضم  
 اعراب لفظی ہے اس لیے کہ لفظ ظاہر ہے (۲) اعراب تقدیری وہ اعراب ہے جو  
 لفظوں میں ظاہر نہ ہو بلکہ چھپا ہوا ہو جیسے: خجاء مؤنسی میں ضم اعراب تقدیری ہے  
 (۳) اعراب محلی وہ اعراب ہے جو نہ لفظ ظاہر ہو نہ تقدیراً بلکہ کلمہ کے مرفوع،  
 منصوب یا مہرور کے محل میں واقع ہونے کی وجہ سے ہو اور یہ اعراب معنی اور جملہ  
 کے ساتھ خاص ہے پس اگر معنی یا جملہ حالت رفعی میں آجائے تو اس کو محلاً مرفوع  
 کہتے ہیں اور حالت نھی میں آجائے تو محلاً منصوب اور جری میں آجائے تو محلاً  
 مہرور کہتے ہیں جیسے: خجاء نی ہواؤ۔ کہ اس میں ہواؤ۔ محلاً مرفوع ہے اس لیے کہ  
 مرفوع یعنی قائل کے محل میں واقع ہے (۴) اعراب حکائی وہ اعراب ہے جو کہ اولاً  
 جس حالت پر تھا اب بھی اس کو اسی حالت پر رکھا جائے اور موجودہ عامل کے ذریعہ  
 اس کا اعراب نہ بدلے، مثلاً مضاف الیہ کی مثال دیتے ہوئے کہیں ”نحو غلام  
 زید“ اس میں غلام پر اعراب حکائی ہے اور نحو مضاف نے اس میں عمل نہیں کیا  
 حالانکہ مضاف اپنے مضاف الیہ کو مہرور کرتا ہے۔

مصنف کی عبارت ”باقتبار وجوہ اعراب“ سے اسم متمکن بالفاظ دیگر اسم  
 معرب کی اس تقسیم کی علت بیان کرتا ہے کہ یہ تقسیم اسم معرب کے اعراب کو قبول کر  
 نے کے اعتبار سے ہے یعنی اسم معرب پر کس حال میں کونسا اعراب آئے گا اور  
 کیوں، لہذا اس فصل میں اسم معرب کی جو سولہ قسمیں ہیں تینوں حالتوں میں ان کا  
 اعراب بیان کیا جائے گا۔



سوال (۲): اسم متمکن کی سولہ قسموں میں پہلی چار قسموں کی تعریف اور تینوں حالتوں میں ان کا اعراب مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۲): اسم متمکن کی سولہ قسموں میں سے پہلی قسم مفرد منصرف صحیح ہے اور وہ ایسا اسم معرب ہے جو مفرد ہو، ثنیہ و جمع نہ ہو اور منصرف ہو۔ یعنی ہر حرکت کو مع تنوین قبول کر لیتا ہو اور صحیح ہو۔ یعنی اس کے لام کلمہ میں حرف علت نہ ہو یہ نحو یوں کے نزدیک صحیح کی تعریف ہے اور صرفیوں کے نزدیک صحیح کی تعریف یہ ہے کہ اس کے حروف اصلیہ میں سے کوئی حرف حروف علت میں سے نہ ہو، اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ نحویین کلمہ کے آخری حرف سے بحث کرتے ہیں اس لیے کہ معرب و جنی ہونا اسی سے متعلق ہے کہ وہی اعراب کا محل ہے۔ اور صرفیین کی بحث کلمہ کے تمام حروف اصلیہ سے ہے پس زیادہ نحو یوں کے نزدیک صحیح ہے اور صرفیوں کے نزدیک معتدل یعنی غیر صحیح ہے، حروف علت تین ہیں، الف، واو یا و جن کا مجموعہ ”وائے“ ہے علت کے معنی بیماری چونکہ عرب حضرات بیماری کی حالت میں کراہتے ہوئے ”وائے“ کہا کرتے تھے اس لیے ان حروف کو ہی حروف علت (بیماری کے حروف) کہا جانے لگا۔

اسم متمکن کی دوسری قسم مفرد منصرف جاری مجری صحیح ہے اور وہ ایسا اسم معرب ہے جو مفرد ہو، ثنیہ و جمع نہ ہو اور منصرف ہو۔ یعنی تینوں حرکتیں مع تنوین قبول کر لیتا ہو اور جاری از باب ضَرْب، اسم فاعل کا صیغہ ہے پس بمعنی قائم اور مجری اسم ظرف بمعنی مقام یعنی جاری مجری صحیح بمعنی قائم مقام صحیح جس کا مطلب ہے کہ اس کے لام کلمہ میں حرف علت واو، یا یا و ہو اور ماقبل کا حرف ساکن برقی ہو جیسے: نَخَلُوْا وَ ظَنُّوْا۔

تیسری قسم جمع مکسر منصرف وہ ایسا اسم معرب ہے جو جمع ہو واحد ثنیہ نہ ہو اور

کسر ہو سالم نہ ہو یعنی اس کے واحد کا وزن جمع میں لوٹ گیا ہو اور حرف ہوا میں  
 تینوں حرکتوں کو قبول کر لیتا ہو مع تونین کے جیسے زحالی، پس مذکورہ تینوں حرکتوں  
 اسکا اعراب حالت رفعی میں ضم کے ساتھ اور حالت نصبی میں فتح کے ساتھ اور حالت  
 جری میں کسرہ کے ساتھ ہوگا جیسے: پہلی قسم کی مثالیں: خفصی زہد و زاہٹ زہد و  
 مرزٹ برید دوسری قسم کی مثالیں: نقرۃ نقر (ذول خلل ہوا) زاہٹ نقر اور مرزٹ  
 بلبلو تیسری قسم کی مثالیں: نخلۃ نین زحالی و زاہٹ زحالی و مرزٹ زحالی۔  
 اہم حکم کی چوتھی قسم جمع مؤنث سالم اور وہ ایسا اسم ہے جو جمع ہو واحد میں  
 ہو اور مؤنث ہو نہ ہو سالم ہو یعنی واحد کا وزن جمع میں سلامت ہو اور یہ اسم  
 مؤنث واحد کے آخر میں الف اور لمبی تاء لگانے سے بنتا ہے جیسے مسلمات مسلمات  
 اعراب حالت رفعی میں ضم کے ساتھ اور حالت نصبی و جری میں کسرہ کے ساتھ ہیں  
 ہے جیسے نخلن مسلمات، زاہٹ مسلمات، مرزٹ مسلمات۔

مصنف نے جمع مؤنث سالم میں حالت رفعی کی مثال "نخلن مسلمات" دی ہے  
 حالانکہ دفع فاعلیہ کی علامت ہے اور مثال مذکورہ میں مسلمات فاعل نہیں  
 ہے بلکہ خبر ہے اور خبر ملحق فاعل ہونے کی وجہ سے حکما مرفوع ہوتی ہے، پس فاعل  
 کی مثال ہونی چاہیے تھی یعنی جہات مسلمات کہنا چاہیے تھا اس لیے کہ مرفوع  
 فعل الملحق ہے مرفوع ملحق سے۔

جواب یہ ہے کہ مصنف اس مثال سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہم نے، نا کیجک  
 خبر مرفوع حقیقی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ملحق ہونے کی وجہ سے حکما مرفوع ہے اور جب  
 مرفوع ملحق یعنی فاعل کے ساتھ ملحق کر دی گئی تو اس کے مانند ہوتی اب دونوں  
 عمل کو فرق نہیں دہا ہذا فاعل ہو یا ملحق فاعل دونوں مرفوع ہونے میں برابر ہیں۔

یہی اعتراض حالت جبری کی مثال مرزات مُسْتَمِدَات پر ہوتا ہے کہ جر  
حکماً مضاف الیہ کا اعراب ہے نا کہ مجرور بحرف جر کا بلکہ وہ تو مضاف الیہ کے  
ساتھ ملحق ہونے کی وجہ سے حکماً مجرور ہوتا ہے، لہذا مصنف کو چاہیے تھا کہ مجرور  
حقیقی کی مثال پیش کرتے جیسے: الْحِجَابُ شِعَارُ مُسْتَمِدَاتٍ (پردہ مسلمان  
عورتوں کا شعار ہے) نا کہ مجرور حکمی کی مثال اس لیے کہ وہ ادنیٰ ہے۔

جواب وہی ہے کہ مصنف بتانا چاہتے ہیں کہ مضاف الیہ اور ملحق مضاف الیہ  
دونوں مجرور ہونے میں مرتبہ کے اعتبار سے برابر ہیں ان میں کوئی فرق نہیں، پھر  
دوسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مثال مجرور حقیقی کی ہی ہے اور مضاف یہاں  
مقدمہ حاصل عبارت یوں ہے ”مرزات حِجَابِ مُسْتَمِدَاتٍ۔ وَ شِعَارُ عِلْمِ۔“

جاننا چاہیے کہ ایک اسم ”ذوات“ ہے جو جمع مؤنث سالم نہیں ہے بلکہ اسم جمع  
جس لیے کہ اس کا کوئی واحد ان الفاظ سے نہیں آتا اور جب اس کا کوئی واحد ہی نہیں  
ہے تو یہ جمع مؤنث سالم بھی نہیں ہے اس لیے کہ جمع مؤنث کی تعریف ہی یہ ہے کہ اس  
کا واحد ہو اور پھر اس کے آخر میں الف تاء یا حاء کر جمع بتائی گئی ہو، معلوم ہوا کہ ”ذوات“  
کے آخر میں جو الف تاء بندہ یا حاء کی نہیں گئی بلکہ وہ ابتدائے وضع ہی سے ”ذوات“  
ہے مگر اس کے باوجود اس کو جمع مؤنث سالم کا اعراب دیا جاتا ہے لہجیسے: حِلَاتٌ  
ذَوَاتٌ حَنْبٍ (حاصل وایاں آئیں) رَائِثٌ ذَوَاتِ حَنْبٍ، مَرَزَاتٌ ذَوَاتِ  
حَنْبٍ، اس کو جمع مؤنث سالم کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے، اسی طرح مَرْفُوعَاتٌ،  
مَنْصُوبَاتٌ مَجْرُوزَاتٌ اور سَفَرٌ حَلَاتٌ یہ تمام اسماء جمع مؤنث سالم تو نہیں ہیں اس  
لیے کہ ان کے واحد مرفوع، منصوب، مجرور اور سَفَرٌ حَلٌ ہیں مگر اس کے باوجود

ان جمع مؤنث سالم کا اعراب دیا جاتا ہے اس لیے کہ ان کو جمع مؤنث سالم کے ساتھ لفظ صورت اور معنی دھندلچہ دونوں طرح مشابہت ہے جس کی وجہ سے ان کو اسی کے ساتھ ملحق کر دیا گیا اور پھر اس کا اعراب دے دیا گیا۔

سوال (۳): مفرد منصرف صحیح اور جاری بھری صحیح کی تعریفات میں تو تضاد ہے پھر ہما مفرد منصرف جاری بھری صحیح مفرد منصرف صحیح کے قائم مقام کس طرح ہو گیا؟ نیز یہ بھی واضح کریں کہ جمع مؤنث سالم کی حالت نصی میں جریوں آتا ہے؟

جواب (۳): مفرد منصرف صحیح (جس کے لام کلمہ میں حرف علت نہ ہو) اور قائم مقام صحیح یعنی جاری بھری صحیح (جس کے لام کلمہ میں حرف علت ہو) اگرچہ ان دونوں کی تعریف میں تضاد ہے اس لیے ایک کا دوسرے کے لیے قائم مقام بننا درست نہ ہونا چاہیے لیکن چونکہ جاری بھری صحیح میں حرف علت (جو کمزوری کا باعث ہے) کی وجہ سے جو ضعف اور کمزوری آئی تھی وہ اس کے ما قبل ساکن نے دور کر دی جس کی وجہ سے وہ ہر حرکت کو مع ثنویں کے قبول کرنے لگا، اس لیے کہ ما قبل ساکن نے اس کو سہارا دے کر طاقتور بنا دیا اب یہ صحیح کے مانند ہو گیا اور جب صحیح کے مانند ہو گیا تو دونوں کے درمیان جو تضاد تھا وہ بھی ختم ہو گیا اور جب تضاد ختم ہو گیا تو اس کو صحیح کا قائم مقام بنانا درست ہو گیا۔

جمع مؤنث سالم کی حالت نصی حالت جری کے تابع اس وجہ سے ہے کہ جمع مؤنث سالم جمع مذکر سالم کی فرع ہے اور جمع مذکر سالم کی حالت نصی جری کے ساتھ ہوتی ہے تو جمع مؤنث سالم میں بھی جو کس کی فرع ہے نصی حالت جری کے تابع کر دی۔

پہلے: غیر منصرف و آل اسمیست کہ دو سبب از اسباب منع صرف درو باشد و اسباب منع صرف نہ است، عدل و وصف و تانیث و معرفہ و مجہ و جمع و ترکیب و وزن

فعل والفاء لون زائدتان، چوں عَمَرُ وَاَحْمَرُ وَطَلْحَةُ وَزَيْنَبُ وَاِبْرَاهِيْمُ و  
مَسَاجِدُ وَمَعْدِيْنَكْرَبُ وَاَحْمَلُو عِمْرَانُ رَفْعُش بضمه باشد و نصب و جر ہفتہ  
چوں جَاءَ عَمَرُ وَرَأَيْتُ عَمَرَ وَمَرَزْتُ بِعَمَرَ۔

ترجمہ: پانچویں قسم: غیر منصرف وہ اسم ہے کہ دو سبب اسباب منع صرف کے اس  
میں موجود ہوں، اسباب منع صرف نو ہیں (۱) عدل (۲) وصف (۳) تانیہ  
(۴) معرفہ (۵) عجمہ (۶) جمع (۷) ترکیب (۸) وزن فعل (۹) الف نون زائد  
تان جیسے: عَمَرُو اَحْمَرُو وَطَلْحَةُ وَزَيْنَبُ وَاِبْرَاهِيْمُ وَمَسَاجِدُ وَمَعْدِيْنَكْرَبُ  
وَاَحْمَلُو وِعِمْرَانُ اس پانچویں قسم کی حالت رفعی ضمہ کے ساتھ اور حالت نصبی و  
جری فتحہ کے ساتھ ہوگی جیسے: جَاءَ عَمَرَ، وَرَأَيْتُ عَمَرَ، وَمَرَزْتُ بِعَمَرَ۔

سوال (۱): اسم متمکن کی پانچویں قسم غیر منصرف کی لغوی و اصطلاحی تعریف اور اس کا  
حکم اور تنوین حالتوں میں اس کا اعراب بیان کریں نیز یہ بھی بتائیں کہ غیر منصرف  
پر جر اور تنوین کیوں نہیں آتی؟

جواب (۱): غیر منصرف کے لغوی معنی نہ پھرنے والا اور اصطلاح میں وہ اسم معرب  
ہے کہ جس کے اندر اسباب منع صرف میں سے بیک وقت دو سبب یا ایسا ایک سبب  
موجود ہو جو دو سببوں کے قائم مقام ہو، اور غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر جر اور  
تنوین داخل نہیں ہوتی ”تُعْرَفُ الْأَشْيَاءُ بِأَضْدَادِهَا“ کے طریقہ پر غیر منصرف کی  
تعریف سے منصرف کی تعریف بھی سمجھ میں آگئی کہ وہ ایسا اسم معرب ہے جس میں  
منع صرف کے دو سبب یا دو سبب کے قائم مقام ایک سبب نہ پایا جائے اور منصرف کا  
حکم یہ ہے کہ اس پر ہر حرکت مع جر اور تنوین کے داخل ہوتی ہے پس معلوم ہوا کہ اسم  
متمکن یا بالفاظ دیگر اسم معرب کی دو قسمیں ہیں (۱) منصرف (۲) غیر منصرف، اب

تک جو چار قسمیں بیان ہوئیں وہ منصرف کی قسمیں اب پانچویں نمبر پر غیر منصرف کا بیان ہے، جیسا کہ آپ نے دیکھا ہے کہ مصنف نے پہلی تینوں قسموں میں منصرف کی قید لگائی ہے اس سے غیر منصرف کو کالنا مقصود تھا لہذا جب پہلی اور دوسری قسم میں مفرد کے ساتھ منصرف کی قید لگائی تو اس سے مفرد غیر منصرف جیسے: غَمْرٌ وَاخْتَرُ وَطَلْحَةُ وَزَيْنَبٌ وغیرہ نکل گئے اور جب جمع کسر میں منصرف کی قید لگائی تو اس سے جمع کسر غیر منصرف جیسے: مَسَاجِدُ، مَصَابِيحُ، غُلْمَانًا، اَصْدِقَاءُ وغیرہ نکل گئے اور غیر منصرف کو منصرف سے نکالنے کی ضرورت اس لیے پڑی کہ اس کا اعراب منصرف کے اعراب سے الگ ہے، پس اب پانچویں قسم میں غیر منصرف کا ہی اعراب بیان فرما رہے ہیں لہذا مظلوم ہونا چاہیے کہ اسم معرب غیر منصرف کا اعراب حالت فعلی میں ضمہ کے ساتھ اور حالت نصی اور جری میں فتح کے ساتھ ہوتا ہے۔

غیر منصرف پر جر اور تنوین اس لیے نہیں آتی کہ وہ فعل مضارع کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے، یعنی جس طرح فعل فاعل اور اپنے مشتق منہ (مصدر) کا محتاج ہے اسی طرح غیر منصرف بھی دو سبب کا محتاج ہے پس اس کو فعل کے ساتھ مشابہت ہوئی اور فعل کا خاصہ ہے کہ اس پر جر اور تنوین نہیں آتی لہذا غیر منصرف پر بھی جر اور تنوین نہیں آئے گی تاکہ مشابہت باقی رہے۔

سوال (۲): اسباب منع صرف میں سے پہلے پانچ سبب عدل، وصف، تانیث، معرفہ، مجہ میں سے ہر ایک کی لغوی و اصطلاحی تعریف ان کی مثالوں اور شرطوں کے ساتھ بیان کریں اور ان کی مثالوں میں اسباب منع صرف میں سے کون سے دو سبب پائے جاتے ہیں ضرور بتائیں؟

جواب (۲): اسباب منع صرف نو ہیں پہلا سبب عدل از باب ضَرْبٍ معنی پھر جانا اور

اصطلاح میں عدل یہ ہے کہ کلمہ بغیر کسی قاعدہ مہرفی کے اپنے اصل صیغہ سے نکل کر دوسری صورت اختیار کر لے پس اس کلمہ کو معدول اور جس سے نکل کر آئے اس کو معدول عنہ کہتے ہیں، پھر عدل کی دو قسمیں ہے (۱) عدل تحقیقی (۲) عدل تقدیری، اگر اسم کو غیر منصرف پڑھنے کے لیے اس کے معدول عنہ کے خارج میں پائے جانے پر کوئی دلیل موجود ہو (یعنی اس کا معدول عنہ خارج میں پایا جاتا ہو) تو یہ عدل تحقیقی ہے جیسے: أَحَادٌ وَمَوْحِدٌ (ایک ایک) ثَلَاثٌ وَمِثْلُكَ (تین تین) رُبَاعٌ وَمَرْبَعٌ (چار چار) ان کے معدول عنہ کے خارج میں پائے جانے پر دلیل یہ ہے کہ ان کے معنی ہیں "ایک ایک" "دو دو" "تین تین" "چار چار" اور معنی کا تکرار لفظ کے مکرر ہونے پر دلالت کرتا ہے حالانکہ ثَنَاً وَمَنْشَى (دو دو) ثَلَاثٌ وَمِثْلُكَ وغیرہ مکرر نہیں ہیں، پس معلوم ہوا کہ یہ "وَاحِدٌ وَاحِدٌ" "اِثْنَانِ اِثْنَانِ" "ثَلَاثَةٌ ثَلَاثَةٌ" "اربعۃ اربعۃ" سے معدول ہو کر آئے ہیں پس ان کا معدول عنہ خارج میں موجود ہے، اور اگر اسم کو غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ اس کے معدول عنہ کے خارج میں پائے جانے پر کوئی دلیل موجود نہ ہو (یعنی ان کا معدول عنہ خارج میں موجود نہ ہو) تو یہ عدل تقدیری ہے جیسے: عَمْرٌ زَافَرٌ نِيزَا سِی طَرِحٌ زُحَلٌ، جُمَعٌ، ذَلْفٌ کہ اہل عرب ان کو غیر منصرف پڑھتے ہیں حالانکہ ان میں اسباب منع صرف میں سے صرف ایک سبب علم (معرفہ) پایا جا رہا ہے جب کہ غیر منصرف پڑھنے کے لیے دو سبب کی ضرورت ہے، اب ہم نے مجبوز ابلا کسی دلیل کے ان میں عدل فرض کر لیا تا کہ دو سبب پیدا ہو جائیں اور ان کو غیر منصرف پڑھنا صحیح ہو جائے، پس ہم نے کہا کہ یہ علی الترتیب عامرٌ، زَافَرٌ، زَاحِلٌ، جَامِعٌ ذَالِفٌ سے معدول ہو کر آئے ہیں حالانکہ حقیقتاً ان کا معدول عنہ خارج میں موجود نہیں صرف تقدیراً ان سے فرض کر لیے گئے ہیں۔

عدل تحقیقی کی مثالیں جیسے: هَذَا نَتَكُ، يَه تَمَن تَمَن هِيں، اَخَذْتُ نَتَكُ مِیں  
 نے تَمَن تَمَن كُو پَكْرَ اِشْتَرَيْتُ النَقْلَمَ بِنَتَكُ، مِیں نے قَلَم تَمَن تَمَن كے عوض خَرِيْدَا، اِی  
 طرح سب کی مثالیں بتائیں۔

عدل تقدیری کی مثال جیسے: جَاءَ عُمَرُ، رَأَيْتُ عُمَرَ، مَرَرْتُ بِعُمَرَ، اِی  
 طرح دوسری مثالیں بتائیں۔

عدل تحقیقی کی مثالوں نَتَاكُ و مَنَتَكُ و غیرہ میں عدل تحقیقی اور وصف منع  
 صرف کے دو سبب پائے جاتے ہیں، اور عدل تقدیری کی مثالوں عمر، زفر و غیرہ میں  
 عدل تقدیری اور علم دو سبب پائے جاتے ہیں۔

یاد رہے کہ عدل کے ساتھ علم (معرفہ) اور وصف جمع ہو سکتے ہیں جیسا کہ اوپر  
 کی مثالوں سے ظاہر ہے البتہ وزن فعل جمع نہیں ہو سکتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عدل  
 کے اوزان متعین ہیں جو چھ ہیں اور ان میں سے کوئی بھی فعل کے وزن پر نہیں ہے  
 اور وہ یہ ہیں (۱) فَعَالٌ جیسے: نَتَكُ (۲) مَفْعَلٌ جیسے: مَنَتَكُ (۳) فُعَلٌ جیسے: عُمَرُ  
 (۴) فَعْلٌ جیسے: اَمْسٌ (۵) فَعْلٌ جیسے: سَخَرُ (۶) فَعَالٌ جیسے: قَطَامٌ۔

دوسرا سبب وصف: از باب ضرب معنی صفت بیان کرنا اور اصطلاح میں وہ  
 اسم ہے جو ایسی ذات پر دلالت کرے جس میں صفت کا لحاظ کیا گیا ہو، پھر وصف کی  
 دو قسمیں ہیں (۱) وصف اصلی (۲) وصف عارضی اور یہاں وصف سے مراد پہلی قسم  
 یعنی وصف اصلی ہے یعنی ایسا اسم کہ اس کو وضع کرتے وقت ہی سے اس کے اندر  
 وصف کے معنی پائے جاتے ہوں جیسے: اَخْمَرُ کہ اس کے اندر خُمْرَةٌ (وصف سرخی)  
 ابتدائے وضع سے ہی پائی جاتی ہے۔



مثالیں: جیسے: هَذَا أَحْمَرٌ، رَأَيْتُ أَحْمَرَ، مَرَزْتُ بِأَحْمَرَ اس میں اسباب منع صرف میں سے وصف اور وزن فعل دو سبب پائے جاتے ہیں اس لیے کہ یہ أَفْعَلُ فعل مضارع حکم کے وزن پر ہے، یاد رہے کہ وصف علم (معرفہ) کے ساتھ جمع نہیں ہوتا اس لیے کہ علم ذات معین پر دلالت کرتا ہے اور وصف ذات غیر معین پر کیونکہ أَحْمَرٌ ہر اس چیز کو کہہ سکتے ہیں جو سرخ ہو معلوم ہوا کہ ان دونوں میں تضاد ہے اور دو متضاد چیزوں کا کل واحد میں جمع ہونا محال ہے۔

تیسرا سبب تانیث از باب تفعیل معنی نرم ہونا اور مؤنث کو مؤنث اس لیے کہتے ہیں کہ وہ مرد کے مقابلے میں نرم اور کمزور ہے، تانیث مصدر ہے لیکن اسم مفعول مؤنث کے معنی میں ہے اور مؤنث اصطلاح میں وہ اسم ہے جو ذات مؤنث پر دلالت کرے، اور مؤنث کی دو قسمیں ہیں (۱) مؤنث لفظی (۲) مؤنث معنوی، مؤنث لفظی وہ اسم ہے جس میں علامت تانیث لفظوں میں ظاہر ہو اور ایسی علامتیں جو لفظوں میں ظاہر ہوتی ہیں تین ہیں اول تائے مدورہ یعنی گول تاء جیسے: طَلْحَةُ و فَاطِمَةُ اور مؤنث تائے مدورہ کے لیے علم ہونا ضروری ہے، مثالیں: جَاءَ طَلْحَةُ، رَأَيْتُ طَلْحَةَ، مَرَزْتُ بِطَلْحَةَ اس میں تانیث لفظی اور علم دو سبب پائے جا رہے ہیں، دوم الف مقصورہ جیسے: حُبْلَى مثالیں: جَاءَتْ حُبْلَى، رَأَيْتُ حُبْلَى، مَرَزْتُ بِحُبْلَى، اس میں تانیث بالف مقصورہ ایک سبب دو سبب کے قائم مقام ہے، سوم الف ممدودہ جیسے: حَسَنَاءُ مثالیں: جَاءَتْ حَسَنَاءُ، رَأَيْتُ حَسَنَاءَ، مَرَزْتُ بِحَسَنَاءَ، اس میں تانیث بالف ممدودہ ایک سبب دو سبب کے قائم مقام ہے، اور یہ ایک سبب دو کے قائم مقام اس طرح ہے کہ الف مقصورہ اور الف ممدودہ اپنے اسم سے الگ نہیں ہوتے، ہمیشہ اس کے ساتھ لگے رہتے ہیں، پس تانیث

بالف مقصورہ اور تانیث بالف محدودہ خود ایک سبب ہے اور ان کا ہمیشہ اپنے اسم کے ساتھ لگا رہتا کبھی جدا نہ ہوتا دوسرے سبب کے درجہ میں ہے۔ اور تانیث بالف مقصورہ و تانیث بالف محدودہ کے لیے کوئی شرط نہیں۔

اور مؤنث کی دوسری قسم مؤنث معنوی وہ اسم ہے جس میں علامت تانیث لفظوں میں ظاہر نہ ہو مگر وہ اسم ذات مؤنث پر دلالت کرتا ہو اور تانیث معنوی کے لیے بھی طبیعت شرط ہے، لیکن اس کو غیر منصرف پڑھنا صرف جائز ہے ضروری نہیں، البتہ اگر طبیعت کے ساتھ ساتھ تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز پائی گئی تو پھر اس کا غیر منصرف پڑھنا واجب ہو جاتا ہے (۱) مؤنث معنوی میں تین سے زائد حرف ہوں جیسے: مریم، زینب، شعاد (۲) یا اگر اسم مؤنث تین حرفی ہو تو اس کا درمیانی حرف متحرک ہو جیسے: سفیر (جنہم کے ایک طبقہ کا نام) (۳) یا درمیانی حرف ساکن ہو تو وہ نجی ہو جیسے: جنم و بلخ (دو شہروں کے نام) پس ہند کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھنا جائز ہے اس لیے کہ اوپر کی تین شرطوں میں کوئی شرط بھی اس کے اندر نہیں پائی جاتی اس لیے کہ یہ عربی ہے، چنانچہ اس کو غیر منصرف پڑھنا تو اس لیے جائز ہے کہ منع صرف کے دو سبب علم اور تانیث معنوی اس میں پائے جا رہے ہیں اور منصرف پڑھنا اس لیے جائز ہے کہ وہ ثلاثی ساکن الاوسط غیر نجی ہونے کی وجہ سے خفیف ہے اور سخت منصرف ہونے کا تقاضا کرتی ہے، لیکن جمہور نحویین اور امام سیبویہ کا قول ہے کہ غیر منصرف پڑھنا زیادہ اچھا ہے۔ مثالیں: حبات مریم، زابت مریم، مرزٹ بمریم، اس میں تانیث معنوی اور علم اسباب منع صرف میں سے دو سبب پائے جاتے ہیں۔

چوتھا سبب معرفہ از باب ضرب معنی پہچانتا اور یہاں اسباب منع صرف میں معرفہ سے مراد اس کی سات قسموں سے صرف علم ہے اس لیے کہ معرفہ کی دوسری قسمیں مضاف، مضمرات، اسمائے اشارات، اسمائے موصولات اور منادی مفرد مہیات کی قسموں میں سے ہیں اور منع صرف معربات کی قسموں میں سے ہے اور جنی جنی ہی رہتا ہے معرب نہیں ہوتا، اس لیے یہ منع صرف کے اسباب میں سے نہیں ہو سکتے ہیں نیز معرفہ باللام اور مضاف بھی منع صرف کے اسباب نہیں ہو سکتے اس لیے کہ الف لام اور اضافت تو غیر منصرف کو بھی منصرف بنا دیتے ہیں چہ جائیکہ خود غیر منصرف کا سبب ہوں پس اک ہی قسم جی یعنی اعلام اور یہاں وہی مراد ہے، مثالیں: جَاءَتْ زَيْنَبٌ، زَيْنَبٌ زَيْنَبٌ، مَرْزُوقٌ بَزَيْنَبٌ اس میں علم اور تائید معنوی دو سبب ہیں۔

پانچواں سبب محجی از باب کرم معنی زبان میں لگت ہو نا اور اصطلاح میں وہ اسم ہے جو عربی زبان کے علاوہ دوسری زبان میں وضع کیا گیا ہو مگر عربی زبان میں استعمال ہونے لگا ہو جیسے: اِبْرَاهِيْمُ، مَثَالِيْسُ: جَاءَ اِبْرَاهِيْمُ، زَيْنَبٌ اِبْرَاهِيْمُ، مَرْزُوقٌ اِبْرَاهِيْمُ، اس میں محجی اور علم دو سبب پائے جا رہے ہیں۔

محجی کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے دو شرطیں ہیں (۱) محجی علم ہو اور تین حرفی سے زائد ہو جیسے: اِسْمَاعِيْلُ (۲) اگر تین حرفی ہو تو درمیانی کلمہ متحرک ہو جیسے: شَنْزَرُ (قلعہ کا نام)۔

فائدہ: اگر پیغمبروں کے ناموں کے منصرف اور غیر منصرف ہونے کو جاننا ہو تو مندرجہ ذیل شعر ملاحظہ ہو۔

گر ہی خواہی کہ دانی نام ہر پیغمبرے ﴿﴾ تا کلام است اے برادر نزدنحوی منصرف

صالح و ہود و محمد با شعیب و نوح و لوط ﷺ منصرف داں و دیگر باقی ہمہ لایتنصرف  
ترجمہ: اسے برابر اگر تو ہر وغیرہ کا نام جاننا چاہتا ہے تاکہ (معلوم ہو) کہ لغوی کے  
زردیک کونے منصرف ہیں، پس صالح و ہود و محمد، شعیب و نوح اور لوط کو منصرف  
جان، اور دیگر باقی تمام کو غیر منصرف۔

لیکن غزیز اور شیبہ بھی منصرف ہیں غزیز بروزن شعیب اور شیبہ پر  
وزن نوح ہونے کی وجہ سے۔

“علی نبینا و علیہم الصلاة و السلام دائما ابدا“

سوال (۳): منع صرف کے آخری چار سبب جمع، ترکیب، وزن فعل اور الف نون  
زائدتان میں سے ہر ایک کی لغوی و اصطلاحی تعریف ان کی مثالوں اور شرائط کے  
ساتھ بیان کریں اور مثالوں میں کون سے دو سبب پائے جاتے ہیں ضرور بتائیں نیز  
یہ بھی صراحت کریں کہ کیا کبھی غیر منصرف پر جز اور تنوین آسکتی ہے؟

جواب (۳) چھ سبب جمع، اور مراد جمع سے اسم کا جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہونا  
ہے اور منتہی الجموع کے لغوی معنی ”ساری تھنوں کی جائے انتہا“ اور اصطلاح میں  
جمع منتہی الجموع وہ اسم ہے جو جمع کے ایسے وزن پر واقع ہو جائے کہ پھر دوبارہ اس  
اسم کی جمع نکلی نہ آسکے البتہ جمع سالم آسکتی ہو اور جمع منتہی الجموع کے لیے عربی  
زبان میں دو وزن متعین ہیں (۱) مَفَاعِلُ جیسے: مَسْجِدٌ مَسَاجِدُ  
(۲) مَفَاعِلُ جیسے: مَضْبَاخٌ مَضْبَاخٌ پس مَسْجِدٌ کی ایک بار جمع نکلی آگئی  
تو اب یہاں اس کی جمع کی انتہا ہوگئی اب دوبارہ اس کی جمع نکلی نہیں آسکتی اس لیے  
یہ غیر منصرف ہے البتہ جمع سالم آسکتی ہے جیسے: مَسَاجِدُونَ، اس کے برخلاف

تکلیف ہے کہ اس کی جمع اشکلب آتی ہے اور پھر دوبارہ اس کی جمع تکسیر اشکلب آتی ہے اور جس کی دوبارہ جمع تکسیر آئے وہ غیر منحرف نہیں ہو سکتا، پس اشکلب غیر منحرف نہ ہوگا البتہ اشکلب غیر منحرف ہے، اس لیے کہ اب اس کی دوبارہ جمع تکسیر نہیں آسکتی اس وزن پر آکر اس کی جمع کی انتہا ہوگئی۔

مثالیں: هَذِهِ مَسَاجِدٌ وَمَصَابِيحٌ، رَأَيْتُ مَسَاجِدَ وَمَصَابِيحَ، مَرَزَتْ بِمَسَاجِدٍ وَبِمَصَابِيحٍ، ان دونوں جمعوں میں جمع منتہی الجموع ایک سبب دوسروں کے قائم مقام ہے اس طرح کہ جمع ہونا ایک سبب ہے اور منتہی الجموع کے وزن پر ہو تا دوسرے سبب کے درجہ میں ہے۔

جمع منتہی الجموع کے لیے دوسروں کے قائم مقام بننے کی شرط یہ ہے کہ اس کے آخر میں وہ تائے تانیض نہ ہو جو حالت وقف میں ہاء سے بدل جاتی ہے ورنہ تو جمع منتہی الجموع منحرف ہو جائے گا جیسے: مَلَائِكَةٌ اس لیے کہ یہ تاء لفظ کو مفرد کے وزن سے قریب کر دیتی ہے جس کی وجہ سے جمعیت کمزور ہو جاتی ہے چنانچہ اس کے اندر اتنی طاقت نہیں رہتی کہ وہ دوسبب کی قائم مقامی کر سکے۔

ساتواں سبب ترکیب از باب تفعیل معنی ملانا یہ مصدر ہے اور مصدر کبھی اسم فاعل اور کبھی اسم مفعول کے معنی میں ہوتا ہے یہاں مصدر اسم مفعول مرکب کے معنی میں ہے اور مرکب کی اولادو قسمیں ہیں مرکب مفید، مرکب غیر مفید، یہاں مرکب سے مرکب غیر مفید مراد ہے پھر مرکب غیر مفید کی تین قسمیں ہیں، مرکب اضافی، مرکب بنائی، مرکب منع صرف، یاد رہے کہ یہاں صرف مرکب غیر مفید کی تیسری قسم مرکب منع صرف مراد ہے اور مرکب منع صرف کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ دو کلموں کو ملا کر ایک کر دیا

گیا ہو اور دوسرا کلمہ کسی حرف کو شامل و ضمن نہ ہو اب چاہے دونوں کلمے اسم ہوں  
 جیسے: مَعْدِنُ كَرْبُ کہ مَعْدِي ایک فِغْص کا نام تھا اور كَرْبُ دوسرے فِغْص کا دونوں کو  
 ملا کر ایک فِغْص کا نام رکھ دیا، اور اسی طرح بَعْلَبُكُ، یا دونوں میں سے ایک اسم ہو  
 دوسرا فعل ہو جیسے: حَضَرَ مُوْثُ، بُنِخْتُ نَضْرُ البتہ دونوں میں سے کوئی بھی کلمہ  
 حرف نہ ہو اور مرکب منع صرف کے لیے علم ہونا ضروری ہے۔

مثالیں: جَاءَ مَعْدِنُ كَرْبُ، رَأَيْتُ مَعْدِنُ كَرْبُ، مَرَزْتُ بِمَعْدِنُ كَرْبُ،

اس میں اسباب منع صرف کے دو سبب ترکیب اور علم پائے جا رہے ہیں۔

آٹھواں سبب وزن فعل، لغوی معنی فعل کا وزن ہونا اور اصطلاح میں اسم کا  
 فعل کے مخصوص وزن پر واقع ہونا، اس کی دو صورتیں ہیں، اول یہ کہ اسم فعل کے  
 ایسے وزن پر آئے جو فعل ہی کے ساتھ خاص ہو اسما میں وہ وزن نہ پایا جاتا ہو اور  
 اس صورت میں وزن فعل کے لیے علم ہونا شرط ہے جیسے: شَرُّهُ بِرُوزِنِ فَعْلٍ فعل  
 ماضی معروف (گھوڑے کا نام) كُذِبُ بِرُوزِنِ فُعِلٍ ماضی مجہول (قبیلہ کا نام) پس  
 ان میں غیر منصرف کا پہلا سبب وزن فعل ہے اور دوسرا علم ہے، دوم یہ کہ اسم فعل کے  
 ایسے وزن پر آئے کہ جو فعل ہی کے ساتھ خاص نہ ہو بلکہ اسما میں بھی پایا جاتا ہو اس  
 صورت میں اسم کے لیے علم ہونا شرط نہیں، بلکہ ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی، البتہ اسم  
 میں دو چیزیں پائی جانی ضروری ہیں اول علامت مضارع "اتین" کے حروف میں  
 سے کوئی حرف اس اسم کے شروع میں ہو اور دوسرے یہ کہ اس کے آخر میں تائے  
 تانیہ نہ ہو جیسے: أَحْمَدُ (مرد کا نام) بِرُوزِنِ أَفْعَلٍ از مضارع واحد متکلم، يَشْكُرُ  
 بِرُوزِنِ يَنْصُرُ (قبیلہ کا نام) تَنْفِلُ بِرُوزِنِ تَضْرِبُ (قبیلہ کا نام) أَحْمَرُ (سرخ)  
 بِرُوزِنِ أَفْعَلٍ، پہلے تین میں وزن فعل اور علم دو سبب ہیں اور أَحْمَرُ میں وزن فعل

اور وصفِ دو سبب ہیں، مثالیں: حَاجَةٌ نَبِيٍّ أَحْمَدُ، رَأَيْتُ أَحْمَدَ، مَرَرْتُ بِأَحْمَدَ، اسی طرح دوسری مثالیں۔

تو اس سبب الف نون زائدتان لغوی معنی وہ الف نون جو زائد ہوں اور اصطلاح میں کسی اسم کے آخر میں الف نون کا زائد ہونا، اگر الف نون اسم ذات کے آخر میں ہوں تو اس کے لیے علم ہونا شرط ہے جیسے: عِمْرَانُ، عُثْمَانُ، سَلْمَانُ، أَضْبَهَانُ، ذُكْرَانُ، ان تمام میں الف نون زائدتان اور علم دو سبب ہیں، اور اگر الف نون زائد اسم صفت کے آخر میں ہوں تو اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کا مؤنث فَعْلَانَةٌ کے وزن پر نہ ہو، جیسے: سَكْرَانُ کہ اس کا مؤنث سَكْرَىٰ بروزنِ فَعْلَىٰ آتا ہے لہذا یہ غیر منصرف ہے البتہ عَطْشَانُ (پیاسا) نَلْمَانُ (پشیمان) منصرف ہیں اس لیے کہ ان کا مؤنث فَعْلَانَةٌ کے وزن پر عَطْشَانَةٌ اور نَلْمَانَةٌ آتا ہے۔

معلوم رہے کہ جب غیر منصرف کو نکرہ بنا دیا جائے تو اس پر تثنیہ آجاتی ہے مثلاً ایک پوری جماعت کے لوگوں میں سے ہر ہر فرد کا نام طَلْحَةُ ہو اب آپ طَلْحَةُ بول کر اس پوری جماعت میں سے ایک فرد غیر معین مراد لیں تو یہ کہنا صحیح ہوگا حَاجَةٌ نَبِيٍّ طَلْحَةُ وَطَلْحَةُ آخِرٌ، پس اس میں پہلا طَلْحَةُ تو علم ہے جس سے فرد معین مراد ہے اور دوسرا طَلْحَةُ نکرہ سببہ ہے، نیز اگر غیر منصرف پر الف لام ہوا مثل کر دیا جائے یا اس کی اضافت کر دی جائے تو اس پر جر آجاتا ہے جیسے: ذَقَبْتُ إِلَى الْمَسَاجِدِ يَا صَلِيْتُ بِمَسَاجِدِكُمْ (میں نے تمہاری مسجدوں میں نماز پڑھی)۔

خَشْمٌ اسمائے سہ مکتبرہ وقتیکہ مضاف باشند بغیر یا ئے منکلم چون اب و اغ و خَمٌّ وَهَنْ وَفَمٌّ وَذُومَالٍ رَفَعُ شَاوٍ بَوَاوٍ بِأَشَدِّ وَنَسَبٌ بِأَلْفٍ وَجَمِيحًا چوں: حَاجَةٌ أَبُوكَ وَرَأَيْتُ أَبَاكَ وَمَرَرْتُ بِأَبِيكَ۔

ترجمہ اچھی قسم اسمائے سبکبرہ جس وقت کہ وہ یائے محکم کے علاوہ کی جانب متغای ہوں جیسے: اب (باپ) اخ (بھائی) حتم (دیور) هن (شرمگاہ) نتم (منہ) ثومتالی (مال والا) ان کی حالت رفعی واؤ کے ساتھ اور حالت نصی الف کے ساتھ اور حالت جری یا کے ساتھ ہوگی۔ جیسے: حجاجہ أبوك (تیرے ابو آئے) رأيت أباك (میں نے تیرے ابو کو دیکھا) مترزٹ بائینک (میں تیرے ابو کے پاس سے گزرا)۔

سوال (۱): اعراب کی دونوں قسموں کو بیان کریں اور بتائیں کہ ان میں منافرت کس طرح پیدا ہوگئی اور پھر نحویوں نے ان میں کس طرح مناسبت پیدا کی نیز اعراب بالحروف کے لیے چھ مفردوں کی تخصیص کیوں کی؟

جواب (۱): اعراب کی دو قسمیں ہیں (۱) اعراب بالحرکت (۲) اعراب بالحروف جیسا کہ ماقبل میں بیان ہو چکا ہے یہاں صرف اتنی بات سمجھنے کی ہے کہ اعراب بالحرکت اصل ہے اور اعراب بالحروف اس کی فرع، اس لیے کہ فتح کی آواز کو کھینچنے سے الف اور ضمہ کی آواز کو دراز کرنے سے واؤ اور کسرہ کی آواز کو لمبا کرنے سے یا بن جاتی ہے لہذا فتح، ضمہ، کسرہ اصل ہوئے جو کہ اعراب بالحرکت کہے جاتے ہیں اور ان سے بننے والے الف، واؤ، یا فرع ہوئے جو کہ اعراب بالحروف کہے جاتے ہیں۔

پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ مفرد اصل ہے اور تشبیہ و جمع اس کی فرع، اس لیے کہ تشبیہ مفرد کے آخر میں الف نون بڑھا کر بنائی جاتی ہے جیسے: رجل سے رجلا، تو مفرد اصل ہوا اور اس سے بننے والی تشبیہ اس کی فرع ہوئی اسی طرح جمع بھی مفرد کے آخر میں واؤ نون بڑھا کر بنائی جاتی ہے جیسے: مسلم سے مسلمون تو پتہ چلا کہ مفرد اصل ہے اور اس سے بننے والی جمع اس کی فرع ہے۔

اب نحویوں نے اعراب کی تقسیم اس طرح کی کہ اعراب اصل تو اصل کو دیا اور



اعراب فرع فرع کو دیا یعنی اعراب بالحرکت جو کہ اصل ہے مفرد کو دیا کہ وہ بھی اصل ہے اور اعراب بالحرکات جو کہ فرع ہے تشنیہ و جمع کو دیا کہ وہ بھی فرع ہیں، اب اس طرح اعراب بالحرکت مفردات کو لیکر الگ ہو گیا اور اعراب بالحرکات تشنیہ و جمع کو لے کر علیحدہ ہو گیا جس کی وجہ سے ان دونوں میں منافرت اور اجنبیت پیدا ہو گئی تو اب نحوین نے سوچا کہ ان دونوں میں مناسبت اور قرب پیدا کرنا چاہیے اس لیے انہوں نے اعراب بالحرکات سے کہا کہ بھائی مل جل کر رہنا اچھا ہے ایسا کرو کہ اب سے تم مفرد پر بھی آجایا کرو چنانچہ سمجھانے بھانے کے بعد اعراب بالحرکات مفرد پر آنے کے لیے راضی ہو گئے مگر انہوں نے کہا کہ ہم مفرد پر تو آجائیں گے لیکن ہماری چار شرطیں ہیں چنانچہ ان کی چاروں شرطیں مان لی گئیں اور اس طرح ان کو چھ مفرد دے دیئے گئے اور چھ مفرد کی تخصیص اس لیے کی کہ پہلے اعراب بالحرکات تین اور تین چھ جگہ آتا تھا تشنیہ کی تین حالتوں میں یعنی حالت رفعی نصی و جری میں اور جمع کی تین حالتوں میں یعنی حالت رفعی و نصی و جری میں تو ہر حالت کے مقابلہ میں ایک ایک مفرد دیا یا اس طرح کل چھ ہو گئے۔

سوال (۲): اسمائے ستہ مکبرہ کو مع ترجمہ بیان کریں نیز ان کی تینوں حالتوں کا اعراب بھی مع مسئلہ بیان کریں اور پھر بتلائیں کہ ان کا اعراب کن چار شرطوں پر موقوف ہے؟

جواب (۲): اسمائے ستہ مکبرہ یہ ہیں اَب (باپ) اَخ (بھائی) اَحْم (دیور) اَحْن (شرم گاہ) اَمَّ (منہ) اُو (والا)، پس جب یہ پائے متکلم کے علاوہ کی طرف مضاف ہوں چاہے اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوں یا اسم ضمیر کی طرف پھر خواہ ضمیر جمع متکلم کی طرف اضافت ہو یا حاضر کی طرف یا غائب کی طرف تو ان کا اعراب حالت رفعی میں واؤ کے ساتھ حالت نصی میں الف کے ساتھ اور حالت جری میں یاؤ کے ساتھ ہوگا

مثالیں علی الترتیب یہ ہیں: (۱) جَاءَ أَبُو زَيْدٍ، رَأَيْتُ أَبَا زَيْدٍ مَرَزُتُ بِأَبِي زَيْدٍ  
 (۲) جَاءَ أَخُوْنَا زَيْنًا أَخَانًا، مَرَزْنَا بِأَخِينَا (۳) جَاءَ حَمُوكِ، رَأَيْتُ  
 حَمَاكَ، مَرَزْتُ بِحَمِيكَ (۴) لَمَّا مَرَزْتُكَ إِحْفَظْ هُنَاكَ، وَلَا تَلْقَبْ بِحَمِيكَ  
 (۵) لَمَّا فُوءُ، رَأَيْتُ فَاهُ مَرَزْتُ بِفِيهِ (۶) جَاءَ فُومَالٍ رَأَيْتُ ذَامَالَ، مَرَزْتُ  
 بِذِي مَالٍ۔ یاد رہے کہ ذو کے لیے اضافت لازم ہے اور اس کا مضاف الیہ صرف  
 اسم جنس ہوتا ہے اور کبھی بطریق شاذ و نادر (نا کے درجہ میں) ضمیر کی طرف بھی  
 اضافت ہوتی ہے جیسے: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَفَوْيِهِ أَيْ أَصْحَابِهِ۔

اسمائے ستہ کبترہ پر اعراب مذکور کے آنے کے لیے چار شرطیں ہیں  
 (۱) اسمائے ستہ مؤحدہ ہوں یعنی مفرد ہوں ثنیہ و جمع نہ ہوں ورنہ تو یہ اعراب نہ  
 آئے گا بلکہ ثنیہ و جمع کا اعراب آئے گا جیسے: جَاءَ أَخُوَانٍ، رَأَيْتُ أَخُوَيْنِ،  
 مَرَزْتُ بِأَخُوَيْنِ، جمع کی مثال: جَاءَ إِخْوَانٌ، رَأَيْتُ إِخْوَانًا، مَرَزْتُ  
 بِإِخْوَانٍ، (۲) کبترہ ہوں معصرہ یعنی تصغیر نہ لائی گئی ہو ورنہ تو اعراب مفرد منصرف  
 والا ہوگا جیسے: جَاءَ أَخِيكَ، رَأَيْتُ أَخِيكَ، مَرَزْتُ بِأَخِيكَ (میں تیرے بھیا  
 کے پاس سے گزرا) (۳) اضافت کے ساتھ استعمال ہوں اگر بلا اضافت کے  
 استعمال ہوں گے تو بھی اعراب مفرد منصرف صحیح کا ہوگا جیسے: جَاءَ أَخٌ، رَأَيْتُ  
 أَخًا، مَرَزْتُ بِأَخٍ، (۴) اضافت یا ئے حکلم کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف ہو  
 اگر یا ئے حکلم کی طرف ہوگی تو اسم متمکن کی چودھویں قسم کا اعراب ہوگا یعنی اعراب  
 تقدیری ہوگا جیسے: جَاءَ أَخِي، رَأَيْتُ أَخِي، مَرَزْتُ بِأَخِي۔

۱۰۰ "خمیر کا اصل اعراب تو نمرہ ہے مگر جب اس سے پہلے کسرہ یا اے ساکن آجائے تو خلاف اصل کسورہ پڑھی جاتی  
 ہے جیسے: وَفِيهِ لَوْ كَرَّمْنَا لَوْ يَحْمَدُ بِاللَّيْزِ وَالسَّكِينِ هُوَ مَضْمُونٌ هُوَ يَكُونُ مَشْلُوقًا، أَخَاهُ، رَسُولَهُ، أَخُوهُ۔  
 ۱۰۱ صحیح اس ۱۰۰ شرح الہندی۔

سوال (۳) اسماء تو سہ حرفی ہوتے ہیں پھر اسمائے ستہ مکبرہ دو حرفی کیوں ہیں، نیز فتم اور ذو کی اصل میں کیا تعلیل ہوئی ہے بطور خاص ذکر کریں؟

جواب (۳): آپ نے صحیح فرمایا کہ اسمائے معربہ سہ حرفی ہوتے ہیں، پس اسمائے ستہ مکبرہ بھی سہ حرفی ہی ہیں جیسے: أَبَوٌ، أَخَوٌ، حَمَوٌ، هَنَوٌ، فُوَةٌ، ذَوَوٌ، ان میں سے پہلے چار ناقص واوی ہیں، لہذا سہولت و آسانی کے لیے آخر سے واؤ کو خلاف قیاس حذف کر دیا اور فوۃ اجوف واوی ہے پس آخر سے ہا کو خلاف قیاس حذف کر دیا جیسا کہ حروف علت کو خلاف قیاس حذف کیا گیا ہے اس لیے کہ ہا خفت میں حروف علت کے ساتھ مشابہ ہے، چنانچہ فَوْر ہا اور کلام عرب میں کوئی بھی دو حرفی اسم ممکن ایسا نہیں پایا جاتا کہ جس کا دوسرا حرف واؤ ہو اس لیے واؤ کو میم سے بدل دیا فتم ہو گیا اور میم سے اس لیے بدلا کہ واؤ اور میم مخرج میں قریب قریب ہیں، اس لیے کہ میم ہونٹوں کی خشکی والے حصہ سے ادا ہوتا ہے (خشکی کی قید باء کے مخرج کے مقابلہ میں ہے کہ وہ دونوں ہونٹوں کی تری والے حصہ سے ادا ہوتا ہے مگر خشکی اور تری میں بہت باریک فرق ہے جس کو قرآن کریم ہی خوب جانتے ہیں) اور واؤ کا مخرج دونوں ہونٹوں کا خلا اور دونوں ہونٹوں کے کنارے ہیں (مگر ہونٹوں کے کناروں سے واؤ کو ادنیٰ تعلق ہے) بہر حال معلوم ہوا کہ قریب المخرج ہونے کی وجہ سے میم کو واؤ سے مشابہت ہے اس لیے واؤ کی جگہ پر میم لائے کسی اور حرف کو نہیں لائے، اور ذَوَوٌ لقیف مقرون ہے (جس کے اندر دو حرف علت ملے ہوئے ہوں) پس آخری واؤ کو خلاف قیاس حذف کر دیا اور اس کا اعراب پہلے واؤ کو دیدیا، یاد رہے کہ یہ بغیر اضافت کے استعمال نہیں ہوتا، اور جب ان اسمائے ستہ کی اضافت یائے متکلم کے علاوہ کسی دوسری ضمیر یا اسم ظاہر کی طرف کی جائے گی تو

حذف شدہ واؤ داخل آجائے گا جیسے: اَبُو زَيْدٍ اَخُوْنَا، حَمُوْك، قُوَّةٌ وَغِيْرَه۔

ہفتم لفظی چوں رَجُلَانِ ہفتم کَلَا و کَلْتَا مضاف بمضمونہم اِثْنَانٍ و اِثْنَانٍ  
رفع شاں بالف باشد و نصب و جر بیای ماقبل مفتوح چوں جَاءَ رَجُلَانِ و کَلَاهُمَا  
و اِثْنَانٍ و رَايْتُ رَجُلَيْنِ و کَلَيْهِمَا و اِثْنَيْنِ و مَرَرْتُ بِرَجُلَيْنِ و کَلَيْهِمَا و  
اِثْنَيْنِ، وہم جمع مذکر سالم چوں مُسْلِمُوْنَ یا زوہم اَوَّلُوْ دوازدہم عِشْرُوْنَ تا  
بِسْعُوْنَ رفع شاں ہواؤ ماقبل مضموم باشد و نصب و جر بیای ماقبل مکسور چوں جَاءَ  
مُسْلِمُوْنَ و اَوَّلُوْ مَالٍ و عِشْرُوْنَ رَجُلًا و رَايْتُ مُسْلِمَيْنِ و اَوْلِيٰ مَالٍ و  
عِشْرَيْنِ رَجُلًا و مَرَرْتُ بِمُسْلِمَيْنِ و اَوْلِيٰ مَالٍ و عِشْرَيْنِ رَجُلًا۔

ترجمہ: ساتویں قسم: ثننیہ جیسے: رَجُلَانِ (دو مرد) آٹھویں قسم کَلَا و کَلْتَا  
(دو مرد، دو عورتیں) ضمیر کے ساتھ مضاف ہوں گے۔ نویں قسم: اِثْنَانٍ و اِثْنَانِ (دو  
مذکر و مؤنث کے لیے) تینوں کی حالت رفعی الف کے ساتھ اور حالت نصی و جری  
یائے ماقبل مفتوح کے ساتھ ہوگی جیسے: جَاءَ رَجُلَانِ و کَلَاهُمَا و اِثْنَانٍ و رَايْتُ  
رَجُلَيْنِ و کَلَيْهِمَا و اِثْنَيْنِ و مَرَرْتُ بِرَجُلَيْنِ و کَلَيْهِمَا و اِثْنَيْنِ، دسویں قسم:  
جمع مذکر سالم جیسے: مُسْلِمُوْنَ، گیارہویں قسم اَوَّلُوْ، بارہویں قسم عِشْرُوْنَ سے  
بِسْعُوْنَ تک ان کی حالت رفعی واؤ ماقبل مضموم اور حالت نصی و جری یائے ماقبل  
مکسور کے ساتھ ہوگی جیسے: جَاءَ مُسْلِمُوْنَ و اَوَّلُوْ مَالٍ و عِشْرُوْنَ رَجُلًا و رَايْتُ  
مُسْلِمَيْنِ و اَوْلِيٰ مَالٍ و عِشْرَيْنِ رَجُلًا و مَرَرْتُ بِمُسْلِمَيْنِ و اَوْلِيٰ مَالٍ و  
عِشْرَيْنِ رَجُلًا۔

سوال (۱): اسم متمکن کی ساتویں، آٹھویں، نویں قسم کو مع اعراب و امثله بیان کریں؟  
جواب (۱): اسم متمکن کی ساتویں قسم ثنی۔ ہے اور ثنی یا ثننیہ وہ اسم ہے جو دو پر دلالت

کرے اس حال میں کہ اس کا واحد بھی آتا ہو جیسے: رَجُلَانِ، آٹھویں قسم: کَلَا و کَلْنَا، پہلا برائے تشنیہ مذکر ہے معنی دو مرد، دوسرا برائے مؤنث (دو عورتیں) بشرطیکہ ان دونوں کی اضافت ضمیر کی طرف کی جائے، نویں قسم اِثْنَانِ وَاِثْنَانِ پہلا برائے تشنیہ مذکر ہے معنی دو مرد، دوسرا برائے مؤنث ہے معنی دو عورتیں، اور اِثْنَانِ لغت حجاز میں ہے لغت عمیقہ میں اِثْنَانِ لے ہے، ان تینوں قسموں کا اعراب حالتِ رفعی میں الف کے ساتھ حالتِ نصی اور جری میں یائے ماقبل مفتوح کے ساتھ ہوگا اور یہ اعراب اس لیے ہے کہ چونکہ تشنیہ اور جمع مذکر سالم مفرد کی فرع ہیں لہذا ان کا اعراب بھی اعراب فرع (اعراب بالحروف) ہونا چاہیے، اور چونکہ اعراب بالحروف تین ہیں الف، واو، یاء، اور تشنیہ و جمع کے اعراب چھ ہیں تینوں حالتیں تشنیہ کی اور تینوں حالتیں جمع کی، اب اگر آپ یہ تین اعراب ان دونوں میں سے کسی ایک کو دیں گے تو دوسرا بغیر اعراب کے رہ جائے گا، لہذا ان دونوں پر ان تین اعراب کو تقسیم کرنا پڑے گا، چنانچہ نحو میں نے اس طرح تقسیم کی کہ الف تشنیہ کو حالتِ رفعی کے لیے دیدیا اور واو جمع کو حالتِ رفعی کے لیے دیدیا، باقی رہا "یا" تو وہ تشنیہ و جمع کے درمیان ان کی حالتِ نصی و جری کے لیے مشترک رکھ دیا، مگر دونوں میں اس طریقہ سے فرق کر دیا کہ جمع میں یا کے ماقبل کو کسرہ دیا جائے گا اور تشنیہ میں اس کے ماقبل کو فتح ہوگا۔ لہذا اب اشکال نہ ہونا چاہیے کہ تشنیہ و جمع کی حالتِ نصی و جری کا اعراب ایک ہی کیوں ہے اس لیے کہ یہ اعراب کی کمی سے ہوا ہے، بہر حال اب تینوں قسموں کی مثالیں علی الترتیب ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی قسم کی مثالیں: جَاءَ رَجُلَانِ، رَأَيْتُ رَجُلَيْنِ، مَرَرْتُ بِرَجُلَيْنِ،

بِکَلَّا وَبِکَلَّتَا کی مثالیں: حَاجَةٌ بِکَلَّا لَهْمَاءَ زَائِنَةٌ بِکَلَّتِهْمَا، مَرَزَتْ بِکَلَّتِهْمَا،  
لفظی ترجمہ: ان دونوں کے دونوں آئے اور محاورہ ترجمہ: وہ دونوں آئے۔

سوال (۲): بِکَلَّا وَبِکَلَّتَا کی اضافت اگر ضمیر کے بجائے اسم ظاہر کی طرف ہو تو کیا  
اعراب آئے گا، نیز ان تین قسموں کو الگ الگ بیان کرنے کی وجہ کیا ہے حالانکہ یہ  
سب تشبیہ پر دلالت کرتی ہیں؟

جواب (۲): اگر بِکَلَّا وَبِکَلَّتَا کی اضافت اسم ضمیر کے بجائے اسم ظاہر کی طرف کر  
دی جائے تو ان دونوں کا اعراب اعراب بالمحروف کے بجائے اعراب بالحرکت  
تقدیری ہوگا جیسے: حَاجَةٌ بِکَلَّا الرَّجُلَيْنِ (دونوں مرد آئے) زَائِنَةٌ بِکَلَّا الرَّجُلَيْنِ  
(میں نے دونوں مردوں کو دیکھا) مَرَزَتْ بِکَلَّا الرَّجُلَيْنِ (میں دونوں مردوں  
کے پاس سے گذرا) نیز مؤنث کی مثالیں: حَاجَةٌ بِکَلَّتَا الْمَرْءَتَيْنِ زَائِنَةٌ بِکَلَّتَا  
الْمَرْءَتَيْنِ، مَرَزَتْ بِکَلَّتَا الْمَرْءَتَيْنِ۔

مصنف نے ان تینوں قسموں کو الگ الگ اس لیے بیان کیا کہ اگرچہ یہ سب  
قسمیں تشبیہ پر دلالت کرتی ہیں، لہذا ایک ہی قسم میں بیان کرتے لیکن ایسا نہیں کیا اس  
لیے کہ ان سب میں فرق ہے کیونکہ تشبیہ وہ اسم ہے جو دو پر دلالت کرے مگر اس کا واحد  
بھی آتا ہو، حالانکہ بِکَلَّا وَبِکَلَّتَا تشبیہ پر تو دلالت کرتے ہیں مگر ان کا کوئی واحد نہیں  
ہے، اس لیے یہ تشبیہ نہیں ہے، البتہ تشبیہ کے ساتھ لاحق کر دیئے گئے ہیں جس کی وجہ  
سے تشبیہ کے حکم میں ہو کر ان کو بھی اس کا اعراب مل گیا اسی طرح اِشْتَانِ وَ اِشْتَانِ ہیں کہ  
یہ تشبیہ پر تو دلالت کرتے ہیں مگر ان کا واحد نہیں ہے اس لیے کہ اِشْتَانٌ وَ اِشْتَانٌ کلام عرب  
میں کہیں نہیں سنے گئے، لیکن ان کو بھی تشبیہ کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے، جس کی وجہ  
سے تشبیہ کے حکم میں ہو کر ان کو بھی اسی کا اعراب مل گیا، پھر آٹھویں اور نویں قسم تو

دووں ملکیاتِ ثننیہ ہیں لہذا ان کو ایک ساتھ بیان کرنا چاہیے تھا مگر مصنف نے ان کو بھی الگ الگ قسموں میں بیان فرمایا اس لیے کہ **بِکَلِّا وَکَلِّتا** ثننیہ کے معنی پر دلالت کرتے ہیں، لیکن لفظوں میں ثننیہ سے کوئی مشابہت نہیں رکھتے، اس کے برخلاف **اِبْتَانِ وَ اِبْتَانِ** کو ثننیہ کے ساتھ لفظی اور معنوی دووں اعتبار سے مشابہت ہے جیسا کہ ظاہر ہے اس لیے ان دووں کو بھی علیحدہ علیحدہ دو قسموں میں بیان فرمایا۔

**بِکَلِّا** اصل میں **بِکَلِّو** تھا واو کو الف سے بدل دیا کلا ہو گیا بروزن **عَصَا** اور **بِکَلِّتا** میں الف مقصورہ ہے جو تانیہ کی علامت ہے اور لام کلمہ (واو) سے بدل کر آیا ہے چنانچہ اصل میں **بِکَلِّو** بروزن ذکرئی تھا واو کو تا سے بدل دیا **بِکَلِّتا** ہو گیا۔

سوال (۳): اسم متمکن کی دسویں، گیارہویں، بارہویں قسم کو مع اعراب و امثله بیان کریں، نیز بتائیں کہ ان تین قسموں کو الگ الگ بیان کرنے کی وجہ کیا ہے حالانکہ یہ ساری قسمیں جمع پر دلالت کرتی ہیں؟

جواب (۳): اسم متمکن کی دسویں قسم جمع مذکر سالم ہے اور وہ ایسی جمع ہے جس میں واحد کا وزن سلامت ہو، گیارہویں قسم اولؤ ہے یہ ذوکی جمع من غیر لفظ ہے معنی صاحبان، والے، جاننا چاہیے کہ جمع کی چھ قسمیں ہیں (۱) اسم جمع وہ اسم ہے جس سے جمع کے معنی ظاہر ہوں اور اس کا کوئی مفرد نہ ہو جیسے: قَوْمٌ و رَهْطٌ (جماعت) (۲) شبہ جمع وہ اسم ہے جو جمع کے معنی پر دلالت کرے اور واحد جمع میں تا کی وجہ سے یایائے نسبتی کی وجہ سے امتیاز ہو، جیسے: ثَمْرٌ کہ اس کا واحد ثمرۃ ہے اور روم کہ اس کا واحد رومی ہے۔ عَرَبٌ کہ اس کا واحد عَرَبِیٌّ ہے۔

نوٹ: تا کی وجہ سے امتیاز غیر ذوی العقول میں ہوگا اور یایائے نسبتی کی وجہ سے ذوی العقول میں۔ (۳) جمع من غیر لفظ وہ جمع ہے جس میں واحد اور جمع کے الفاظ

الگ الگ ہوں جیسے: اِنْرَاة کی جمع نِسَاة اور ذُو کی جمع اَوْلَاد (۴) جمع اعتباری وہ جمع ہے کہ جس میں واحد اور جمع کی شکل میں کوئی فرق نہ ہو محض اعتباری فرق ہو جیسے: فَلَک کشتی فَلَک واحد بھی ہے اور جمع بھی واحد بَرْدَن فُقْل ہے اور جمع بَرْدَن اُنْد ہے (۵) جمع البیع (جمع کی جمع) جیسے: اَکْبَاب جمع ہے اَکْلِب کی اور اَکْلِب جمع ہے کَلْب کی (۶) جمع ختمی المجموع وہ جمع ہے کہ جس کے بعد دوبارہ جمع تکبیر نہ آئے جیسے: مَسَاجِد، مَصَابِيح۔

اس ممکن کی بارہویں قسم عِشْرُوْنَ (بیس کی دہائی) سے لے کر تِسْعُوْنَ (نوے کی دہائی) تک، پس مذکورہ تینوں قسموں کی حالت رفعی واو کے ساتھ اور حالت نسی و جری یا ما قبل مکسور کے ساتھ ہوگی تینوں قسموں کی مثالیں علی الترتیب حسب ذیل ہیں جیسے: جَاةٌ مُسْلِمُوْنَ رَاثٌ مُسْلِمِيْنَ مَرَزَتْ بِمُسْلِمِيْنَ، جَاةٌ اَوْلَادٍ مَالٍ رَاثٌ لَوْلَى مَالٍ مَرَزَتْ بِاَوْلَى مَالٍ (میں مال والوں کے پاس سے گذرا) جَاةٌ عِشْرُوْنَ رَجُلًا رَاثٌ عِشْرِيْنَ رَجُلًا مَرَزَتْ بِعِشْرِيْنَ رَجُلًا، ترجمہ: بیس مرد آئے، میں نے بیس مردوں کو دیکھا، میں بیس مردوں کے پاس سے گذرا، پس اسی طریقہ پر ثلاثون (تیس) اربعون (چالیس) خمسون (پچاس) ستون (ساتھ) سبعون (ستر) ثمانون (اسی) تسعون (نوے) کی مثالیں تینوں حالتوں میں نکالی جائیں۔

مصنف نے ان تینوں قسموں کو الگ الگ اس لیے بیان کیا کہ اگرچہ یہ سب جمع پر دلالت کرتی ہیں مگر ان میں فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ جمع مذکر سالم اس اسم کو کہا جاتا ہے جو جمع ہو اور واحد کا وزن اس میں سلامت ہو لیکن اَوْلَاد جمع تو ہے لیکن واحد کا وزن سلامت نہیں اس لیے کہ اس کا واحد ذُو ہے۔



اور یہ اس کی جمع من غیر لفظ ہے اس لیے یہ جمع مذکر سالم نہیں البتہ ملحکات جمع مذکر سالم میں سے ہے اس لیے اس کو جمع مذکر سالم کا اعراب دیدیا گیا اور عشرؤن سے تسعون تک جمع تو ہیں مگر جمع مذکر سالم نہیں، اس لیے کہ جمع مذکر سالم وہ ہے جو تین سے زائد پر دلالت کرے اور زائد کی کوئی حد نہیں مگر عشرؤن تو متعین حد صرف (ہیں) پر دلالت کرتا ہے نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ پر اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کا واحد بھی نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ یہ جمع مذکر سالم نہیں ہیں البتہ ملحکات جمع مذکر سالم ہیں اس لیے ان کو جمع مذکر سالم کا اعراب دیدیا گیا۔

پھر گیارہویں اور بارہویں قسم تو دونوں ملحکات جمع مذکر سالم ہیں لہذا ان کو ایک قسم میں بیان کرنا چاہیے تھا مگر ایسا نہیں کیا اس لیے کہ ان دونوں میں بھی فرق ہے وہ فرق یہ ہے کہ اول کو جمع مذکر سالم سے صرف معنوی مشابہت ہے لفظی اعتبار سے کوئی مشابہت نہیں، اور عشرؤن تا تسعون کو جمع مذکر سالم سے لفظی اور معنوی دونوں اعتبار سے مشابہت ہے اس لیے ان دونوں کو بھی علیحدہ علیحدہ بیان کیا۔

سيزدهم اسم مقصور و آل اسمیت کہ در آخرش الف مقصورہ باشد چون:  
مُوسَى، چہار دہم غیر جمع مذکر سالم مضاف بیائے مکلم چون غَلَامِي رَفْعِ شَا  
بمقدیر ضمہ باشد و نصب بمقدیر فتح باشد و جر بمقدیر کسرہ و در لفظ ہمیشہ یکساں باشد  
چون جَاءَ مُوسَى وَ غَلَامِي، وَ رَأَيْتُ مُوسَى وَ غَلَامِي، وَ مَرَزْتُ بِمُوسَى وَ

لفظوں کی طرح اور بھی ملحکات جمع مذکر سالم ہیں جو جمع مذکر سالم نہیں ہے مگر ان کو جمع مذکر سالم کا اعراب دیا جاتا ہے جیسے: اَرْضُونَ، سُنُونَ، بَنُونَ وغیرہ کہ یہ ارض، سنہ اور ابن کی جمع غیر ہیں اس لیے کہ ان تینوں میں واحد کا وزن سلامت نہیں رہا بلکہ حرکات کے بدلنے سے ٹوٹ گیا اور اس لیے بھی کہ پہلے دو مؤنث کی جمع ہیں لہذا یہ جمع مذکر سالم نہیں البتہ ملحکات جمع مذکر سالم ہیں اس لیے کہ اس سے لفظ اور معنی دونوں طرح مشابہت رکھتے ہیں اس لیے ان کو اس کا اعراب دیا جاتا ہے۔

غَلَابِي، پانزویں قسم مقوص وَاں اسمیست کہ آخرش یائے ماقبل مکسور باشد چون  
قَاضِي رَفْعٌ بِمَقْدَرِ ضَمِّهٖ بِأَشَدِّ وَنَهْشٌ بِفَتْحِ لَفْظِي وَجَرَشٌ بِمَقْدَرِ كَسْرِهٖ چوں سَجَاةُ  
القَاضِي وَرَأَيْتُ القَاضِي وَمَرَزْتُ بِالقَاضِي۔

ترجمہ: تیرہویں قسم اسم مقصور اسم مقصور وہ اسم ہے کہ اس کے آخر میں الف مقصورہ  
ہو جیسے: مُوسَى چودہویں قسم غیر جمع مذکر سالم (جبکہ) یائے متکلم کی جانب  
مضاف ہو جیسے: غَلَابِي (میرا غلام) ان کی حالت رفعی تقدیر ضمہ، حالت نصی  
تقدیر فتوح اور حالت جری تقدیر کسرہ کے ساتھ ہوں گی اور لفظ میں ہمیشہ یکساں رہیں  
گی۔ جیسے: سَجَاةُ مُوسَى وَ غَلَابِي، وَ رَأَيْتُ مُوسَى وَ غَلَابِي، وَ مَرَزْتُ  
بِمُوسَى وَ غَلَابِي، پندرہویں قسم اسم مقوص: وہ اسم ہے جس کے آخر میں یائے  
ماقبل مکسور ہو جیسے: قَاضِي ان کی رفعی حالت ضمہ کی تقدیر کے ساتھ نصی حالت فتوح لفظی  
کے ساتھ اور جری حالت کسرہ کی تقدیر کے ساتھ ہوگی جیسے: سَجَاةُ القَاضِي وَ رَأَيْتُ  
القَاضِي وَ مَرَزْتُ بِالقَاضِي۔

سوال (۱): اسم متمکن کی تیرہویں، چودہویں قسم کی تعریف اور تینوں حالتوں میں  
ان کا اعراب مع امثلہ بیان کریں؟ نیز مصنف کی عبارت ”در لفظ ہمیشہ یکساں  
باشد“ کا کیا مطلب ہے؟

جواب (۱): اسم متمکن کی تیرہویں قسم اسم مقصور ہے قصر از باب ضرب معنی کم کرنا، کاٹنا  
سے اسم مفعول ہے معنی کاٹا ہوا اور اس کو کاٹا ہوا اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں مد نہیں  
کرتے بلکہ قصر کرتے ہیں اور اصطلاح میں اسم مقصور وہ اسم ہے جس کے آخر میں  
الف مقصورہ (کھڑا زبر) ہو جیسے: مُوسَى، عَيْسَى، سَلْمَى، بَشْرَى، كَثْبْرَى وغیرہ،  
چودہویں قسم وہ اسم ہے جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو اور جمع مذکر سالم کے علاوہ ہو

چاہے تو وہ اسم مفرد ہو جیسے: غَلَامِي خَادِمَتِي یا جمع ہو مگر مؤنث سالم ہو جیسے: بَقْرَاتِي، صِدِّيقَاتِي، یا جمع مذکر ہی ہو مگر سالم نہ ہو بلکہ مکسر ہو جیسے: اَصْدِقَائِي، اَوْلَادِي، اَلِهَةِ اِگر شنیہ ہوگا جیسے: غُلَامَائِي و خَادِمَتَائِي تو اس کا اعراب شنیہ کا اعراب ہوگا اور اسم ممکن کی ساتویں قسم میں داخل ہوگا اور ”جمع مذکر سالم مضاف ہوئے یا ئے حکلم“ کو اس لیے خارج کیا کہ اس کا اعراب الگ ہے جو عنقریب سولہویں قسم میں بیان کیا جائے گا۔

بہر حال ان دونوں قسموں کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری اور حالت نصی میں فتحة تقدیری اور حالت جری میں کسره تقدیری کے ساتھ ہوگا جیسے: جَاة مَوْسٰی، رَاثِث مَوْسٰی، مَرَزْث بِمَوْسٰی اسی طرح جَاة غُلَامِي، رَاثِث غُلَامِي، مَرَزْث بِغُلَامِي، عبارت مذکورہ ”در لفظ ہمیشہ یکساں باشند“ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ان تینوں حالتوں میں حقیقتاً تو اعراب بدل جاتا ہے مگر چونکہ ان دونوں قسموں کا اعراب ہر سہ حالت میں تقدیری ہوتا ہے یعنی چھپا رہتا ہے اور نظر نہیں آتا اس لیے تینوں حالتوں میں ان کی شکل یکساں اور برابر ہے گی تبدیلی نظر نہیں آئیگی۔

سوال (۲) اسم متمکن کی پندرہویں قسم کی لغوی اور اصطلاحی تعریف نیز تینوں حالتوں میں اس کا اعراب مع امثلہ بیان کریں، اور بتلائیں کہ دو حالتوں میں اعراب تقدیری اور ایک حالت میں اعراب لفظی آنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب (۲): اسم متمکن کی پندرہویں قسم اسم منقوص ہے نَقْصٌ اِزْ بَابِ ضَرْبٍ مَعْنٰی كَم كَرْنَا سَمِ مَفْعُولٌ هُوَ مَعْنٰی كَم كَمَا هُوَ اِوْرَ اِصْطِلَاحِي تَعْرِيفٌ: اسم منقوص وہ اسم ہے جس کے آخر میں یا ئے ماقبل مکسور ہو جیسے: الْقَاضِي، الدَّاعِي، الرَّاعِي اس کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری اور حالت نصی میں فتحة لفظی اور حالت جری میں

کسرہ تقدیری کے ساتھ ہوگا جیسے: حَاجَةُ الْقَاضِي، رَأَيْتُ الْقَاضِي، مَرَزْتُ بِالْقَاضِي، اگر اسم منقوس پر الف لام نہ ہو تو اجتماع ساکنین کی وجہ سے یا حذف ہو جاتی ہے اس صورت میں مثالیں اس طرح ہوں گی جیسے: حَاجَةُ قَاضٍ رَأَيْتُ قَاضِيًا، مَرَزْتُ بِقَاضٍ۔<sup>۱</sup>

اسم منقوس کی حالت رفعی میں ضمہ تقدیری اس لیے آتا ہے کہ اسم منقوس کا آخری حرف یا ہے اور یا ضعیف اور کمزور حرف ہے اس لیے کہ حروف علت میں سے ہے جو ضعیف ہیں اور ضمہ قوی حرکت ہے اب اگر حالت رفعی میں یا پر ضمہ دیں تو وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے اپنے اوپر قوی حرکت کو برداشت نہیں کر سکے گی اس لیے ضمہ تقدیری کر دیا اور حالت جری میں بھی کسرہ کو اسی وجہ سے تقدیری کیا کہ یا ضعیف ہے اور کسرہ اس سے قوی ہے اور اب اگر حالت جری میں یا پر کسرہ دیں تو وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے اس کو برداشت نہیں کر سکتی اس لیے کسرہ تقدیری کر دیا اور پھر چونکہ یا پر ضمہ و کسرہ پڑھنے میں دشواری اور ثقل بھی محسوس ہوتا ہے اس لیے ان کو تقدیری کر دیا یعنی نفسی حالت تو اس میں فتح لفظی اس وجہ سے ہے کہ یا حرف علت ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے مگر فتح تمام حرکات میں اخف ترین حرکت ہے اور یا میں اتنی قوت ہے کہ وہ اخف حرکت کو قبول کر سکے اس لیے اس کو اس حالت میں فتح لفظی دیدیا۔

سوال (۳): تیرہویں اور چودھویں قسم کی تینوں حالتوں میں اعراب تقدیری کیوں آتا ہے، نیز رَأَيْتُ غُلَامِي وَرَأَيْتُ الْقَاضِي ان دونوں کی حالت نفسی کے اعراب میں فرق کی کیا وجہ ہے؟

جواب (۳): اسم مقصور کی تینوں حالتوں میں اعراب تقدیری اس لیے ہے کہ اس سے آخر میں الف ہوتا ہے الف میں کسی بھی حرکت کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے اگر اس کو حرکت دیں گے تو وہ الف نہیں رہے گا بلکہ ہمزہ بن جائے گا پس اب اگر اس کو حالت رفعی میں ضمہ اور حالت نصی میں فتح اور حالت جری میں کسرہ دیں گے تو وہ الف نہیں رہے گا بلکہ ہمزہ بن جائے گا، اس وجہ سے تینوں حالتوں میں اعراب تقدیری کر دیا، اور چونکہ وہیں قسم کا اعراب تقدیری اس وجہ سے ہے کہ اس میں اسم کی اضافت یا کلمے کی طرف ہوتی ہے اور یا اپنے ماقبل کسرہ چاہتی ہے چنانچہ اس سے پہلے والے حرف مثلاً غَلَامِیٰ میں غَلَامِ کی میم کو کسرہ دیدیا اور میم ہی محل اعراب ہے، لہذا اب اگر حالت رفعی میں میم کو ضمہ اور حالت نصی میں میم کو فتح اور حالت جری میں میم کو کسرہ دیں گے تو تنہا میم پر دو حرکتوں کا اجتماع لازم آئے گا حالانکہ محل واحد پر وقت واحد میں دو حرکتیں آنا محال ہے اس لیے تینوں حالتوں میں اس کا اعراب تقدیری کر دیا۔

رَأَيْتُ غُلَامِي، رَأَيْتُ الْقَاضِيَّ دُفُونَ کی حالت نصی میں فرق نہ ہونا چاہیے تھا اس لیے کہ دُفُونَ میں یاء ماقبل کسورہ ہے لہذا رَأَيْتُ غُلَامِي ہونا چاہیے تھا جیسے کہ رَأَيْتُ الْقَاضِيَّ ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ محترم آپ نے محل اعراب کو نہ سمجھا اس لیے کہ غُلَامِي میں محل اعراب یاء کلمہ نہیں ہے بلکہ غلام کا میم ہے اور یا تو کلمہ کی صمیر ہے اور ضمائر مثنیٰ ہیں پس یاء مثنیٰ ہے اور چونکہ غلام کے میم پر یاء کلمہ کی طرف اضافت کی وجہ سے پہلے ہی کسرہ آچکا ہے، لہذا اب اگر اس کو تینوں حالتوں میں ضمہ، فتح اور کسرہ بھی دیں گے تو میم پر ایک ہی وقت میں دو حرکتیں لازم آئیں گی جو محال ہے اور قاضی کی یاء چونکہ اس کی اپنی ذاتی ہے اس وجہ سے حالت نصی میں اس

نے اپنے سے ضعیف یعنی فتوہ کو قبول کر لیا اس سبب میں یہ بھی معلوم ہوا کہ اعراب  
 بالحرکت کی دو قسمیں ہیں (۱) لفظی (۲) تقدیری چنانچہ اسم متضمن کی پہلی پانچ قسموں  
 میں اعراب بالحرکت لفظی تھا اور یہاں ان تین قسموں کا اعراب اعراب بالحرکت  
 تقدیری ہے سوائے اسم متعوض کی حالت نصی کے کہ اس کا اعراب بالحرکت لفظی ہے۔

شانزدہم جمع مذکر سالم مضاف یائے کلمہ چون: مُسَلِّبِي رَفْعًا بِتَقْدِيرِ وَاوٍ  
 ہاشد و نصب و جرش یائے ماقبل مکسور چون: هَلُولَاہِ مُسَلِّبِي کہ دراصل مُسَلِّبُونَ  
 بودون باضافت ساقط شد و اذ یا جمع شدہ بودند و سابق ساکن بود و اذ را یہاں بدل کردند  
 و یا اذ را یا او عام کردند مُسَلِّبِي شد ضمہ میم را بکسرہ بدل کردند و زَائِتُ مُسَلِّبِي و  
 مَرَزَاتُ بِمُتَّسِلِي۔

ترجمہ: سلوہیں قسم جمع مذکر سالم یائے کلمہ کی جانب مضاف ہونے کی صورت  
 میں جیسے مُسَلِّبِي حالت رفعی تقدیر و اذ، اور حالت نصی و جری یائے ماقبل مکسور کے  
 ساتھ ہوگی جیسے: هَلُولَاہِ مُسَلِّبِي کہ اصل میں مُسَلِّبُونَ تھا نون اضافت کی وجہ  
 سے ساقط ہو گیا و اذ اور یا جمع ہو گئے پہلا ساکن تھا اس کو یا سے بدل دیا گیا اور یا  
 کو یا میں مدغم کر دیا مُسَلِّبِي ہو گیا اور پھر میم کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا و زَائِتُ  
 مُسَلِّبِي و مَرَزَاتُ بِمُتَّسِلِي۔

سوال (۱) اسم متضمن کی سلوہیں قسم کی تعریف اور تینوں حالتوں میں اس کا اعراب  
 مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۱): سلوہیں قسم "جمع مذکر سالم مضاف بسوئے یائے کلمہ" ہے یعنی ہر وہ اسم جو  
 جمع مذکر سالم ہو اور یائے کلمہ کی طرف مضاف ہو، لہذا اگر جمع مذکر سالم ضمیر جمع کلمہ یا  
 ضمیر حاضر و غائب یا اسم ظاہر کی طرف مضاف ہو جیسے: مُسَلِّبُونَ، مُسَلِّبُونَكَ،

مُسْتَلِیْمٌ، مُسْتَلِیْمٌ وَ اَلْهِنْدِ تو اس کا اعراب جمع مذکر سالم ہی کا ہوگا، جو کہ دسویں قسم میں بیان ہوا ہے، مذکورہ بالا مثالوں سے جمع مذکر سالم کا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا ہے۔

بہر حال جب جمع مذکر سالم مضاف بسوئے یا ئے متکلم ہو تو اس کا اعراب حالت رفعی میں واؤ تقدیری کے ساتھ اور حالت نھی و جری میں یا ئے لفظی کے ساتھ ہوگا، جیسے: هُوَ لَا مُسْلِمِي، رَأَيْتُ مُسْلِمِي، مَرَزْتُ بِمُسْلِمِي، ترجمہ: یہ سب میرے مسلمان (بھائی) ہیں میں نے اپنے مسلمان (بھائیوں) کو دیکھا، میں اپنے مسلمان (بھائیوں) کے پاس سے گذرا۔

سوال (۲): هُوَ لَا مُسْلِمِي رَأَيْتُ مُسْلِمِي مَرَزْتُ بِمُسْلِمِي ان تینوں کی علیحدہ علیحدہ تعلیل صرفی بیان کریں؟

جواب (۲): حالت رفعی میں مُسْلِمِي اصل میں مُسْلِمُونَ۔ یہ تھانوں اضافت کی وجہ سے گر گیا، چنانچہ مسلمو۔ یہ ہو گیا اب واؤ اور یاہ جمع ہو گئے اور قاعدہ ہے کہ اگر واؤ اور یا کسی کلمہ میں جمع ہو جائیں اس حال میں کہ پہلا ساکن ہو جیسا کہ یہاں پہلا یعنی واؤ ساکن ہے تو واؤ کو یا سے بدل دیتے ہیں، پس قاعدہ کے مطابق واؤ کو یا سے بدل دیا تو مُسْلِمِي۔ یہ ہو گیا، اب دو حرف ایک جنس کے جمع ہو گئے یعنی دو یا تو یا کا یا میں ادا مقام کر دیا، چنانچہ مُسْلِمِي ہو گیا، اور یا اپنے ما قبل کسرہ چاہتی ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے، اس لیے میم کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا پس مُسْلِمِي ہو گیا، اور حالت نھی میں مُسْلِمِي اصل میں مُسْلِمِينَ۔ یہ تھانوں اضافت کی وجہ سے گر گیا تو مُسْلِمِي۔ یہ باقی رہا اب دو حرف ایک جنس کے جمع ہو گئے تو یا کا یا میں ادا مقام کر دیا لہذا مُسْلِمِي ہو گیا، اسی طرح حالت جری میں بِمُسْلِمِي اصل میں مُسْلِمِينَ۔ یہ تھانوں اضافت کی وجہ سے ساقط ہو گیا تو مُسْلِمِي۔ یہ پچا اب دو

حرف ہم جنس جمع ہو گئے لہذا ایک کا دوسرے میں ادغام کر دیا تو مُسَلِّبٌ ہو گیا۔

سوال (۳): جب سولہویں قسم کی تینوں حالتوں میں سب صورتیں یکساں ہیں تو حالت رُفعی میں واؤ تقدیری اور نصی و جری میں یائے لفظی کہاں چہ معنی دارو؟

جواب (۳): گرچہ اس قسم کی تینوں حالتوں میں سب صورتیں یکساں رہتی ہیں مگر حقیقتاً اعراب بدلتا رہتا ہے چنانچہ حالت رُفعی میں واؤ تقدیری اس طرح ہے کہ جب ہم نے مُسَلِّبٌ میں تغلیل کر کے واؤ کو یاء سے بدل کر مُسَلِّبِی۔ بنایا تو واؤ بالکل ختم ہو گیا اس کی حقیقت باقی نہیں رہی اس لیے اس کو تقدیراً ماننا پڑا کہ یہاں واؤ تقدیری ہے یعنی چھپی ہوئی ہے، اور حالت نصی و جری میں جب اضافت کی وجہ سے نون گر گیا تو مُسَلِّبِی۔ ی بچا، چنانچہ یہاں یاء کو حذف نہیں کیا بلکہ دوسری یاء میں اس کا ادغام کر دیا، اور ادغام کسی حرف کو معدوم نہیں کرتا بلکہ اس کا وجود باقی رہتا ہے البتہ مدغم مدغم فیہ میں چھپ جاتا ہے جو اگرچہ نظر نہیں آتا، مگر بولنے میں ظاہر ہوتا ہے لہذا ان دونوں حالتوں میں یاء کا وجود باقی ہے اس لیے ان کا اعراب حالت نصی و جری میں یائے لفظی کے ساتھ ہے پس ان میں یہی فرق ہے کہ حالت رُفعی میں واؤ کا وجود بالکل ختم ہو گیا اس لیے وہاں اعراب تقدیری ماننا پڑا اور نصی و جری میں یا ختم نہیں ہوئی بلکہ صرف دوسری یاء میں اس کا ادغام ہوا ہے ورنہ تو اس کا وجود اپنی حالت پر باقی ہے اس لیے ان میں اعراب یائے لفظی کے ساتھ ہے، اور ظاہر میں صورت سب کی برابر ہے۔

تذکرہ: اسم متمکن کی سولہ قسمیں مکمل ہو گئیں ان میں سے آٹھ قسموں میں اعراب بالحرکت ہے اور آٹھ قسموں میں اعراب بالحرکات پہلی، دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں قسموں کی تینوں حالتوں میں اور چھٹے ہویں قسم کی



ایک حالت میں لفظی ہے اور تیر ہویں، چودھویں قسموں کی تینوں حالتوں میں اور پندرہویں قسم کی دو حالتوں میں اعراب بالحرکت تقدیری ہے، اسی طرح اعراب بالحرک چھٹی، ساتویں، آٹھویں، نویں، دسویں، گیارہویں، بارہویں قسموں کی تینوں حالتوں میں اور سولہویں قسم کی دو حالتوں میں لفظی ہے اور صرف سولہویں قسم کی ایک حالت میں اعراب بالحرک تقدیری ہے، گویا کہ اعراب بالحرک سولہ حالتوں میں لفظی ہے اور آٹھ حالتوں میں تقدیری ہے، اسی طرح اعراب بالحرک تیس حالتوں میں لفظی ہے اور ایک حالت میں تقدیری ہے۔

**فصل** بدانکہ اعراب مضارع سے است رفع و نصب و جزم فعل مضارع

باعبار وجوہ اعراب بر چہار قسم است اول صحیح مجرد از ضمیر بارز مرفوع برائے تشنیہ و جمع مذکور برائے واحد مؤنث مخاطبہ رفعلش بضمہ باشد و نصب بفتحہ و جزم بسکون چوں ہُوَ یَضْرِبُ و لَنْ یَضْرِبَ و لَمْ یَضْرِبْ۔

**ترجمہ**: واضح ہو کہ مضارع کے اعراب تین ہیں رفع، نصب اور جزم، فعل مضارع اعراب کی صورتوں کے اعتبار سے چار قسم پر ہے پہلی قسم: صحیح جو کہ اس ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو جو تشنیہ اور جمع مذکور اور واحد مؤنث مخاطبہ کے واسطے آتی ہے اس کی حالت رفعی ضمہ کے ساتھ ہوگی اور حالت نصبی فتحہ اور حالت جزمی سکون کے ساتھ ہوگی جیسے: هُوَ يَضْرِبُ و لَنْ يَضْرِبَ و لَمْ يَضْرِبْ۔

سوال (۱): فعل مضارع پر کتنے اعراب آتے ہیں اور کون کون سے نیز مصنف نے فعل مضارع کو اعراب کی صورتوں کے اعتبار سے کتنی قسموں پر تقسیم کیا ہے اور کس ترتیب سے وضاحت فرمائیں؟

جواب (۱): مصنف نے پچھلے تمام کلمات عرب کی دو قسمیں بیان فرمائی تھیں، معرب

اور جی پھر بتایا تھا کہ تمام حروف جہی ہیں اور افعال میں سے فعل ماضی، امر حاضر معروف اور فعل مضارع (جب کہ نون جمع مؤنث فاعب و حاضر اور نون تاکید ثقیلہ و مخفیہ کے ساتھ نہ ہو) بھی جہی ہے اور اسماء میں سے صرف اسم غیر متمکن جہی ہے پھر مصنف نے حروف کو اور افعال میں سے فعل ماضی اور امر حاضر معروف تینوں مہیات کو بیان نہیں فرمایا اس لیے کہ وہ تو متعین ہیں، البتہ اسماء چونکہ معرب بھی ہیں اور جہی بھی اس لیے آپ نے مہیات کی تعیین کے لیے اسم غیر متمکن کی آٹھ قسمیں بیان فرمائی چنانچہ اس طرح جہی کے بیان سے فارغ ہو گئے پھر دوسری قسم معرب کا بیان شروع فرمایا اور معرب کی چونکہ دو قسمیں ہیں اسم متمکن (جب کہ ترکیب میں واقع ہو) اور فعل مضارع (جب کہ نون جمع مؤنث اور نون تاکید سے خالی ہو) لہذا پہلے اسم متمکن کے اعراب کی تفصیل سولہ قسموں میں بیان فرمائی جب اس سے فارغ ہو گئے تو اب اس فصل سے فعل مضارع کے اعراب کی قسمیں بیان فرما رہے ہیں چنانچہ اس فصل کے بعد معرب کا بیان بھی ختم ہو جائے گا۔

اب جاننا چاہیے کہ فعل مضارع پر تین اعراب آتے ہیں رفع، نصب، جزم، جس طرح کہ اسم متمکن پر بھی تین اعراب آتے ہیں رفع، نصب، جر، پس نتیجتاً معلوم ہوا کہ رفع و نصب دونوں میں مشترک ہیں اور جزم فعل کے ساتھ خاص ہے اور جزم کے ساتھ، پھر جزم سے مراد یہاں جزم اصطلاحی ہے یعنی وہ سکون جو عامل کی وجہ سے پیدا ہوا ہونا کہ وہ سکون جو وقف کرنے کی وجہ سے عارضی طور پر آیا ہو اس لیے کہ وہ فعل ماضی جہی پر بھی آجاتا ہے جیسے آپ وقف کرتے ہوئے کہیں ضَرَبْتُ بسکون الباء۔

مصنف نے فعل مضارع کے اعراب کو چار قسموں میں تقسیم کیا ہے پہلے آپ یہ سمجھیں کہ فعل مضارع کی گردان میں کل چودہ صیغے ہوتے ہیں جن میں سے دو

صیغے جمع مؤنث غائب اور جمع مؤنث حاضر یعنی ہیں لہذا ان دونوں کو نکال کر بارہ صیغے رہے اب ان بارہ میں سے پانچ صیغے وہ ہیں جنوں اعرابی سے خالی ہیں جن کے آخر میں نون اعرابی نہیں ہے اور ان کی نشانی یہ ہے کہ ان کے آخر میں پیش آتا ہے اور وہ یہ ہیں یَفْعَلُ (واحد مذکر غائب) تَفَعَّلُ (واحد مؤنث غائب) تَفَعَّلُوا (واحد مذکر حاضر) اَفْعَلُ (واحد مذکر مؤنث مکمل) تَفَعَّلُوا (جمع مکمل) ان کو ایک سانس میں یاد کر لیا جائے۔

ان پانچ صیغوں کو نکال کر سات صیغے رہے کہ جن کے آخر میں نون اعرابی آتا ہے اور وہ یہ ہیں یَفْعَلَانِ (ثنیہ مذکر غائب) یَفْعَلُونَ (جمع مذکر غائب) تَفَعَّلَانِ (ثنیہ مؤنث غائب) تَفَعَّلَانِ (ثنیہ مذکر حاضر) تَفَعَّلُونَ (جمع مذکر حاضر) تَفَعَّلَيْنِ (واحد مؤنث حاضر) تَفَعَّلَانِ (ثنیہ مؤنث حاضر) ان کو بھی ایک سانس میں خوب یاد کر لیں، اس لیے کہ اس پوری فصل کا سمجھنا اسی پر موقوف ہے ورنہ تو تشریح سمجھنے میں دشواری ہوگی۔

اب سمجھو کہ مصنفؒ نے فعل مضارع کے اعراب کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں اور وہ اس طرح کہ فعل مضارع دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کے آخر میں نون اعرابی ہوگی یا نہیں اگر آخر میں نون اعرابی نہ ہو بلکہ مضارع نون اعرابی سے خالی ہو (ایسے پانچ صیغے ہیں) تو پھر وہ پانچ صیغے دو حال سے خالی نہیں یا تو صحیح ہونگے یا معتل اگر صحیح ہوں یعنی ان کے آخر میں حرف علت نہ ہو تو ان کا اعراب مصنفؒ نے پہلی قسم میں بیان فرمایا ہے اور اگر وہ پانچ صیغے معتل ہوں تو پھر تین حال سے خالی نہیں یا تو معتل واوی ہوں گے یا یائی یا پھر معتل الفی ہوں گے پس اگر معتل واوی ہوں تو ان کا اعراب مصنفؒ نے دوسری قسم میں بیان فرمایا ہے اور اگر وہ پانچ صیغے

معتل الفی ہوں تو ان کا اعراب تیسری قسم میں بیان کیا ہے، یا اگر فعل مضارع کے آخر میں نون اعرابی موجود ہو (اور ایسے سات صیغے ہیں) خواہ وہ صحیح ہوں یا معتل پھر معتل داوی ہوں یا معتل یائی یا پھر معتل الفی۔ پس ان سات صیغوں کا اعراب مصنف نے چوتھی قسم میں بیان فرمایا ہے۔

سوال (۲): صحیح کی تعریف کریں نیز متین عبارت ”صحیح مجرد از ضمیر بارز مرفوع برائے ثنیہ و جمع مذکر واحد مؤنث مخاطبہ“ سے مصنف کن صیغوں کو مراد لے رہے ہیں اور کن کی نفی کر رہے ہیں اور کس طرح وضاحت فرمائیں؟

جواب (۲): صحیح کی تعریف نحو یوں کے نزدیک یہ ہے کہ صحیح وہ کلمہ ہے جس کا آخری حرف حرف علت نہ ہو اور صرفیوں کے نزدیک صحیح وہ کلمہ ہے جس کے حروف اصلیہ میں ہمزہ، حرف علت اور دو حرف ایک جنس کے نہ ہوں پس زائد نحو یوں کے نزدیک صحیح ہے اور صرفیوں کے یہاں معتل ہے، نیز مصنف کی عبارت ”صحیح مجرد از ضمیر بارز مرفوع برائے ثنیہ و جمع مذکر و برائے واحد مؤنث مخاطبہ“ سے فعل مضارع کے پانچ صیغوں کی طرف اشارہ ہے اس طرح کہ جب مصنف نے فرمایا فعل مضارع صحیح ہو تو اس سے معتل نکل گیا پھر کہا وہ ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو اور ضمیر بارز مرفوع سے خالی فعل مضارع کے وہی صیغے ہیں جو نون اعرابی سے خالی ہیں تو گویا کہ یہ کہا کہ وہ نون اعرابی سے خالی ہوں اور نون اعرابی سے خالی پانچ صیغے ہیں پس ضمیر بارز مرفوع سے خالی مضارع کے پانچ صیغے ہیں پھر ”برائے ثنیہ و جمع مذکر و برائے واحد مؤنث مخاطبہ“ سے یہ بتا رہے ہیں کہ ضمیر بارز مرفوع کن کن صیغوں میں آتی ہے، چنانچہ فرمایا کہ وہ ثنیہ کے لیے ہے اور ثنیہ کے چار صیغے ہیں، تَفْعَلَانِ، تَفْعَلَانِ، تَفْعَلَانِ ان سب میں ”الف“ ضمیر بارز مرفوع ہے اور جن

میں ضمیر بارز مرفوع ہوتی ہے ان میں نون اعرابی بھی ہوتی ہے جیسا کہ ان میں ہے اور ضمیر بارز جمع مذکر کے لیے ہے اور جمع مذکر کے دو صیغے ہیں غائب اور حاضر **يَفْعَلُونَ تَفْعَلُونَ** ان میں ”واو“ ضمیر بارز مرفوع ہے اور نون اعرابی بھی ہے نیز ضمیر بارز واحد مؤنث حاضر کے لیے ہے جیسے **تَفْعَلِينَ** اس میں ”یا“ ضمیر بارز مرفوع ہے اور نون اعرابی بھی ہے پس جب مصنف نے یہ کہا کہ فعل مضارع ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو تو یہ سات صیغے چاروں تثنیہ دونوں جمع مذکر غائب اور حاضر اور ایک واحد مؤنث حاضر نکل گئے اس لیے کہ یہ ضمائر بارزہ مرفوعہ سے خالی نہیں ہیں بلکہ ان میں ضمیر بارز مرفوع ہے پس جب سات صیغے نکل گئے تو پانچ صیغے بچے لہذا ہی اس پہلی قسم میں مراد ہیں۔

سوال (۳) فعل مضارع کے اعراب کی پہلی قسم بیان کریں اور تینوں حالتوں میں اس کا اعراب مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۳): فعل مضارع کے اعراب کی پہلی قسم: وہ پانچ صیغے کہ جن کے آخر میں نون اعرابی نہ ہو یا بالفاظ دیگر جن میں ضمیر بارز مرفوع نہ ہو (ان کی نشانی یہ ہے کہ ان کے آخر میں پیش آتا ہے) اور جب کہ وہ صحیح ہوں یعنی ان کے آخر میں حرف طلت نہ ہو تو ان کا اعراب حالت رُفعی میں ضمہ، حالت نصبی میں فتحہ اور حالت جزی میں سکون کے ساتھ ہوگا جیسے واحد مذکر غائب **هُوَ يَضْرِبُ**، لَنْ يَضْرِبَ، لَمْ يَضْرِبْ جیسے: واحد مؤنث غائب **هِيَ تَضْرِبُ**، لَنْ تَضْرِبَ، لَمْ تَضْرِبْ، جیسے واحد حاضر انت **تَضْرِبُ لَنْ تَضْرِبَ**، لَمْ تَضْرِبَ، جیسے واحد متکلم **أَضْرِبُ لَنْ أَضْرِبَ**، لَمْ أَضْرِبْ جیسے حکم مع الغیر یعنی جمع متکلم **نَحْنُ نَضْرِبُ**، لَنْ نَضْرِبَ، لَمْ نَضْرِبْ، حالت رُفعی میں فعل مضارع مرفوع ہے اس

لیے کہ ضمیر مبتدا ہے اور فعل مضارع خبر ہے اور خبر مرفوع ہوتی ہے اور حالت نصی میں فعل مضارع منصوب ہے اس لیے کہ حروف نامہ میں سے لَنْ داخل ہو رہا ہے جو فعل مضارع کو نصب دیتا ہے اور حالت جزئی میں مجزوم ہے اس لیے کہ حروف جازم میں سے لَمْ داخل ہو رہا ہے جو فعل مضارع کو جزم دیتا ہے۔

دوم مفرد معتل واوی چوں یَغْزُوْ وَيَاكِي چوں يَزِيْمِي رَفْعًا بِمَقْدَرِ ضَمِّهٖ بِاَشْدُو  
نصب بفتح لفظی و جزم بحذف لام چوں هُوَ يَغْزُوْ وَيَزِيْمِي و لَنْ يَغْزُوْ و لَنْ يَزِيْمِي  
و لَمْ يَغْزُوْ و لَمْ يَزِيْمِي، سوم مفرد معتل الفی چوں يَرْضٰى رَفْعًا بِمَقْدَرِ ضَمِّهٖ بِاَشْدُو و نصب  
بمقد ر فتحة و جزم بحذف لام چوں هُوَ يَرْضٰى و لَنْ يَرْضٰى و لَمْ يَرْضٰى۔

ترجمہ: دوسری قسم مفرد معتل واوی جیسے: يَغْزُوْ وَيَاكِي جیسے: يَزِيْمِي اس کی حالت  
رفعی ضمہ کی تقدیر کے ساتھ ہوگی اور نصی فتح لفظی کے ساتھ اور جزئی لام کلمہ کے  
حذف کے ساتھ ہوگی جیسے: هُوَ يَغْزُوْ وَيَزِيْمِي و لَنْ يَغْزُوْ و لَنْ يَزِيْمِي و لَمْ يَغْزُوْ  
و لَمْ يَزِيْمِي، تیسری قسم مفرد معتل الفی جیسے: يَرْضٰى حالت رفعی تقدیر ضمہ کے ساتھ  
ہوگی اور حالت نصی تقدیر فتحة کے ساتھ اور حالت جزم لام کلمہ کے حذف کے ساتھ  
ہوگی جیسے: هُوَ يَرْضٰى و لَنْ يَرْضٰى و لَمْ يَرْضٰى۔

سوال (۱): معتل کی تعریف بیان کریں اور اس کی کتنی قسمیں ہیں یہ بھی بتائیں نیز  
مفرد کی مراد بھی واضح کریں؟

جواب (۱): معتل نحویوں کے نزدیک وہ کلمہ ہے کہ جس کے لام کلمہ میں حرف علت  
ہو اور صرفیوں کے نزدیک معتل وہ کلمہ ہے کہ جس کے حروف اصلیہ میں ایک یا دو  
حرف علت ہوں اگر ایک ہو تو وہ تین حال سے خالی نہیں یا تو فاء کلمہ میں ہوگا یا عین  
کلمہ میں ہوگا یا لام کلمہ میں ہوگا پس پہلی قسم کو معتل فاء یا مثال کہتے ہیں اور دوسری قسم

کو معتل عین یا اجوف کہتے ہیں اور تیسری قسم کو معتل لام یا ناقص کہتے ہیں اور اگر حروف اصلیہ میں دو حرف علت ہوں تو اس کو لفیف کہتے ہیں پھر یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ دونوں حرف علت ملے ہوئے ہوں گے یا الگ الگ پس پہلی قسم کو لفیف مقرون اور دوسری قسم کو لفیف مفروق کہتے ہیں۔

عبارت کے اندر ”مفرد“ سے مراد وہی پانچ صیغے ہیں کہ جن کے آخر میں نون اعرابی نہیں ہے یا بالفاظ مصنف ”جن کے ساتھ ضمائر بارزہ مرفوعہ ملی ہوئی نہیں ہیں بلکہ وہ ان سے خالی ہیں، اور وہ واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، واحد متکلم اور متکلم مع الغیر ہیں اب سوال ہوتا ہے کہ ان میں سے پہلے چار صیغوں کے لیے تو مفرد کہنا صحیح ہے مگر متکلم مع الغیر یا جمع متکلم کے لیے مفرد کہنا کیسے صحیح ہوگا؟ حالانکہ وہ تو جمع ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مفرد سے مراد یہاں ملامت ثننیہ و جمع سے خالی ہونا ہے اور یہ بات جمع متکلم میں بھی پائی جاتی ہے کہ اس میں ثننیہ کا الف یا جمع کا واؤ نہیں ہے، یا پھر اس وجہ سے کہ حقیقت میں تو متکلم واحد ہی ہوتا ہے البتہ وہ دوسروں کو اپنے ساتھ ملا کر خبر دیتا ہے لہذا اصلاً وہ واحد ہی ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کو متکلم مع الغیر بھی کہتے ہیں، یا ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چونکہ جمع متکلم میں بھی وہی اعراب جاری ہوتا ہے جو مفرد کے صیغوں میں جاری ہوتا ہے اس لیے اگرچہ جمع کا صیغہ ہے مگر حکماً مفرد ہے۔

سوال (۲): فعل مضارع کے اعراب کی دوسری اور تیسری قسم بیان کریں نیز تینوں حالتوں میں انکا اعراب اور دونوں قسموں کے تمام صیغوں کو تینوں حالتوں میں مثال کے ساتھ پیش کریں؟

جواب (۲): فعل مضارع کے اعراب کی دوسری قسم: فعل مضارع مفرد ہو یعنی وہی

پانچ سینے مراد ہیں اور معتل ہوں اب چاہے معتل واوی ہوں یا معتل یا کی ان کا  
 اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری حالت نصی میں فتوح لفظی اور حالت جزی میں  
 لام کلمہ کے حذف کے ساتھ ہوگا جیسے معتل واوی کی مثالیں: هُوَ يَغْزُو، لَنْ يَغْزُو،  
 لَمْ يَغْزُ وَهُوَ يَجُكُ كَرْتَا هُو، وَهُوَ يَجُكُ كَرْتَا هُو، لَمْ يَجُكُ كَرْتَا هُو،  
 تَغْزُو، لَنْ تَغْزُو، لَمْ تَغْزُو، أَنْتَ تَغْزُو، لَنْ تَغْزُو، لَمْ تَغْزُو، أَنَا أَعْزُو، لَنْ  
 أَهْزُو، لَمْ أَهْزُ، نَحْنُ نَعْزُو لَنْ نَعْزُو لَمْ نَعْزُ مَعْتَلُ يَأِي كِي مَثَالِيں: هُوَ يَزِي،  
 لَنْ يَزِي، لَمْ يَزِم، هِيَ تَزِي، لَنْ تَزِي، لَمْ تَزِم، أَنْتَ تَزِي، لَنْ تَزِي  
 لَمْ تَزِم، أَنَا أَزِي، لَنْ أَزِي، لَمْ أَزِم نَحْنُ نَزِي، لَنْ نَزِي، لَمْ نَزِم۔

تیسری قسم: فعل مضارع مفرد ہو یعنی علامات مثبتہ و جمع سے خالی ہوں اور  
 مراد ہی پانچ سینے ہیں، اور وہ معتل الفی ہوں تو ان کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ  
 تقدیری اور حالت نصی میں فتوح تقدیری اور حالت جزی میں لام کلمہ کے حذف کے  
 ساتھ ہوگا جیسے: هُوَ تَرْضِي لَنْ تَرْضِي لَمْ تَرْضَ، هِيَ تَرْضِي لَنْ تَرْضِي لَمْ  
 تَرْضَ، أَنْتَ تَرْضِي لَنْ تَرْضِي لَمْ تَرْضَ، أَنَا أَرْضِي لَنْ أَرْضِي لَمْ أَرْضَ،  
 نَحْنُ نَرْضِي لَنْ نَرْضِي لَمْ نَرْضَ۔

سوال (۳): دوسری قسم مفرد معتل واوی اور یا کی کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ  
 تقدیری اور حالت نصی میں فتوح لفظی اور حالت جزی میں لام کلمہ کے حذف کے  
 ساتھ کیوں ہے، اسی طرح تیسری قسم مفرد معتل الفی کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ  
 تقدیری اور نصی میں بجائے فتوح لفظی کے فتوح تقدیری اور حالت جزی میں لام کلمہ کے  
 حذف کے ساتھ کیوں ہے؟

جواب (۳): دوسری قسم معتل واوی اور معتل یا کی حالت رفعی میں ضمہ تقدیری کے ساتھ



اس وجہ سے ہیں کہ ان کے آخر میں واؤ اور یاء ہے اور یہ حروف علت ہونے کی وجہ سے کمزور ہیں، اور ضمہ تمام حرکتوں میں قوی ترین حرکت ہے لہذا اب اگر حالت رفعی میں واؤ اور یاء پر ضمہ لفظی دیں گے تو وہ دونوں حروف کمزور ہونے کی وجہ سے اپنے اوپر ضمہ کو برداشت نہیں کر سکیں گے اس لیے ضمہ تقدیری کر دیا، اور حالت نصبی میں فتح لفظی اس وجہ سے آیا کہ اگر چہ واؤ اور یاء کمزور ہیں مگر فتح تمام حرکتوں میں خفیف ترین حرکت ہے اور واؤ اور یاء میں اتنی طاقت ہے کہ وہ اس کو قبول کر سکیں لہذا اس حالت میں فتح لفظی کر دیا، اور حالت جزمی میں لام کلمہ کو اس لیے حذف کرتے ہیں کہ ان دونوں میں لام کلمہ میں حروف علت ہیں اور حروف علت حرکات سے مشابہت رکھتے ہیں، اور حرکات حالت جزمی میں حذف ہو جاتی ہیں، لہذا حرکات سے مشابہت رکھنے کی وجہ سے حروف علت بھی حالت جزمی میں حذف ہو جائیں گے، رعنی یہ بات کہ حروف علت حرکات سے کس طرح مشابہت رکھتے ہیں، تو اس کی وضاحت یہ ہے کہ واؤ ضمہ کی آواز کو دراز کرنے سے اور یاء کسرہ کی آواز کو کھینچنے سے اور الف فتح کی آواز کو طویل کرنے سے بنتے ہیں پس واؤ ضمہ سے اور یاء کسرہ سے اور الف فتح سے مشابہت رکھتا ہے اور یہ تینوں حرکتیں چونکہ حالت جزمی میں حذف ہو جاتی ہیں اس لیے حروف علت بھی حالت جزمی میں حذف ہو جائیں گے۔

تیسری قسم: معتل الفی کی حالت رفعی ضمہ تقدیری کے ساتھ اس وجہ سے ہے کہ یہاں حرف علت الف ہے اور وہ کمزور ہے اور ضمہ قوی حرکت ہے اب اگر اس کو حالت رفعی میں ضمہ لفظی دیں گے تو الف اپنے اوپر اس کو برداشت نہیں کر سکتا اور ٹھہرے بھی وجہ ہے کہ اس وقت الف الف نہیں رہے گا بلکہ ہمزہ بن جائے گا اس لیے اس حالت میں ضمہ تقدیری کر دیا، اور حالت نصبی میں فتح لفظی کے بجائے فتح

تقدیری اس وجہ سے ہے کہ الف کسی بھی حرکت کو قبول نہیں کر سکتا اور نہ تو وہ ہمزہ بن جائے گا اس لیے اس صورت میں بھی فتحہ تقدیری کیا، اور حالت جزی میں لام کلمہ اس وجہ سے حذف ہوتا ہے کہ چونکہ الف حرف علت ہے اور حروف علت حرکات کے مشابہ ہیں تو الف فتحہ کی حرکت کے مشابہ ہے اور حرکت حالت جزی میں حذف ہو جاتی ہے پس الف بھی حالت جزی میں حذف ہو جائے گا۔

چهارم صحیح یا معتل با حائر و لو نہائے مذکورہ رفع شاں با ثبات نون باشد چنانکہ در حثیہ گوئی لھما یضربان و یغزوان و ترمیان و یرضیان و در جمع مذکر گوئی لھم یضربون و یغزون و ترمون و یرضون و در مفرد مؤنث حاضر گوئی انت تضربین و تغزین و ترمین و ترضین و نصب و جزم بخذف نون چنانکہ در حثیہ گوئی لن یضربا و لن یغزوا و لن ترمیا و لن یرضیا و لم یضربا و لم یغزوا و لم ترمیا و لم یرضیا و در جمع مذکر گوئی لن یضربوا و لن یغزوا و لن ترموا و لن یرضوا و لم یضربوا و لم یغزوا و لم ترموا و لم یرضوا و در واحد مؤنث حاضر گوئی لن تضریبی و لن تغزی و لن ترمی و لن ترضی و لم تضریبی و لم تغزی و لم ترمی و لم ترضی۔ فصل ہاں کہ عوامل اعراب بر دو قسم است لفظی و معنوی لفظی بر سه قسم است حروف و افعال و اسما این را در سه باب یاد کنیم انشاء اللہ۔

ترجمہ: چوتھی قسم صحیح ہو یا معتل ضمیروں اور مذکورہ نونوں (نون حثیہ و جمع اور نون واحد مؤنث حاضر) کے ساتھ تو اس کی حالت رفعی اثبات نون کے ساتھ ہوگی جیسے آپ حثیہ کی صورت میں کہیں گے: لھما یضربان و یغزوان و ترمیان و یرضیان اور جمع مذکر کی صورت میں آپ کہیں گے: لھم یضربون و یغزون و ترمون و یرضون اور مفرد مؤنث حاضر میں کہیں گے: انت تضربین و تغزین و

تَرْمِيْنٌ وَتَرْضِيْنٌ اور حالت نصی اور جزی نون کے حذف کے ساتھ ہوگی جیسا کہ آپ تثنیہ میں کہیں گے: لَنْ يُضْرِبَا وَلَنْ يُغْزُوا وَلَنْ تَرْمِيَا وَلَنْ يُرْضِيَا وَلَمْ يُضْرِبَا وَلَمْ يُغْزُوا وَلَمْ تَرْمِيَا وَلَمْ يُرْضِيَا، جمع مذکر میں کہیں گے: لَنْ يُضْرِبُوا وَلَنْ يُغْزُوا وَلَنْ تَرْمُوا وَلَنْ تُرْضُوا وَلَمْ يُضْرِبُوا وَلَمْ يُغْزُوا وَلَمْ تَرْمُوا وَلَمْ تُرْضُوا، اور واحد مؤنث حاضر میں آپ کہیں گے: لَنْ تُضْرِبِي وَلَنْ تُغْزِي وَلَنْ تَرْمِي وَلَنْ تُرْضِي وَلَمْ تُضْرِبِي وَلَمْ تُغْزِي وَلَمْ تَرْمِي وَلَمْ تُرْضِي۔

**فصل جان تو کہ عوالم اعراب دو قسم پر ہیں، لفظی و معنوی پھر لفظی تین قسم پر**

ہیں حروف، افعال اور اسماء جن کو ہم انشاء اللہ تعالیٰ تین ابواب میں ذکر کریں گے۔

سوال (۱): فعل مضارع کے اعراب کی چوتھی قسم بیان کریں پھر تینوں حالتوں میں اس کا اعراب بتلائیں، اور متن کی عبارت ”صحیح یا معتل باضمار و نونہائے مذکورہ“ سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں وضاحت فرمائیں؟

جواب (۱): فعل مضارع کے اعراب کی چوتھی قسم: فعل مضارع کے وہ سات صیغے ہیں جن میں ضمار بارزہ مرفوعہ اور نون اعرابی ہوتے ہیں چاہے وہ صحیح ہوں یا معتل دونوں صورتوں میں ان کا اعراب ایک ہی ہے یہ کہ حالت رفعی نون اعرابی کو باقی رکھنے کے ساتھ اور حالت نصی و جزی نون اعرابی کو حذف کرنے کے ساتھ ہوگی۔

”صحیح یا معتل“ سے مصنف یہ بتا رہے ہیں کہ یہ سات صیغے چاہے صحیح ہوں تو بھی اور چاہے معتل ہوں تب بھی پھر معتل میں چاہے معتل واوی ہوں یا یائی ہوں یا الفی ان سب کا ایک ہی اعراب ہوگا اور ”باضمار بارزہ و نونہائے مذکورہ“ سے ان سات صیغوں کی تعیین فرما رہے ہیں کہ وہ کون کونسے ہیں چنانچہ فرمایا کہ وہ سات صیغے وہ ہیں جن میں ضمار بارزہ اور نون اعرابی ہوتی ہیں۔ جن کو ہم نے پچھلی تینوں

قسموں سے مستثنیٰ کیا تھا لہذا اب اس چوتھی قسم میں انہی سات صیغوں کا اعراب بیان فرما رہے ہیں۔

سوال (۲): چوتھی قسم میں جن سات صیغوں کا اعراب بیان کیا گیا ہے تنہا حالتوں میں ان کی تمام مثالیں بیان کریں اس ترتیب سے کہ پہلے صحیح پھر معتل وادوی پھر یائی اور آخر میں الفی کی مثالیں ہوں؟

جواب (۲): صحیح کی مثالیں حالتِ رفعی میں: هُمَا يَضْرِبَانِ، هُمُ يَضْرِبُونَ، هُمَا تَضْرِبَانِ، اَنْتُمَا تَضْرِبَانِ، اَنْتُمْ تَضْرِبُونَ، اَنْتِ تَضْرِبِينَ، اَنْتُمَا تَضْرِبَانِ، حالتِ نھی میں: لَنْ يَضْرِبَا لَنْ يَضْرِبُوْا لَنْ يَضْرِبَا لَنْ يَضْرِبُوْا لَنْ يَضْرِبِيْنَ لَنْ يَضْرِبُوْنَ، حالتِ جزی میں: لَمْ يَضْرِبَا لَمْ يَضْرِبُوْا لَمْ يَضْرِبَا لَمْ يَضْرِبُوْا لَمْ يَضْرِبِيْنَ لَمْ يَضْرِبُوْنَ۔

معتل وادوی کی مثالیں حالتِ رفعی میں: هُمَا يَغْرَوَانِ هُمُ يَغْرَوْنَ هُمَا تَغْرَوَانِ اَنْتُمَا تَغْرَوَانِ اَنْتِ تَغْرَوِينَ اَنْتُمْ تَغْرَوُونَ اَنْتِ تَغْرَوِينَ اَنْتُمْ تَغْرَوُونَ، حالتِ نھی میں: لَنْ يَغْرُوا لَنْ يَغْرُوْا لَنْ يَغْرُوا لَنْ يَغْرُوْا لَنْ يَغْرِيْ لَنْ يَغْرُوْا، حالتِ جزی میں: لَمْ يَغْرُوا لَمْ يَغْرُوْا لَمْ يَغْرُوا لَمْ يَغْرُوْا لَمْ يَغْرِيْ لَمْ يَغْرُوْا۔

معتل یائی کی مثالیں حالتِ رفعی میں: هُمَا تَرْمِيَانِ هُمُ يَرْمُونَ هُمَا تَرْمِيَانِ اَنْتُمَا تَرْمِيَانِ اَنْتِ تَرْمِيْنَ اَنْتُمْ تَرْمِيْنَ اَنْتِ تَرْمِيْنَ اَنْتُمْ تَرْمِيْنَ، حالتِ نھی میں: لَنْ يَرْمِيَا لَنْ يَرْمُوْا لَنْ يَرْمِيَا لَنْ يَرْمُوْا لَنْ يَرْمِيْ لَنْ يَرْمُوْا، حالتِ جزی میں: لَمْ يَرْمِيَا لَمْ يَرْمُوْا لَمْ يَرْمِيَا لَمْ يَرْمُوْا لَمْ يَرْمِيْ لَمْ يَرْمُوْا۔

معتل الفی کی مثالیں حالتِ رفعی میں: هُمَا يَرْضِيَانِ هُمُ يَرْضَوْنَ هُمَا تَرْضِيَانِ اَنْتُمَا تَرْضِيَانِ اَنْتِ تَرْضِيْنَ اَنْتُمْ تَرْضَوْنَ اَنْتِ تَرْضِيْنَ اَنْتُمْ تَرْضَوْنَ، حالتِ



جیسے: اَبی الدار، ضَرْبَتْ زَيْدًا، اَنَا ضَارِبٌ زَيْدًا چنانچہ پہلی مثال میں اَبی حرف جر عامل لفظی ہے اور الدار محرب اسم متمکن ہے کہ جس میں عامل نے عمل کر کے اس کو محرور کر دیا ہے، اور دوسری مثال میں ضَرْبَتْ فعل عامل لفظی ہے جس نے اسم متمکن زیداً کو عمل کر کے منصوب بنا دیا ہے، اسی طرح آخری مثال میں ضارب اسم قائل عامل ہے جس نے زیداً میں عمل کر کے اس کو منصوب کر دیا ہے، پس ان تینوں عوامل لفظیہ کو مصنف تین ابواب میں بیان فرمائیں گے پھر اس کے بعد عوامل محتویہ کا بیان ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

## باب اول در حروف عاملہ و در دو فصل ست

پہلا باب حروف عاملہ کے بیان میں اور اس میں دو فصل ہیں

فصل اول در حروف عامل در اسم و آں پنج قسم ست قسم اول حروف جر و آں  
ہندہ است، با و مِن و اِلٰی و حَتّٰی و فِی و لَام و رُبّ و وَاو قسم دتائے قسم و عَن  
و عَلٰی و کاف تشبیہ مُذ و مُنذ و حَاشَا و خَلَا و عَدَا، ایں حروف در اسم رونند  
آخرش را بجز کتد چون التّٰل لَزَیْد۔

ترجمہ | فصل اول اسم پر عمل کرنے والے حروف کے بیان میں، اور ان کی پانچ  
قسمیں ہیں، پہلی قسم: حروف جر یہ سترہ ہیں با، مِن، اِلٰی، حَتّٰی، فِی، لَام،  
رُبّ، وَاو قسم دتائے قسم، عَن، عَلٰی، کاف تشبیہ، مُذ، مُنذ، حَاشَا، خَلَا اور  
عَدَا، یہ حروف اسم پر داخل ہوتے ہیں اور اس کے آخر کو جر دیتے ہیں جیسے: التّٰل  
لَزَیْد۔ (مال زید کا ہے)۔

سوال (۱): علامہ جرجانی نے عوامل لفظیہ کو کس ترتیب سے بیان کیا ہے اور ان کی

ترتیب کا معیار کیا ہے، پھر حروف عاملہ کو دو فصلوں میں کیوں بیان کیا گیا ہے جواب دیں، نیز حروف جارہ کی تعریف بھی بیان کریں؟

جواب (۱): علامہ جرجانی نے پہلے عوامل لفظیہ کی تین قسموں میں سے عوامل حروف کو بیان کیا پھر عوامل افعال کو اور آخر میں عوامل اسماء کو بیان کیا ہے اس لیے کہ عوامل حروف سب سے زیادہ ہیں اور عوامل افعال سات ہیں اور عوامل اسماء دس ہیں اور چونکہ مصنفؒ نے ترتیب میں زیادتی کو معیار بنایا ہے اس لیے سب سے پہلے عوامل حروف کو بیان فرمایا لیکن پھر اس کے بعد عوامل اسماء کو بیان کرنا چاہیے تھا اس لیے کہ وہ دس ہیں نہ کہ عوامل افعال کو جو کہ سات ہیں تو یہ اس لیے کیا کہ عمل کرنے میں افعال اصل ہیں اور اسماء افعال کے ساتھ مشابہت رکھنے کی وجہ سے عمل کرتے ہیں تو عمل کرنے میں فعل اصل ہو اور اسم اس کی فرع اور اصل کو فرع پر تقدم حاصل ہے اس لیے عوامل افعال کو عوامل اسماء پر مقدم کیا۔

پہلے باب میں مصنفؒ نے دو فصلیں بیان فرمائی ہیں اس لیے کہ عمل کرنا معرب میں ہوتا ہے اور معرب دو چیزیں ہیں اسم متمکن اور فعل مضارع، پس پہلی فصل میں تو ان عوامل حروف کا بیان ہوگا جو اسم متمکن میں عمل کرتے ہیں اور دوسری فصل میں وہ عوامل حروف بیان کیے جائیں گے جو فعل مضارع میں عمل کرتے ہیں۔

جزء (ن) جزا معنی کھینچنا، اور اصطلاح میں حروف جارہ وہ حروف ہیں جو فعل یا معنی فعل کو کھینچ کر اپنے مدخول تک پہنچادیں جیسے: ذَلَّيْتُ اِلَى دِيُوْبَنْدِ، يَا اَنَا ذَلَّيْتُ اِلَى دِيُوْبَنْدِ تو دیکھو کہ اِلَى حرف جار نے فعل یعنی جانے کے معنی کو اپنے مدخول دیوبند تک پہنچا دیا ہے اسی وجہ سے حروف جارہ کو "صلات" بھی کہتے ہیں، نیز یہ حروف اپنے مدخول (اسم) کو جردیتے ہیں، چاہے جرفظلی ہو جیسے: اَلْمَالُ لِرَبِّدِ مَلِكٍ

جر تقدیری ہو جیسے: الْكِتَابُ لِشَوْنِي میں یا جر محلی ہو جیسے: مَرَزْتُ بِأَوْلَادِكَ میں۔

سوال (۲): تمام حروف جر کو ان کے مشہور معانی کے ساتھ مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۲): حروف جارہ میں سے با بہت سے معانی کے لیے آتا ہے جو نحو کی دوسری کتابوں میں (انشاء اللہ) پڑھو گے البتہ یہاں اس کے چند مشہور معانی بیان کیے جاتے ہیں (۱) الصاق یعنی ملانے کے لیے آتا ہے چاہے تو الصاق یعنی ملنا ملانا مجازاً ہو جیسے: مررت بزيد میں زيد کے پاس سے گزرا کہ زيد سے ملنا یہاں مجازاً ہے اس لیے کہ آپ زيد کے جسم سے مس ہو کر نہیں گذرے بلکہ وہ جہاں بیٹھا ہے اس جگہ کے قریب سے گذرے ہیں اور کبھی یہ ملنا حقیقتاً ہوتا ہے جیسے: بہ داء اس کے ساتھ بیماری لگی ہوئی ہے کہ یہاں بیماری حقیقتاً اس سے ملی ہوئی ہے (۲) تعدیہ یعنی لازم کو متعدی بنانے کے لیے بھی آتا ہے جیسے: ذَهَبْتُ بِزَيْدٍ میں زيد کو لے گیا (۳) استعانت کے لیے بھی آتا ہے جیسے: كَتَبْتُ بِالْقَلَمِ میں نے قلم کے ذریعہ (اس کی مدد سے) لکھا (۴) مصاحبت کے لیے بھی آتا ہے جیسے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے (۵) مقابلہ کے لیے آتا ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کے مقابلہ میں رکھنا جیسے: اشْتَرَيْتُ الْجَامُوسَ بِعَشْرَةِ اَلْفٍ میں نے بھینس دس ہزار کے مقابلہ میں بیچی (۶) کبھی تعلیل کے لیے بھی آتا ہے جیسے: ظَلَمْتُ نَفْسَكَ بِالْغِيَابِ عَنِ اللّٰزِمِ تم نے سبقت سے غیر حاضر رہنے کی وجہ سے اپنی جان پر ظلم کیا، نیز کبھی باء زائدہ بھی ہوتی ہے جیسے: لَيْسَ زَيْدٌ بِغَائِبٍ، زيد غیر حاضر نہیں ہے کہ اصل میں لَيْسَ زَيْدٌ غَائِبًا ہے باء زائدہ ہے جس کے کوئی معنی نہیں ہیں البتہ عمل کر رہا ہے۔

”مِنْ“ فعل کی ابتدا بنانے کے لیے آتا ہے جیسے: سِرْتُ مِنْ سَهَارٍ نَفُورٍ



میں سہارنپور سے چلا یعنی کہ میرے چلنے کی ابتداء سہارنپور سے ہوئی ”الی“ فعل کی انتہا بتانے کے لیے آتا ہے جیسے: وَصَلْتُ اِلَى تَرْكِيْسِر، میں ترکیسر پہنچا کہ میرے پہنچنے کی انتہا ترکیسر تک ہوئی ”حتی“ بھی انتہائے فعل کے لیے آتا ہے جیسے: قَرَأْتُ الْبَارِحَةَ حَتَّى الصُّبْحِ میں نے گذشتہ رات صبح تک پڑھا، حتی اور الی دونوں انتہائے فعل کے لیے آتے ہیں مگر ان میں فرق یہ ہے کہ حتی صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے اور الی اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے جیسے: ذَقَبْتُ اِلَيْهِ مِثْلَ اس کے پاس گیا لیکن امام مبرد نحوئی کے نزدیک حتی بھی اسم ضمیر پر داخل ہوتا ہے جیسے: شاعر کا قول ہے۔۔۔

فَلَا وَاللَّهِ لَا يَتَّقِي اَنَاسٌ ۙ حَتَّىٰ حَتَاكَ يَا اِبْنَ اَبِي زِيَادٍ

ترجمہ: پس نہیں اللہ کی قسم لوگ (ہمیشہ) نوجوان نہیں رہیں گے یہاں تک کہ تو بھی اے ابن ابی زیاد (ہمیشہ نوجوان نہیں رہے گا بلکہ ایک دن بوڑھا ہو جائے گا) ”فی“ ظرفیت کے لیے آتا ہے جیسے: الطَّالِبُ فِي الْفَضْلِ (طالب علم درس گاہ میں ہے) الْمَاءُ فِي الْكُفَّاسِ (پانی گلاس میں ہے) اور کبھی ”علی“ کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وَلَا صَلَبْتُمْ فِي جُنُوعِ النَّخْلِ (میں ضرور بالضرور تم کو کھجور کے درخت کی شاخوں پر سولی دوں گا) ”لام“ اختصاص کے لیے آتا ہے جیسے: الْقَلَمُ لَزِيْدٍ قَلَمٌ زِيْدٍ کے لیے ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعْرِيفُ اللّٰهِ کے لیے خاص ہے اور کبھی تغلیل کے لیے بھی آتا ہے جیسے: ضَرْبَةُ اللَّتَادِيْبِ مِثْلُ نَابِ سَكْمَانِ کے لیے اس کی پٹائی کی ”رَبُّ“ تغلیل کے لیے آتا ہے جیسے: رَبُّ رَجُلٍ كَرِيْمٍ لَقِيْتُهُ مِثْلُ كَمِ هِيَ كَسِي شَرِيْفٍ اَدْمِي سَ مَلَاهُوں اور کبھی نكشیر کے لیے آتا ہے جیسے: رَبَّمَا يَوْمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ (بسا اوقات وہ لوگ چاہتے ہیں جھگڑا

ہیں کہ کاش وہ مسلمان ہوتے) ”واو“ قسم کے لیے آتا ہے جیسے: وَاللّٰهِ لَا نُضَرُّكَ  
 بَعْدَ (اللہ کی قسم میں ضرور بضرور محتاج کی مدد کروں گا) ”تاء“ بھی قسم کے واسطے  
 آتا ہے جیسے: تَا اللّٰهِ لَا أُخِيَّتُنَّ الْقَوْمَ (اللہ کی قسم میں ضرور بضرور قوم کی خدمت  
 کروں گا) مگر واو کا استعمال اور تاء میں فرق یہ ہے کہ واو لفظ اللہ اور غیر اللہ دونوں  
 کے لیے لگ سکتا ہے جیسے: وَاللّٰهِ وَالرَّحْمٰنِ مگر تاء لفظ اللہ کے ساتھ خاص ہے پس  
 نَلَرَّ رَحْمٰنٍ نَمَلٌ کہہ سکتے: ”عن“ مجاوزت کے لیے آتا ہے جیسے: أَخَذْتُ الْقَلَمَ عَنْ  
 زَيْدٍ میں نے زید سے قلم لیا، اور ”غلی“ استعلاء کے لیے آتا ہے جیسے: الْخَطِيبُ  
 عَلَى الْمِنْبَرِ خطیب منبر پر ہے، ”کاف“ تشبیہ کے لیے آتا ہے جیسے: حَبِيبِيْ كَمَا  
 لَقَبْتُمْ مِرَادُوسْتَ چاند کی طرح ہے، ”مذ اور مُنذ“ دونوں ابتدائے فعل کو بتانے  
 کے لیے آتے ہیں جیسے: مَا رَأَيْتُهُ مَذِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ اَوْ مُنْذِ يَوْمِ الْعَبِيدِ میں نے اس کو  
 جمعہ کے دن سے یا عید کے دن سے نہیں دیکھا اور کبھی دونوں زمانہ حال میں ظرفیت  
 کے لیے بھی آتے ہیں جیسے: مَا لَقَيْتُهُ مَذِ يَوْمِنَا اَوْ مُنْذِ شَهْرِنَا اَيُّ فِيْ يَوْمِنَا وَفِيْ  
 شَهْرِنَا میں نے اس کو آج یا اس مہینہ میں نہیں دیکھا، ”حاشا، خلا، عدا“ تینوں  
 استثناء کے لیے آتے ہیں جیسے: جَاءَ الْقَوْمُ حَاشَا زَيْدٍ وَخَلَا عَمْرٍو وَغَدَا بَكْرٍ،  
 زید، عمرو بکر کے علاوہ پوری قوم آئی۔

سوال (۳): زُبّ میں کل کتنی لغات ہیں بالتفصیل بیان کریں، اور بتائیں کہ کیا  
 ان سترہ کے علاوہ اور بھی حروف جارہ ہیں؟

جواب (۳): زُبّ میں ایک قول کے مطابق آٹھ لغات ہیں (۱) زُبّ (۲) زُبّ  
 (۳) زُبّ (۴) زُبّ (۵) زُبّ (۶) زُبّ (۷) زُبّ (۸) زُبّ اور ایک قول کے

مطابق سولہ لغات آتی ہیں<sup>۱</sup> (۱) رُب (۲) رُب (۳) رُب (۴) رُب (۵) رُب (۶) رُب (۷) رُب (۸) رُب (۹) رُب (۱۰) رُب (۱۱) رُب (۱۲) رُب (۱۳) رُب (۱۴) رُب (۱۵) رُب (۱۶) رُب، یہ دنیا کی تمام زبانوں میں عربی زبان کے امتیاز و اختصاص اور اس کی آفاقیت و عالمگیریت کی ایک ادنی جھلک ہے۔

ان سترہ حروف جارہ کے علاوہ چار حروف جارہ اور بھی آتے ہیں جو مشہور

نہیں ہیں<sup>۲</sup> (۱) نَحْوُ اور اس کا مجرور اکثر مائے استفہام ہوتا ہے جیسے: كَيْفَ قُلْتَ اِنِّي لَأَنْتِ غَرَضٌ قُلْتَ اور کبھی اس کا مجرور مائے مصدر یہ ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول: تَرْجِي الْفَتَى كَيْمَا يَضُرُّ وَيَنْفَعُ اِنِّي لِلضَّرْرِ وَالنَّفْعِ (۲) لَات اور اس کا مجرور ظرف زمان ہوتا ہے جیسے: لَات حِينَ (۳) لَوْلَا جبکہ اس کا مجرور ضمیر ہو جیسے: لَوْلَا اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ اگر تم نہ ہوتے تو البتہ ہم مؤمن ہوتے (۴) لَعَلُّ لغت بنی عقل میں جارہ ہوتا ہے جیسے: لَعَلُّ اَبِي الْبَغْرَادِ مِنْكَ قَرِيبٌ۔

تمام حروف جارہ کو متعلق کی ضرورت پڑتی ہے سوائے چند حروف کے جیسے:

رُب، حَاشَاءَ، خَلَا، عَدَا اور وہ حرف جر جو زائد ہو اور غیر مشہورہ میں سے لَات، لَوْلَا، لَعَلُّ کہ ان کو متعلق کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ یہ اس سے بے نیاز ہیں، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حرف جر کو حذف کر دیتے ہیں اور مجرور کو منصوب کر دیتے ہیں اس کو منصوب غرض الخافض کہتے ہیں جیسے: وَاخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ اِنِّي مِنْ قَوْمِهِ۔

دوم حروف مشبہ بفاعل وَاں شش است اِنَّ وَاَنَّ وَاَنَّ وَاَنَّ وَاَنَّ وَاَنَّ وَاَنَّ

لَعَلُّ ایں حروف را اسے باید منصوب و خبرے مرفوع چوں اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ زَيْدًا اِنَّ اِنَّ گویند و قائم را خبر اِنَّ، بدانکہ اِنَّ وَاَنَّ حروف تحقیق است و کَانَ حرف تشبیہ و

لیکن حرف استدراک و لیت حرف تمنی و لعل حرف ترجی، سوم: ما و لا  
المُشَبَّهَاتَانِ بَلَيْسَ وَاں عمل لیس میکنہ چنانکہ کوئی مازَیْدَ قائماً، زید اسم ما  
ست و فاعلاً خبر او۔

ترجمہ: دوسری قسم: حروف مشبہ بالفعل یہ چھ ہیں اِنْ، اَنَّ، سَكَانٌ، لَيْكِنَ، لَيْتَ اور  
لَعْلُ یہ حروف اپنے اسم کو منصوب کرتے ہیں اور خبر کو مرفوع جیسے: اِنْ زَيْدًا قَائِمًا زید  
کو اِنْ کا اسم کہیں گے اور قائم کو اِنْ کی خبر، واضح رہے کہ اِنْ اور اَنَّ حروف تحقیق ہیں،  
سَكَانٌ حرف تشبیہ لیکِنَ حرف استدراک بَلَيْتَ حرف تمنی اور لَعْلُ حرف ترجی۔

تیسری قسم: ما و لا المُشَبَّهَاتَانِ بَلَيْسَ، یہ دونوں لیس کا عمل کرتے ہیں  
چنانچہ آپ کہیں گے: مَا زَيْدٌ قَائِمًا، زید کا اسم ہے اور قائماً اس کی خبر ہے۔  
سوال (۱): حروف مشبہ بالفعل کو مشبہ بالفعل کیوں کہتے ہیں نیز ان کو کون دو چیزوں  
کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ ان پر کیا عمل کرتے ہیں ہر ایک کو مع امثلہ بیان کریں؟  
جواب (۱): حروف مشبہ بالفعل کو مشبہ بالفعل اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان حروف کو  
فعل کے ساتھ لفظی اور معنوی دونوں طرح مشابہت ہے، چنانچہ لفظی مشابہت چار  
طرح ہے (۱) جس طرح فعل کبھی غلائی کبھی رباعی اور کبھی مدغم ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی  
غلائی، رباعی اور مدغم ہوتے ہیں (۲) جس طرح فعل ماضی مبنی برفتحہ ہوتا ہے اسی طرح  
یہ سب بھی مبنی برفتحہ ہوتے ہیں (۳) جس طرح فعل کو عموماً دو چیزوں کی ضرورت پڑتی  
ہے یعنی فاعل اور مفعول کی اسی طرح ان کو بھی دو چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے یعنی اسم  
اور خبر کی، (۴) جس طرح فعل اپنے فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دیتا ہے اسی طرح یہ  
بھی اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور معنی کے اعتبار سے مشابہت یہ ہے کہ  
یہ حروف بھی فعل کے معنی پر دلالت کرتے ہیں، چنانچہ حروف تحقیق اِنْ اور اَنَّ یہ

تَحَقُّقٌ اور اِكْدَافٌ کے معنی پر دلالت کرتے ہیں، اور حرف تشبیہ كَانُ شبہت کے معنی پر دلالت کرتا ہے اور لکن حرف استدراک اِسْتَدْرَافٌ کے معنی دیتا ہے اور لَيْتَ حرف تمنی تَمَنِّيْتُ کے معنی پر اور حرف ترحی لَعْلُ تَرَجِيْتُ کے معنی پر دلالت کرتا ہے اور ان کو ایک اسم اور ایک خبر کی ضرورت پڑتی ہے یعنی یہ حرف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور مبتدا کو ان کا اسم اور خبر کو ان کی خبر کہا جاتا ہے مثالیں سب کی حسب ذیل ہیں۔

اِنَّ اور اَنْ یہ بات کو مؤکد کرنے کے لیے آتے ہیں جیسے: اِنَّ زَيْدًا عَالِمٌ  
 پتک زید عالم ہے، رَايْتُ اَنْ زَيْدًا جَالِسًا میں نے دیکھا کہ بلاشبہ زید بیٹھا ہوا  
 ہے كَانُ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ تشبیہ دینے کے لیے آتا ہے جیسے: تَمَّانٌ  
 زَيْدًا اَسَدٌ گویا کہ زید شیر ہے لکن یہ وہم اور شبہ کو دور کرنے کے لیے آتا ہے مثلاً  
 زید اور عمرو دونوں ہم پیالہ وہم نوالہ دوست ہیں ہمہ وقت دونوں ساتھ ساتھ رہتے  
 ہیں اب مثلاً آپ کے پاس زید آیا تو اس کو دیکھ کر کسی کو وہم ہوا کہ عمرو بھی آیا ہو گا اس  
 لیے کہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے اب آپ اس کے وہم کو لکن کے  
 ذریعہ دور کریں گے اور کہیں گے جَاءَ نِي زَيْدٌ لِيَكُنْ عَمْرُوًا مَاجِدًا میرے پاس زید  
 آیا لیکن عمرو نہیں آیا، اور لَيْتَ تمنی کے لیے آتا ہے چاہے تمنا امر ممکن کی ہو یا امر محال  
 کی مگر محبوب شی کی ہو جیسے: لَيْتَ السَّبَابُ يَنْوُدُ كَاشَ کہ جوانی لوٹ آتی، کہ جوانی  
 کا لوٹنا امر محال ہے مگر محبوب ہے اور لَيْتَ زَيْدًا حَاضِرًا كَاشَ کہ زید حاضر ہوتا کہ زید  
 کا حاضر ہونا امر ممکن ہے، اور لَعْلُ ترحی کے لیے آتا ہے یعنی کسی چیز کے حصول کی  
 امید ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے مگر لَعْلُ سے صرف امر ممکن ہی کی امید کی جاسکتی  
 ہے خواہ وہ امر ممکن محبوب ہو یا مکروہ۔ جیسے لَعْلُ زَيْدًا حَاضِرًا شَايِدَ کہ زید حاضر ہو۔

سوال (۲): ما و لا مشابہ بلیس کو مشابہ بلیس کیوں کہتے ہیں اور ان کو کون دو چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے اور ان پر یہ کیا عمل کرتے ہیں ہر ایک کو مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۲): مَا وَ لَا مُشَابِهَةٌ بِلَيْسٍ كَوْمُشَابِهَةٍ بِلَيْسٍ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کو لَيْسٌ فعل ناقص کے ساتھ لفظی اور معنوی دونوں طرح سے مشابہت ہے، لفظی مشابہت دو طرح سے ہے (۱) جس طرح لَيْسٌ کو ایک اسم اور ایک خبر کی ضرورت پڑتی ہے ان کو بھی ایک اسم اور ایک خبر کی ضرورت پڑتی ہے (۲) لَيْسٌ جس طرح اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے یہ بھی اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں، اور معنوی مشابہت یہ ہے کہ جس طرح لَيْسٌ نفي کے معنی دیتا ہے یہ بھی نفي کے معنی دیتے ہیں، اور ان کا مثل جیسا کہ معلوم ہو گیا ہے یہ اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں جیسے: مَا زَيْدٌ قَائِمًا زَيْدٌ كَمَا نَهَيْتُمْ هُوَ، مَا تَلْمِيزُ مُجْتَهِدًا كَوَيْ طَالِبٌ عِلْمٍ مَخْتَلِفٍ نَهَيْتُمْ هُوَ، لَا رَجُلٌ مُنْطَلِقًا كَوَيْ آدَمِيٌّ حَلَنٌ وَاللَّائِمِيُّ هُوَ۔

مگر مَا وَ لَا کے عمل کرنے کی چار شرطیں ہیں اگر وہ شرطیں پائی جائیں گی تو یہ عمل کریں گے ورنہ تو ان کا عمل باطل ہو جائے گا وہ یہ ہیں (۱) ان کا اسم مقدم ہی رہے خبر سے مؤخر نہ ہو جیسے: مَا قَائِمٌ زَيْدٌ، لَا مُنْطَلِقٌ رَجُلٌ (۲) ما کے بعد ان زائدہ نہ ہو جیسے: مَا إِنَّ زَيْدًا قَائِمًا (۳) ان کی نفي کو الا حرف استثناء کے ذریعہ ختم نہ کیا گیا ہو جیسے: مَا زَيْدٌ إِلَّا قَائِمٌ لَا رَجُلٌ إِلَّا مُنْطَلِقٌ (۴) ان حروف کے ساتھ ان کی خبر کا معمول متصل اور ملا ہوا نہ ہو جیسے: مَا عَمَرُوا زَيْدًا ضَارِبًا لَا عَمَرُوا رَجُلًا ضَارِبًا کہ ضَارِبٌ خبر کا مفعول بہ عمروا حرف کے ساتھ مل گیا ہے اس لیے ان کا عمل باطل ہو گیا ہے۔

سوال (۳): اِن اور اَنْ کے استعمال میں کیا فرق ہے نیز ماؤلا کا فرق بھی بیان کریں؟  
 جواب (۳): اِن اور اَنْ میں فرق یہ ہے کہ اُن اپنے اسم و خبر کے ساتھ مصدر کے معنی میں مؤول ہو کر جملہ کا جز بن جاتا ہے جیسے: عَلِمْتُ اَنْ زَيْدًا قَائِمًا تَوَدُّ كَيْهَوَانًا  
 اپنے اسم اور خبر سے مل کر مصدر کے معنی میں مؤول ہو کر عَلِمْتُ کا مفعول بہ بن گیا ہے، یعنی عَلِمْتُ قِيَامَ زَيْدٍ کی تاویل میں ہو گیا، اس کے برخلاف اِن اپنے معمول یعنی اسم و خبر کے ساتھ مصدر کے معنی میں مؤول ہو کر جملہ کا جز نہیں بنتا بلکہ مستقل جملہ ہوتا ہے جیسے: اِنَّ اللّٰهَ لَطَيِّبٌ خَبِيرٌ (بے شک اللہ تعالیٰ انوکھی تدبیریں کرنے والا اور سب کچھ خبر رکھنے والا ہے) اِن ہمیشہ شروع کلام میں آتا ہے اور اَنْ درمیان کلام میں آتا ہے مگر اس قاعدہ کے برخلاف اِن کبھی درمیان کلام میں بھی آجاتا ہے جب کہ مصدر قول یا اس سے مشتق کسی بھی کلمہ کے بعد ہو جیسے:  
 قُلْ اِنَّ اللّٰهَ وَاٰحِدًا يَجِبُكَ صَلَٰةٌ شُرُوعٌ مِّنْهُ جِئَ الْاَذَىٰ اِنِّىْ اُكْرِمُهُ وَهُ  
 شخص آیا کہ جس کا میں اکرام کرتا ہوں۔

ماؤلا میں فرق یہ ہے کہ ما معرفہ اور نکرہ دونوں پر داخل ہوتا ہے جیسا کہ مثالیں گذری اور لا صرف نکرہ پر داخل ہوتا ہے اگر معرفہ پر آجائے تو عمل باطل ہو جائے گا جیسے: لَا الرَّجُلُ مَنْطَلِقُ۔

کبھی ماؤلا کی خبر پر حرف جر زائدہ بھی داخل ہوتا ہے اس وقت خبر لفظاً مجرور ہوتی ہے جیسے: مَا زَيْدٌ بَقَائِمٍ، لَا رَجُلٌ بِمَنْطَلِقٍ۔

چہارم لائے نئی جنس اسم میں لا اکثر مضاف باشد منصوب و خبرش مرفوع  
 چوں لَا اَعْلَامَ رَجُلٍ ظَرِيفٌ فِي الدَّارِ وَاگر نکرہ مفردہ باشد مبنی باشد بر فتح چوں

لَا رَجُلٌ فِي الدَّارِ وَآءِ كَرَّارٍ لَّا بِمَعْرِفَةٍ دَكِرَ لَّا زَمَ بِأَشَدِّ وَلَا مَلْعَى  
 بِأَشَدِّ عِنَى مَلَّ نَكْنَدُ آءِ مَعْرِفَةٍ مَرْفُوعٍ بِأَشَدِّ بِأَشَدِّ لَّا زَيْدٌ عِنْدِي وَآءِ عَمْرُو  
 آءِ كَرَّارٍ لَّا كَرَّةٌ مَفْرُودَةٌ بِأَكْرَمَةٍ دَكِرَ رُوحٌ وَجَدَ رُوحًا وَآءِ حَوْلَ وَآءِ  
 قُوَّةٌ إِلَّا بِاللَّهِ وَآءِ حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ وَ لَا  
 حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔

**ترجمہ:** چوتھی قسم لائے نفی جنس ہے اس کا اسم اکثر مضاف منصوب ہوتا ہے اور اس  
 کی خبر مرفوع جیسے: لَا غُلَامٌ رَجُلٌ ظَرِيفٌ فِي الدَّارِ (گھر میں مرد کا کوئی بھی  
 عقل مند غلام موجود نہیں ہے) اور اگر کمرہ مفردہ ہو تو فتوحہ پر مبنی ہوگا جیسے: لَا رَجُلٌ  
 فِي الدَّارِ (گھر میں کوئی مرد موجود نہیں ہے) اور اگر اس کے بعد معرفہ ہو تو "لَا"  
 کا کمرہ دوسرے معرفہ کے ساتھ لازم ہوگا اور "لَا" مملتی ہوگا یعنی کوئی عمل نہیں  
 کرے گا اور وہ معرفہ ابتدا کی وجہ سے مرفوع ہوگا جیسے: لَا زَيْدٌ عِنْدِي وَ لَا عَمْرُو  
 (میرے پاس نہ زید ہے اور نہ ہی عمرو) اور اگر اس لا کے بعد کمرہ مفردہ دوسرے  
 کمرہ کے ساتھ مکرر ہو تو اس میں پانچ صورتیں جائز ہیں جیسے: لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا  
 بِاللَّهِ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ وَ لَا  
 قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔

سوال (۱): لائے نفی جنس کی عمل کرنے کے اعتبار سے کتنی حالتیں ہیں اور کس حالت  
 میں وہ کیا عمل کرتا ہے مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۱): لائے نفی جنس مطلق جنس کی نفی کے لیے آتا ہے یعنی سرے سے اس چیز کا  
 انکار کرتا ہے جس پر یہ داخل ہوتا ہے مگر اتنا یاد رہے کہ یہ جنس کی نفی نہیں کرتا بلکہ جنس  
 سے متصف صفت کی نفی کرتا ہے اور یہ بھی جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے مبتدا کو نصب



اور خبر کو رفع دیتا ہے اولاً اس کے اسم میں دو احتمال ہیں یا تو اس کا اسم نکرہ ہوگا یا معرف، اگر نکرہ ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو مضاف یا شبہ مضاف ہوگا یا بالکل مضاف نہیں ہوگا، پس اگر مضاف یا شبہ مضاف ہو تو یہ پہلی قسم ہے اس حالت میں لائے نفی جنس کا اسم منصوب اور خبر مرفوع ہوگی، مضاف کی مثال لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيفٌ فِي الدَّارِ گھر میں مرد کا کوئی عقل مند غلام موجود نہیں ہے، چنانچہ یہاں جنس غلام کی نفی نہیں ہے بلکہ اس کی صفت یعنی عقل مند ہونے کی نفی ہے اور مطلب یہ ہے کہ گھر میں مرد کا کوئی عقل مند غلام موجود نہیں ہے ہاں کند ذہن اور نجی غلام موجود ہو سکتا ہے، شبہ مضاف کی مثال لَا رَاكِبًا فَرَسًا مَوْجُودًا فِي الطَّرِيقِ راستہ میں کوئی بھی گھوڑا سوار موجود نہیں ہے اور اگر لاکا اسم نکرہ مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ کہ اس کے ساتھ ایک اور لا دوسرے نکرہ کے ساتھ آ رہا ہوگا یا نہیں، اگر اس کے ساتھ ایک اور لا دوسرے نکرہ کے ساتھ نہ آ رہا ہو تو یہ دوسری قسم ہے اس حالت میں لائے نفی جنس کا اسم مبنی برفتح ہوگا اس پر تنوین نہیں آئے گی اور خبر پہلے کی طرح مرفوع رہے گی جیسے: لَا رَجُلٌ فِي الدَّارِ أَيْ لَا رَجُلٌ مَوْجُودٌ فِي الدَّارِ گھر میں کوئی مرد موجود نہیں ہے، اور اگر اس اسم نکرہ کے ساتھ ایک اور لا دوسرے نکرہ کے ساتھ آ رہا ہو تو یہ تیسری قسم ہے مگر مصنف نے چوتھے نمبر پر بیان کی ہے اس حالت میں لائے نفی جنس کے اسم اور خبر میں اعراب کی چھ صورتیں نکلتی ہیں جن میں سے پانچ جائز ہیں اور ایک ناجائز ہے جیسے: (۱) اسم و خبر دونوں کو مبنی علی الفتح پڑھنا لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ (۲) اسم و خبر دونوں کو مرفوع پڑھنا لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ (۳) پہلے کو مرفوع اور دوسرے کو مبنی علی الفتح پڑھنا لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ (۴) پہلے کو مبنی علی الفتح اور دوسرے کو مرفوع پڑھنا لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا

بِاللَّهِ (۵) پہلے کو جنی علی اللع اور دوسرے کو منصوب پڑھنا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ پانچوں صورتیں جائز ہیں، (۶) پہلے کو مرفوع اور دوسرے کو منصوب پڑھنا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ یہ چھٹی صورت جائز نہیں ہے۔

پہلی صورت میں "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ" دونوں اسم جنی برفتحہ ہیں اس لیے کہ دونوں لالائے نفی جنس کے ہیں جو اپنے اسم کو جنی برفتحہ کرتے ہیں، دوسری صورت "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ" میں دونوں اسم مرفوع ہیں اس لیے کہ دونوں لامشاہ بلیس ہیں، تیسری صورت "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ" میں پہلا لائے جنس کا ہے اور دوسرا مشابہ بلیس اس لیے پہلے نے اپنے اسم کو جنی برفتحہ کیا اور دوسرے نے اپنے اسم کو رفع دیا، چوتھی صورت "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ" اس کا برعکس ہے کہ پہلا لامشاہ بلیس ہے اس لیے اس نے اپنے اسم کو رفع دیا اور دوسرا لائے نفی جنس ہے اس لیے اس نے اپنے اسم کو جنی برفتحہ کیا پانچویں وجہ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ" میں پہلا لائے نفی جنس ہے اس لیے اس نے اپنے اسم کو جنی برفتحہ کیا اور دوسرا لازائدہ ہے اس نے کوئی عمل نہیں کیا اور قوۃ پر نصب اس وجہ سے آیا کہ وہ حول پر معطوف ہے اور معطوف علیہ کا جو اعراب ہوتا ہے وہی معطوف کا بھی ہوتا ہے اور معطوف علیہ حول منصوب ہے اس لیے معطوف بھی منصوب ہوا پھر اشکال ہوتا ہے کہ حَوْلَ تو مثنیٰ ہے لہذا اس کا معطوف بھی مثنیٰ ہونا چاہیے تھا حالانکہ قُوَّةَ معرب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حَوْلَ بھی اصل تو معرب ہی تھا لائے نفی جنس نے آکر اس کو جنی بنا دیا گویا کہ وہ عارضی مثنیٰ ہو اور عارضی مثنیٰ ہونے کی وجہ سے اس میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ اپنے معطوف کو بھی مثنیٰ بنا دے، البتہ اعراب اس کو معطوف علیہ کامل گیا، پس یہ پانچ صورتیں جائز ہیں اور چھٹی صورت لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ جائز نہیں ہے اس لیے کہ اس صورت میں پہلا لامشاہ

پس جو کاس لیے اس نے اپنے اسم کو رفع دیدیا لیکن دوسرے لاکو اگر لائے نفی جنس مانیں تو اس کا اسم جی برفتحہ ہوتا چاہیے تھا حالانکہ ایسا نہیں ہے اور اگر اس کو مشابہ پلیم مانیں تو اس کا اسم مرفوع ہونا چاہیے تھا مگر مرفوع بھی نہیں اور اگر لاکو زائدہ مانیں تو اس صورت میں پہلے سے عطف ہوتا اور پہلا مرفوع ہے اس لیے یہ بھی مرفوع ہوتا حالانکہ مرفوع بھی نہیں ہے لہذا معلوم ہوا کہ لاکو زائدہ بھی نہیں ہے پس اس کی کوئی وجہ اعرابی سمجھ میں نہیں آتی اس لیے یہ صورت ناجائز ہے۔

اور اگر لائے نفی جنس کا اسم معرفہ ہو تو یہ چوتھی قسم ہے مگر مصنف نے اس کو تیسرے نمبر پر بیان کیا ہے اس صورت میں ایک اور لاکو دوسرے معرفہ کے ساتھ لانا لازم ہے اور لامنتہی ہو جائے گا یعنی اس کا عمل باطل ہو جائے گا وہ کچھ عمل نہیں کرے گا بلکہ اس صورت میں دونوں معرفے مرفوع ہوں گے مبتدا ہونے کی وجہ سے اور مبتدا میں عامل معنوی عمل کرتا ہے تو اس صورت میں ان میں بھی عامل معنوی ابتدا عمل کرے گا جیسے: لَا زَيْدٌ عِنْدِي وَلَا عُمَرُوٌّ مَعِيَ پال زید ہے اور نہ عمرو ہے۔

سوال (۲): لائے نفی جنس کی چاروں قسموں کی مثالوں کی ترکیب کریں اور بتائیں کہ دوسری حالت میں لاکو اسم جی کیوں ہوتا ہے اور تیسری حالت میں لاکو تکرار دوسرے معرفہ کے ساتھ کیوں ضروری ہے نیز ساتھ میں لائے نفی جنس کے عمل کرنے کی شرطیں بھی بیان کریں؟

جواب (۲): پہلی قسم کی مثال: لَا غُلَامٌ رَجُلٌ ظَرِيفٌ فِي الدَّارِ کی ترکیب اس طرح ہے لَا لائے نفی جنس غلام مضاف اور رجل مضاف الیہ دونوں مل کر لاکو اسم ہوئے ظریف لاکو خبر اول فی حرف جار الدار مجرور دونوں مل کر متعلق ہوئے موجود صیغہ صفت محذوف کے موجود صیغہ صفت محذوف اپنے متعلق سے مل کر خبر ثانی ہوا

لائے نئی جنس کی پس لائے نئی جنس اپنے اسم اور خبر اول و خبر ثانی سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا مثال میں "فنی الدار" کو ظرف سے متعلق نہیں کر سکتے ورنہ تو ترجمہ میں فراہم لازم آئے گی اس لیے کہ اس وقت ترجمہ یہ ہوگا کہ مرد کا کوئی غلام گھر میں عقل مند نہیں ہے تو کیا باہر عقلمند ہوگا؟ یعنی کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی گھر میں رہے تو عقلمند نہ ہو اور باہر عقلمند ہو، نہیں بلکہ عقل مندی فطری چیز ہے وہ ہر وقت آدمی کے اندر پائی جاتی ہے آدمی گھر میں ہو یا باہر پس اسی لیے ہم نے یہاں اس کا متعلق محذوف نکالا ہے اور اصل مثال یوں ہے "لا غلامَ رَجُلٍ ظَرِيفٌ مَوْجُودٌ فِي الدَّارِ"۔

یہ ایک دوسری ترکیب اس طرح بھی ذہن میں آتی ہے کہ ظریف کو رَجُلٌ کی صفت بنائی جائے اور فِی الدَّارِ مَوْجُودٌ محذوف ہی سے متعلق ہو اور عبارت یوں ہو "لَا غُلَامٌ رَجُلٍ ظَرِيفٌ مَوْجُودٌ فِي الدَّارِ" عقل مند آدمی کا کوئی غلام گھر میں موجود نہیں ہے۔ اس صورت میں عقلمند ہونا مرد کی صفت ہوگی تاکہ غلام کی۔ واللہ اعلم۔

دوسری قسم کی مثال "لَا رَجُلٌ فِي الدَّارِ" کی ترکیب اس طرح ہے کہ لا لائے نئی جنس ہے رَجُلٌ اس کا اسم ہے فِی الدَّارِ جار مجرور سے مل کر موجود صیغہ صفت محذوف سے متعلق ہے موجود محذوف اپنے متعلق سے مل کر لا کی خبر ہوئی پس لائے نئی جنس اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

تیسری قسم کی مثال "لَا زَيْدٌ عِنْدِي وَ لَا عَمْرُو" کی ترکیب یہ ہے کہ لا لائے نئی جنس ملغی (بیکار) ہے زید معطوف علیہ واو حرف عطف پھر لا ملغی یعنی بیکار ہے اور عمرو معطوف ہے پس زید معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مبتدا ہوا اور عندی مضاف مضاف الیہ سے مل کر متعلق ہے مَوْجُودَانِ صیغہ صفت محذوف کے

ہیں موجود ان محذوف اپنے متعلق سے مل کر خبر ہوئی پھر مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

چوتھی قسم ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ اصل محذوف عبارت اس طرح ہے ”لَا حَوْلَ عَنْ مَعْصِيَةِ اللَّهِ نَابِتٌ لِأَخِيذِ إِلَّا بِقُوَّةِ اللَّهِ وَلَا قُوَّةَ عَلَى طَاعَةِ اللَّهِ نَابِتٌ لِأَخِيذِ إِلَّا بِعَوْنِ اللَّهِ“ اب ترکیب اس طرح ہوگی۔ لَّا لائے نفی جنس ہے حَوْلٌ مصدر شبہ فعل ہے ’عَنْ‘ حرف جار ہے مَعْصِيَةِ اللَّهِ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور جار مجرور سے مل کر حَوْلٌ سے متعلق ہوا حَوْلٌ مصدر شبہ فعل اپنے متعلق سے مل کر لائے نفی جنس کا اسم ہوا نَابِتٌ صیغہ صفت، لام حرف جار اَحَدٌ مجرور سے مل کر مستثنیٰ منہ ہوا اِلَّا حرف استثناء، با حرف جار قُوَّةِ اللَّهِ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور جار مجرور سے مل کر مستثنیٰ ہوا پھر مستثنیٰ منہ مستثنیٰ سے مل کر متعلق ہوا نَابِتٌ صیغہ صفت سے نَابِتٌ صیغہ صفت اپنے متعلق سے مل کر لائے نفی جنس کی خبر ہوئی پس لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا دوسرے جز کی ترکیب ہو بہو اسی طرح ہوگی۔

لائے نفی جنس کی دوسری قسم جب کہ لاکا اسم مکرمہ مفردہ ہو (یعنی مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو مفرد کا مطلب یہ نہیں کہ وہ تشبیہ جمع نہ ہو بلکہ تشبیہ جمع ہو سکتا ہے جیسے: لَا رَجُلَيْنِ فِي الدَّارِ يَا لَا مُسْلِمِينَ فِي الدَّارِ یہ دونوں مثالیں حالت نصی پر مبنی ہیں) تو اس صورت میں لاکا اسم مبنی اس وجہ سے ہوتا ہے کہ یہ جملہ ”لَا رَجُلٌ فِي الدَّارِ“ حقیقت میں سوال کا جواب ہے سائل نے سوال کیا کہ ”هَلْ مِنْ رَجُلٍ فِي الدَّارِ؟“ کیا گھر میں کوئی آدمی موجود ہے؟ تو اس کے جواب میں ”لَا مِنْ رَجُلٍ فِي الدَّارِ“ کہا چاہیے تھا لیکن جواب دینے والے نے اختصار کی غرض سے ”مِنْ“

کو حذف کر دیا اور ”لَا رَجُلٌ فِي الدَّارِ“ کہہ دیا تو چونکہ اصل میں رَجُلٌ پر مبنی حرف جرد داخل تھا اور حرف جنی اصل ہے تو اگرچہ وہ رَجُلٌ سے حذف ہو گیا لیکن اپنے مبنی ہونے کا اثر چھوڑ گیا، جو رَجُلٌ پر ظاہر ہوا اس لیے لا کا اسم جنی ہو گیا مگر اس کو مبنی برفتحہ کے بجائے مصنف ”مبنی برحالت نصب کہتے تو اچھا تھا تا کہ تشنیہ و جمع کی مثالیں بھی شامل ہو جائیں اس لیے کہ وہ مبنی برفتحہ نہیں ہیں بلکہ تشنیہ یا بے ماقبل مفتوح پر اور جمع یا بے ماقبل مکسور پر مبنی ہے۔

تیسری صورت میں جب کہ لا کا اسم معرفہ ہو تو اس وقت ایک اور لا کا دوسرے معرفہ کے ساتھ لانا ضروری اس وجہ سے ہے کہ لا اصل میں جنس کی نفی کے لیے ہے اور جنس میں عموم ہوتا ہے اس لیے لا کے اسم میں عموم ہونا چاہیے اور جب اس کا اسم معرفہ آجائے تو چونکہ معرفہ کی تعیین و تخصیص ہوتی ہے حالانکہ لا کے اسم میں عموم ہونا چاہیے تو اس وقت ایک اور لا کا دوسرے معرفہ کے ساتھ لانا ضروری ہوتا ہے تاکہ اس کے اسم میں تھوڑی بہت عمومیت پیدا ہو جائے اگر پورا عموم نہ آسکے تو عموم کی جھلک ہی آجائے اس لیے کہ ”ایک سے بھلے دو“۔ اس وجہ سے دوسرا معرفہ لایا جاتا ہے۔

لائے نفی جنس کے عمل کرنے کی چند شرطیں ہیں اگر وہ پائی جائیں گی تو لا عمل کرے گا ورنہ تو وہ ملتی ہو جائے گا یعنی کچھ عمل نہیں کرے گا بلکہ اس کی حیثیت صرف نفی کی رہ جائے گی وہ شرطیں یہ ہیں (۱) لائے نفی جنس پر کوئی حرف جرد داخل نہ ہو جیسے: اِشْتَرَيْتُ الْقَلَمَ بِلَا رَيْبِشَةٍ (۲) لائے نفی جنس کا اسم اور خبر دونوں معرفہ ہوں مگر نہ ہوں جیسے: لَا زَيْدٌ عِنْدِي وَلَا عَمْرُوهُ پس اسم معرفہ ہے اس لیے اس کا عمل باطل ہو گیا (۳) لائے نفی جنس اور اس کے اسم کے درمیان فصل نہ ہو جیسے:

لَا فِي الدَّارِ رَجُلٌ وَلَا امْرَأَةٌ۔

پنجم حروف ندا و آل پنجست یا و آبا و هیا و آئی و همزہ مفتوحہ و این حروف منادی مضاف را نصب کنند چون یا عَبْدَ اللَّهِ و مشابه مضاف را چون یا طَالِعًا جَبَلًا و کمرہ غیر معین را چنانکہ اُمّی گوید یا رَجُلًا خُذْ بِيَدِي و منادی مفرد معرفہ منی باشد بر علامت رفع چون یا زَيْدٌ و یا زَيْدَانِ و یا مُسْلِمُونَ و یا مُوسَى و یا قَاضِي بدانکہ آئی و همزہ برائے نزدیک است و آبا و هیا برائے دور، و تا عام است۔

ترجمہ: پانچویں قسم حروف ندا یہ پانچ ہیں یا، آبا، هیا، آئی اور همزہ مفتوحہ، یہ حروف منادی مضاف کو نصب دیتے ہیں جیسے: یا عَبْدَ اللَّهِ (اے عبد اللہ!) اور مشابه مضاف کو جیسے: یا طَالِعًا جَبَلًا (اے پہاڑ پر چڑھنے والے) اور کمرہ غیر معین کو جیسا کہ تا بیٹا کہے: یا رَجُلًا خُذْ بِيَدِي (اے شخص میرا ہاتھ پکڑ) منادی مفرد معرفہ کی علامت پر مبنی ہوگا جیسے: یا زَيْدٌ و یا زَيْدَانِ و یا مُسْلِمُونَ و یا مُوسَى و یا قَاضِي، واضح ہو کہ آئی اور همزہ نزدیک کے واسطے ہیں، آبا، هیا اور کے لیے ہیں اور تا عام ہے۔

سوال (۱): ندا اور منادی کی تعریف کریں نیز حروف ندا کے عمل کی چاروں صورتوں کو مع مثال بیان کریں؟ نیز بتائیں کہ حروف ندا کے باب میں علمائے نحو کا کیا اختلاف ہے؟  
جواب (۱): حروف ندا وہ حروف ہیں جن کے ذریعے کسی کو آواز دے کر اپنی جانب متوجہ کیا جائے جس کو آواز دیں گے اس کو منادی کہتے ہیں حروف ندا پانچ ہیں۔  
یا، آبا، هیا، آئی، همزہ مفتوحہ۔

منادی کی اعراب کے اعتبار سے چار حالتیں ہیں (۱) منادی کی کسی دوسرے اسم کی طرف اضافت ہو رہی ہو یعنی منادی مضاف ہو تو اس صورت میں منادی

مخصوص ہوگا جیسے: یا عبدالله یا تناز العقبوب یا رسول اللہ (۲) منادی  
 مطاب مضاف ہوتو بھی مخصوص ہوگا جیسے: یا طالعاً جبلاً اے پہاڑ کے چڑھنے  
 والے، یا راكناً دراجۃ اے سائیکل کے سوار (۳) منادی مکرراً غیر معین ہوتو بھی  
 مخصوص ہوگا جیسے: کوئی تاریخاً شخص کہے: یا رجلاً خذ بیدی اے شخص میرا ہاتھ پکڑ  
 یا جیسے مؤذن بمانے محو ب پکارے: الصلاة للصلاة یا مُصلِّين لِنماز نماز کے  
 لیے چلو اے نماز پڑھو (۴) منادی مفرد ہو یعنی مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو اور معرفہ ہو  
 خواہ پہلے سے معرفہ ہو جیسے: یا زید یا حرف ندا کے داخل ہونے کے بعد معرفہ ہوا ہو  
 جیسے: یا ولد تو اس صورت میں منادی علامت رفع پر مبنی ہوگا جیسے: یا زید یا  
 زملان، یا مُصلِّون، یا موسیٰ، یا قاضی۔

حروف ندا کے باب میں علمائے نحو کا اختلاف ہے علامہ سیبویہ کا قول یہ ہے کہ  
 منادی کو نصب دینے والا ایک فعل ہوتا ہے جو مقدر ہوتا ہے اور منادی اس فعل مقدر کا  
 مفعول بہ ہوتا ہے جیسے: یا زید کہ اس کی اصل یأذعوا زیداً ہے یہاں اذعوا فعل مقدر  
 ہے جو زید کو مفعول بہ ہونے کی وجہ سے نصب دے رہا ہے، پھر فعل کو کثرت استعمال  
 کی وجہ سے حذف کر دیا گیا، دوسرا مذہب علامہ میرزا کا ہے وہ کہتے ہیں کہ حروف ندا خود  
 فعل کے معنی میں ہیں یعنی اس کے قائم مقام ہیں، پس وہ منادی کو مفعول بہ ہونے کی

۱۔ کہا جاتی تو رہا پتلا اس: ۵۰۔

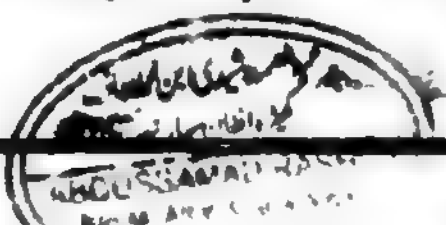
اس لیے کہ جب مؤذن گل میں چلے ہوئے نمازیوں کو پکارے گا تو اس کے نزدیک کوئی متعین نہیں ہوگا۔  
 صحیح صحیح تلف صورتوں میں ہوتی ہے نیز مد پر فتح قسمی ہے ہنار جملان میں الف لہون رفع کی علامت کی  
 فعل میں جی ہے ناشئینون میں واوا لہون کی فعل میں جی ہے اور ناموسی رفع تقدیری پر مبنی ہے اور یہاں  
 ہر اب کا تھکن میں یا نامل ہے اور یہ جیسی بھی رفع تقدیری پر مبنی ہے مگر اس میں اعراب کا لفظوں میں آنا  
 کامل نہیں بلکہ علامت کا باعث ہے ہر فرق ہے۔



وجہ سے نصب دیتے ہیں، تیسرا مذہب امام ابوعلیٰ کا ہے وہ کہتے ہیں کہ حروف نما  
اسائے افعال ہیں، بہر حال خلاصہ یہ نکلا کہ یلزبہ سب کے نزدیک جملہ ہے لیکن  
منادی جملہ کے دونوں جز مند و مند الیہ میں سے کوئی سا بھی جز نہیں ہے بلکہ امام  
سیبویہ کے نزدیک جملہ کے دونوں جز مند (فعل) اور مند الیہ (فاعل) مقدر ہیں اور  
امام برزج کے نزدیک حرف ندا جملہ کے ایک جز (فعل) کے قائم مقام ہے اور فاعل ضمیر  
انا اس میں مقدر ہے اور امام ابوعلیٰ کے نزدیک جملہ کا جز مند یعنی حرف ندا بمعنی اسم  
فعل ہے جو مذکور ہے اور دوسرا جز فاعل اس میں ضمیر مستتر ہے۔

سوال (۲): مشابہ مضاف کو مشابہ مضاف کیوں کہتے ہیں، نیز نکرہ کے ساتھ غیر  
معین کی قید اور پھر اس کی مثال میں اعمیٰ کی قید کیوں لگائی گئی اور یہ بھی بتائیں کہ  
منادی مفرد معرفہ جنی علی الضم کیوں ہوتا ہے؟

جواب (۲): مشابہ مضاف وہ اسم ہے کہ جس کے ساتھ ایسی چیز کا تعلق ہو کہ جس  
کے بغیر اس اسم کے معنی ناقص رہتے ہوں اور ان میں یہ تعلق نہ تو اضافت کی وجہ  
سے ہو اور نہ ان میں سے ایک کے موصول اور دوسرے کے صلہ بننے کی وجہ سے ہو  
بلکہ یہ تعلق ان میں سے ایک کے عامل دوسرے کے معمول بننے کی وجہ سے ہو، یعنی  
پہلا اسم دوسرے میں عمل کر رہا ہو چاہے اس کو فاعل بنا رہا ہو جیسے: يَا رَبِّ قَاتِلْ بِالْعَبَادِ،  
يَا مُسْرِفًا فِي مَالِهِ، یا یہ تعلق ان میں سے پہلے کے معطوف علیہ اور دوسرے کے  
معطوف بننے کی وجہ سے ہو مگر اس شرط کے ساتھ کہ معطوف علیہ اور معطوف دونوں  
کسی ایک چیز کا نام رکھ دیئے گئے ہوں جیسے: يَا تَمْرًا وَزَيْدًا، يَا ثَلَاثَةً وَثَلَاثِينَ،  
یا یہ تعلق ان میں پہلے کے موصوف دوسرے کے صفت بننے کی وجہ سے ہو مگر اس



شرط کے ساتھ کہ صفت جملہ یا ظرف واقع ہو جیسے: يَا خَائِفًا لَا تَنْسَى اے وہ حافظ جو کہ بھولتا نہیں ہے، یا شَاعِرًا لَا شَاعِرَ الْيَوْمَ مِثْلَهُ اے وہ شاعر کہ جس کے مانند آج کوئی شاعر نہیں۔

اس کو مشابہ مضاف اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اپنے مابعد میں عمل کرتا ہے اور اس کے بغیر اس کے معنی ناقص رہتے ہیں، گویا کہ یہ اپنے معنی کے مکمل اور تمام ہونے میں اس دوسرے کا محتاج ہے اسی طرح جیسا کہ مضاف مضاف الیہ میں عمل کرتا ہے اور اس کے معنی مضاف الیہ کے بغیر ناقص اور ادھورے رہتے ہیں، پس اس کو مضاف کے ساتھ مشابہت ہوئی۔

مگرہ غیر معین میں مگرہ کے ساتھ غیر معین کی قید اس لیے لگائی کہ اصل تو جب مگرہ پر حرف ندا داخل کر دیا جائے تو وہ معرفہ بن جاتا ہے مگر یہاں وہ مگرہ مراد ہے کہ حرف ندا کے داخل کرنے کے بعد بھی وہ غیر معین ہی رہے معرفہ نہ بنے اور ایسا کبھی ہو نہیں سکتا کہ آدمی کسی کو آواز دے اور وہ متعین نہ ہو اس لیے کہ جب کسی کو آواز دی جاتی ہے تو دیکھ کر یا تعین کے ساتھ آواز دی جاتی ہے، کیا کبھی اس شخص کو آواز دی جاتی ہے جو سامنے نہ ہو اور نظر نہ آ رہا ہو بلکہ اگر کوئی آدمی ہندوستان میں رہ کر اپنے بیٹے کو آواز دے اس حال میں کہ وہ سعودی عرب میں ہو تو لوگ اس کو پاگل کہیں گے، پس جب بھی ندا لگائی جاتی ہے تو دیکھ کر لگائی جاتی ہے جس کی وجہ سے منادی متعین ہو جاتا ہے چنانچہ اسی لیے مصنف نے اگلی کی قید لگائی اس لیے کہ جب نابینا کسی کو آواز دے گا تو وہ دیکھ کر نہیں پکارے گا بلکہ محض پاؤں کی آہٹ پا کر یا شور شرابہ کی آواز سن کر پکارے گا جیسے: يَا زَجَلًا خُذِيْدِي اے مرد میرا ہاتھ پکڑ لے، تو بظاہر رجل حرف ندا لگ کر وہ معرفہ اور متعین ہو گیا مگر اس نابینا شخص کے نزدیک اب بھی

وہ غیر متعین ہی ہے اس لیے کہ اس نے کسی مخصوص آدمی کو آواز نہیں دی بلکہ جو بھی ہو آ کر ہاتھ پکڑ لے اور راستہ دکھا دے اس کے برخلاف اگر یہی جملہ کوئی آنکھوں والا آدمی کہے تو اس کے نزدیک نکرہ متعین ہو جائے گا اس لیے کہ وہ دیکھ کر آواز دے گا۔

منادی مفرد معروفہ مبنی علی الضم اس لیے ہوتا ہے کہ یا زَیْدُ بمعنی ”اَدْعُوْكَ“

ہے کاف ضمیر کو ایک حرفی ہونے میں کاف حرف جر کے ساتھ مشابہت ہے لہذا

مشابہت کی وجہ سے کاف ضمیر کو مبنی کر دیا، اور اب زید مفرد معروفہ اس کاف کی جگہ آیا

تو مبنی کے محل میں واقع ہونے کی وجہ سے اس کو بھی مبنی کر دیا پھر اس کو مبنی علی الضم

اس لیے کیا کہ اگر چہ مبنی کا اصل اعراب سکون ہے مگر وہ حروف کے ساتھ خاص ہے

پھر اگر فتح دیتے تو چونکہ بعض اوقات منادی کے آخر میں الف اشباع لاتے ہیں جیسے:

یا زَیْدًا اور پھر الف کو حذف کر کے یا زَیْدُ فتح کے ساتھ بولتے ہیں تو مبنی بفتح کی

صورت میں منادی کی اس شکل سے التباس لازم آتا، اور اگر کسرہ دیتے تو منادی

مضاف بسوئے یا ئے متکلم جیسے یا غُلَامِی سے اس صورت میں التباس لازم آتا

جبکہ یا کو حذف کر کے کسرہ کے ساتھ یا غُلَامِ کہتے ہیں، اس لیے مبنی برضمہ ہی کیا۔

پھر اعتراض ہوتا ہے کہ مضاف اور شبہ مضاف بھی تو کاف ضمیر مبنی کے محل میں

واقع ہوتے ہیں ان کو مبنی کیوں نہ کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ مضاف و شبہ مضاف

کاف ضمیر کے محل میں واقع ہوتے ہیں، مگر چونکہ ان میں اضافت کی وجہ سے معرب و

متمکن ہونے کا پہلو زیادہ قوی ہے اس لیے مبنی نہ ہوئے، یا پھر دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر

چہ یہ مضاف یا شبہ مضاف کاف ضمیر کے محل میں ہیں مگر چونکہ ان کو کاف کے ساتھ

مشابہت تامہ نہیں ہے اس لیے کہ کاف لفظاً مفرد ہے اور یہ اسم مضاف یا شبہ مضاف مفرد

نہیں ہیں لہذا مبنی نہ ہوئے، برخلاف منادی مفرد معروفہ کے کہ وہ مفرد ہوتا ہے۔

اور کمرہ غیر معین تو کاف ضمیر کے عمل میں ہی واقع نہیں ہے اس لیے کہ کاف ضمیر تو مخاطب متعین کے لیے ہے اور وہ غیر متعین ہے۔

سوال (۳): اسم منقوس کے باب میں امام یونسؑ نحوی کی کیا رائے ہے، نیز حرف نما "یا" میں علمائے نحو کا کیا اختلاف ہے اور ساتھ ساتھ ندا و منادئی کے متعلق بھی ضروری تفصیل بیان کریں؟

جواب (۳): اسم منقوس کے بارے میں امام یونسؑ نحوی کا مذہب یہ ہے کہ اسم منقوس اگر کمرہ ہو تو اس کے منادی ہونے کی صورت میں آخر سے یا کو حذف کر دیا جائے گا، چنانچہ باقاض یا داع کہا جائے گا البتہ جمہور نحاة کا مذہب یہ ہے کہ یاہ باقی رہے گی جیسے: یا قاضی یا داعی وغیرہ۔

آنی و ہمزہ مفتوحہ ندائے قریب کے لیے ہیں اور آینا و ہتینا ندائے بعید کے لیے ہیں اور یا کے بارے میں اختلاف ہے، علامہ زبیدی صاحب "تفسیر کشاف" کا قول یہ ہے کہ یا دور کے لیے ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ ہم لوگ رات دن یا اللہ یا رب بولتے ہیں اگر یہ دور کے لیے ہوتا تو اللہ کے لیے نہ بولا جاتا اس لیے کہ اللہ تو قریب ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: وَ نَحْنُ اقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرْدِ (ہم انسان کے اس کی شدت سے بھی زیادہ قریب ہیں) معلوم ہوا کہ یا قریب کے لیے ہے، لیکن مصنف نے درمیانی راہ اختیار فرمائی اور کہا کہ یا عام ہے یعنی قریب و بعید دونوں کے لیے آتی ہے۔

یاد رہے کہ اگر منادی معرف باللام ہو تو مذکر ہونے کی صورت میں ندا اور منادی کے درمیان آیتھا بدھاتے ہیں جیسے: یا آیتھا النبی یا آیتھا الرسول اور منادی کے مؤنث ہونے کی صورت میں آیتھا بدھاتے ہیں جیسے: یا آیتھا النفس

الْمَطْمَئِنَّةُ مگر لفظ اللہ اگرچہ معرف باللام ہے مگر اس پر صرف یا حرف ندا آئے گی جیسے: یا اللہ البتہ کبھی دعا کے موقع پر شروع سے یا کو حذف کر کے آخر میں لہم لگا دیتے ہیں جیسے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ، کبھی صرف حرف ندا کو حذف کر دیتے ہیں جیسے: السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ كَمَا صُلِّىَ فِيَّ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ تَحَا۔

**تنبیہ:** حروف عالمہ در اسم ان پانچ قسموں کے علاوہ دو اور ہیں مگر مصنف نے ان کو ذکر نہیں کیا چنانچہ حروف عالمہ در اسم کی چھٹی قسم واو بمعنی مع ہے یہ اپنے ما بعد اسم کو نصب دیتا ہے جیسے: سِرْتُ وَالنَّيْلَ مَلَّ دِرْيَاةً نَمَلٍ كَسَاةً سَاوِيَةً مَّجَلَا، ساتویں قسم حرفِ اِلا استثنائیہ ہے یہ بھی اپنے ما بعد اسم کو نصب دیتا ہے جیسے: جَاءَ الْقَوْمُ الْاَزِيدًا مَّكَرًا مَّكَرًا مَّا كَانُوا يَكْفُرُونَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مَلَّ كَذْرًا مَّجَلَا، واو بمعنی مع کا بیان مفعول معہ میں آیا چاہتا ہے اس لیے مصنف نے یہاں ان کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی تاکہ تکرار لازم نہ آئے کیونکہ ”اس رسالہ مختصریست“۔

**فصل دوم در حروف عالمہ در فعل مضارع و آں بردو قسم ست قسم اول**

حروفیکہ فعل مضارع را نصب کنند، و آں چهارست اول اَنْ چوں اُرِيْدُ اَنْ تَقُوْمَ و اَنْ بِالْفِعْلِ بِمَعْنَى مَصْدَرٍ بِأَشَدِّ بِمَعْنَى اُرِيْدُ قِيَامَكَ و بدیں سبب اور مصدر یہ گویند دوم لَنْ چوں لَنْ يُخْرِجَ زَيْلًا لَنْ بَرَاءً تَاكِيْدِيًّا سِت سُوْم سَكِي چوں اَسَلَمْتُ سَكِي اَدْخَلَ الْجَنَّةَ چہارم اِذَنْ چوں اِذَنْ اُكْرِمَكَ در جواب کسیکہ گوید اَنَا اَتِيْتُكَ غَدًا۔

**ترجمہ | دوسری فصل:** فعل مضارع میں عمل کرنے والے حروف کے بیان میں، ان حروف کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ حروف جو فعل مضارع کو نصب دیتے ہیں، اور یہ چار ہیں، پہلا حرف اَنْ جیسے: اُرِيْدُ اَنْ تَقُوْمَ (میں چاہتا ہوں کہ تو کھڑا ہو) اور ان فعل کے ساتھ مصدر کے معنی میں ہوتا ہے یعنی اُرِيْدُ قِيَامَكَ، اسی لیے اس کو اَنْ

مصدر یہ کہتے ہیں، دوسرا لَنْ جیسے: لَنْ يَخْرُجَ زَيْدٌ (زید ہرگز نہیں نکلے گا) کن نفی کی تاکید کے واسطے آتا ہے تیسرا حرف: مَكِّي جیسے: اَسَلَمْتُ مَكِّي اَدْخُلَ الْجَنَّةَ (میں مسلمان ہو گیا تاکہ جنت میں داخل ہو جاؤں) چوتھا حرف: اِذَنْ جیسے: اِذَنْ اَكْرِمْكَ (جب تو میں تیرا اکرام کروں گا) اس شخص کے جواب میں جو کہے اَنَا اَتِيكَ غَدًا (میں کل آپ کے پاس آؤں گا)

سوال (۱) ”حروف عاملہ در فعل مضارع“ کی کتنی قسمیں ہیں اور کون کون سی؟ نیز وہ حروف جو فعل مضارع کو نصب دیتے ہے کون کون سے ہیں؟

جواب (۱): حروف عاملہ در فعل مضارع کی دو قسمیں ہیں اول وہ حروف جو فعل مضارع کو نصب دیتے ہیں، دوم وہ حروف جو فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں پس وہ حروف جو فعل مضارع کو نصب دیتے ہیں وہ چار ہیں، اَنَّ، لَنْ، مَكِّي، اِذَنْ۔

سوال (۲) حروف نصبہ کے لفظی اور معنوی عمل کو مثال مع ترجمہ مثال بیان کریں؟

جواب (۲): حروف نصبہ میں سے ”اَنَّ“ فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو نصب دیتا ہے اور اس کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے: اُرِيدُ اَنْ تَقُومَ جس کا عربی میں ترجمہ اس طرح ہوگا اُرِيدُ قِيَامَكَ (میں آپ کا کھڑا ہونا چاہتا ہوں) لہذا اَنَّ نے لفظی عمل تو یہ کیا کہ مضارع کو نصب دیا اور معنوی عمل یہ کیا کہ اسے مصدر کے معنی میں کر دیا دوسرے ”لَنْ“ یہ بھی فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو نصب دیتا ہے جیسے: لَنْ يَخْرُجَ زَيْدٌ، (زید ہرگز نہیں نکلے گا) پس لَنْ نے لفظی عمل تو یہ کیا کہ مضارع کو نصب دیا اور معنوی عمل یہ کیا کہ فعل مضارع میں نفی تاکید کے معنی پیدا کر کے اس کو زمانہ مستقبل کے ساتھ خاص کر دیا، تیسرے ”مَكِّي“ یہ بھی فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو نصب دیتا ہے جیسے: اَسَلَمْتُ مَكِّي اَدْخُلَ الْجَنَّةَ (میں اسلام لایا تاکہ

جنت میں داخل ہو جاؤں) ”سکتی“ نے لفظی عمل تو یہ کیا کہ فعل مضارع کو منصوب کیا اور اس کا معنوی عمل یہ ہے کہ وہ اپنے ما قبل اور ما بعد میں سمیت اور مستیبت کا تعلق پیدا کرتا ہے چوتھے اِذَنْ یہ بھی فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے اور اس کو نصب دیتا ہے جیسے: کوئی شخص آپ سے کہے اَنَا اَيْتِكَ غَدًا (میں تمہارے پاس کل آؤں گا) تو آپ جواب میں کہیں اِذَنْ اُكْرِمَكَ (تب تو میں آپ کا اکرام کروں گا) اِذَنْ نے بھی لفظی عمل وہی کیا کہ مضارع کو نصب دیا اور اس کا معنوی عمل یہ ہے کہ اس نے جوابی معنی پیدا کیے ہیں یعنی دوسرے کے سوال کا جواب بنا ہے پس ان چاروں کو حروف ناصبہ کہتے ہیں۔

سوال (۳) اَنْ مصدر یہ کو مصدر یہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب (۳): اَنْ مصدر یہ کو مصدر یہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو نصب دینے کے ساتھ ساتھ مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے: اُرِيْذُ اَنْ تَكْتُبَ اَيُّ اُرِيْذُ كِتَابَتِكَ (میں آپ کا لکھنا چاہتا ہوں) اُرِيْذُ اَنْ تَقْرَةَ اَيُّ اُرِيْذُ قَرَاءَتِكَ (میں آپ کا پڑھنا چاہتا ہوں) وغیرہ۔

وہاں تک اَنْ بعد از شش حروف مقدر باشد و فعل مضارع را بحسب کند حتی نحو مَرَرْتُ حَتَّى اَدْخَلَ الْبَلَدَ، ولام حمد نحو مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَوْ بِمَعْنَى اِلَى اَنْ يَأْتِيَ اَنْ نَحْو لَآ لَزَمَنَّكَ اَوْ تُعْطِيَنِي حَقِّي، وواو الصرف ولام كُنِيَ وَا كَدْر جَوَابِ شَيْءٍ حَيْثُ، امر و نهي و نفي و استفهام و تمنى و عرض و امثلهما مشهوره۔

ترجمہ واضح ہو کہ اَنْ چھ حروف کے بعد پوشیدہ ہوتا ہے اور فعل مضارع کو نصب دیتا ہے (۱) حَتَّى کے بعد جیسے: مَرَرْتُ حَتَّى اَدْخَلَ الْبَلَدَ (میں گذراتا آں کہ شہر میں داخل ہو گیا) (۲) لَامِ حَمْدِ کے بعد جیسے: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ (اور اللہ ہرگز

ان پر عذاب نہیں کرے گا) (۳) اَوْ بِمَعْنَىٰ اِلَىٰ اَنْ يَّا لَّا اَنْ كے بعد جیسے: لَا لَزْمَ لَكَ  
 لَوْ تَعْطَلْتَنِي حَتَّىٰ (میں تجھ کو ضرور بالضرور پکڑے رکھوں گا یہاں تک کہ تو میرا حق  
 ادا کر دے) اور واو صرف اور لام کی اور فا جو کہ چھ چیزوں کے جواب میں آتے  
 ہیں، امر و نئی نفی استفہام، جنسی مرض اور ان کی مثالیں مشہور ہیں۔

سوال (۱): حروف ستہ کے بعد اَنْ پوشیدہ کیوں ہوتا ہے، اور وہ چھ کیا کیا حروف ہیں؟  
 جواب (۱): چھ حروف کے بعد اَنْ اس لیے مقدر ہوتا ہے کہ یہ حروف ستہ اصل میں  
 حروف جارہ ہیں اور حروف جارہ اسم پر داخل ہوتے ہیں جیسا کہ گزر چکا، حالانکہ یہاں  
 فعل مضارع پر ان کا دخول ہو رہا ہے جو کہ قاعدہ کے خلاف ہے، اس لیے اُن مصدر یہ  
 بیچ میں آ گیا، اور اس نے مضارع کو منصوب کرنے کے ساتھ ساتھ مصدر کے معنی میں  
 کر دیا اور آپ کو معلوم ہے کہ مصدر اسم ہوتا ہے اس لیے اب ان حروف ستہ کا یہاں  
 مضارع پر داخل ہونا صحیح ہو گیا اس لیے کہ اب وہ مضارع نہیں رہا بلکہ اسم ہو گیا۔ لیکن  
 ان حروف نے کچھ عمل نہیں کیا بلکہ عمل وہی اَنْ مصدر یہ جو ان کے درمیان پوشیدہ ہے کہ  
 رہا ہے، نیز وہ حروف ستہ جارہ یہ ہیں جن کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے (۱) حَتَّىٰ (۲) لَام  
 جحد (۳) اَوْ بِمَعْنَىٰ اِلَىٰ اَنْ يَّا لَّا اَنْ (۴) لَام تھی (۵) اَوْ اَوْ صرف (۶) فَا۔

سوال (۲): حَتَّىٰ، لَام جحد، اَوْ، لَام تھی، ان تمام حروف کو مثال مع ترجمہ مثال  
 بیان کریں، نیز یہ بھی بتائیں کہ واو صرف اور فا کے لیے کیا شرائط ہیں؟

جواب (۲): حَتَّىٰ جیسے: مَرَزَتْ حَتَّىٰ اَدْخَلَ الْبَلَدَ میں گذرا یہاں تک کہ شہر  
 میں داخل ہو گیا کہ اصل میں عبارت یوں تھی مَرَزَتْ حَتَّىٰ اَنْ اَدْخَلَ الْبَلَدَ، لَام  
 جحد جیسے: مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ (اللہ تعالیٰ ہرگز ایسا نہیں کرے گا کہ ان کو عذاب  
 دے) کہ اصل میں یہاں لَانَ لِيُعَذِّبَهُمْ ہے، اَوْ جیسے: لَا لَزْمَ لَكَ اَوْ تَعْطَلْتَنِي



حقی (میں تجھے ضرور بالضرور پکڑے رکھوں گا یہاں تک کہ تو میرا حق ادا کرے) اس مثال میں اصل عبارت اُوْأَنْ تُغَطِّيَنِي حَقِّي تَحِي، لام کی جیسے: اَسَلَمْتُ لَا دُخْلَ الْجَنَّةِ (میں اسلام لایا تاکہ جنت میں داخل ہو جاؤں) کہ اصل میں لِأَنَّ اَدْخَلَ الْجَنَّةَ تَحَا، ان تمام مثالوں میں اَنْ مصدر یہ پوشیدہ ہے۔

واو صرف اور فا کے لیے یہ شرائط ہیں کہ ان سے پہلے والا جملہ امر، نفی، استفہام تمنی اور عرض میں سے کوئی ایک ہو۔ گویا کہ واو صرف اور فا ان چھ میں سے کسی نہ کسی کے جواب میں آتے ہیں۔

سوال (۳): لامِ جحد اور لامِ کی میں کیا فرق ہے نیز او کے باب میں کیا اختلاف ہے وضاحت فرمائیں اور ساتھ میں کاتب کی غلطی کی طرف بھی نشاندہی فرمائیں؟  
جواب (۳): لامِ جحد اور لامِ کی میں لفظی فرق تو یہ ہے کہ لامِ جحد ہمیشہ سکان کی نفی کے بعد آتا ہے اور اس کے برخلاف لامِ سخی وہ کہیں بھی آجاتا ہے اور ان دونوں کے درمیان معنوی فرق تو یہ ہے کہ لامِ جحد نفی کی تاکید کے لیے آتا ہے اور لامِ سخی علت بتانے کے لیے آتا ہے۔

لو کے باب میں ائمہ نحو کے درمیان اختلاف ہے۔ جمہور نحاة کا قول یہ ہے کہ اُوْ اِبِي اَنْ کے معنی میں آتا ہے اور امام سیبوی کا قول یہ ہے کہ اُوْ اِلَا اَنْ کے معنی میں آتا ہے۔ نحو میر کے کاتب سے یہ غلطی ہوئی کہ واو صرف اور فا کو ایک جگہ لکھنا چاہیے تھا مگر انہوں نے دونوں کو الگ الگ کر دیا اس لیے کہ آگے جو شرائط بیان ہوئے ہیں وہ انہی دونوں کے لیے ہیں۔

سوال (۱): واو صرف کے لغوی و اصطلاحی معنی بیان کریں نیز اس کی مثال شعر کے ساتھ مع ترجمہ کے پیش کریں اور واو صرف کی مثال میں مذکورہ شعر کے شاعر کی مراد واضح کرنے کے بعد بتلائیں کہ شاعر کس آیت کریمہ کی ترجمانی کر رہے ہیں

اگر شعر میں واؤ کو وا صرف نہ مانیں تو کیا خلل واقع ہوگا؟

جواب (۱): صرف کے لغوی معنی روکنا، باز رکھنا ہیں اور اصطلاح میں واؤ صرف وہ واؤ ہے کہ جس کے مابعد کا عطف اس کے ماقبل پر کرنا صحیح نہ ہو جیسے۔۔۔

لَا تَنْتَهَ عَنْ خُلُقٍ وَ تَأْتِي مِثْلَهُ عَارُ عَلَيْكَ إِذَا فَعَلْتَ عَظِيمًا

**ترجمہ** تو (برے) اخلاق سے مت روک در انحالیکہ تو بھی اسی کے مانند کا ارتکاب کرتا ہے، تیرے لیے ہی شرم کی بات ہے اگر تو ایسا کرتا ہے لہذا کورہ شعر میں ”وَتَأْتِي“ میں واؤ صرف ہے اور اس کے بعد ان مصدر یہ پوشیدہ ہے اس کی اصل عبارت یوں تھی وَأَنْ تَأْتِي مِثْلَهُ اسی لیے فعل مضارع منصوب ہے۔

اس شعر کے شاعر حضرت ابوالاسود دؤلی ہیں (متوفی ۶۹ھ) جو کہ حضرت علی کے شاگرد تھے جنگ صفین میں شریک ہوئے اور علم نحو کی تدوین انہی کی طرف منسوب کی جاتی ہے چنانچہ آپ نے اپنے اس شعر میں آیت کریمہ ”اتَّامُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ“ کی ترجمانی بڑے دل نشیں انداز میں کی ہے کہ تم دوسروں کو تو برے اخلاق سے روکتے ہو حالانکہ وہی برائیاں خود تمہارے اندر موجود ہیں، پس جن کو تم برائیوں سے روک رہے ہو جب وہ لوگ خود تم کو ان میں مبتلا دیکھیں گے تو یہ تمہارے لے بڑی شرمندگی کی بات ہوگی اس لیے پہلے اپنی اصلاح کرو پھر دوسروں کو روکو تو تمہاری بات میں اثر ہوگا۔

**مسئلہ:** نہی عن المنکر یہ ہے کہ اگر آپ کو کوئی آدمی برائی کرتا نظر آئے تو آپ اسے

اسی معنی کی ادا رکھی کے لیے فارسی میں یہ اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔۔۔

وہلا کوئی خود نپاوی در عمل ❀ چشم پوشی بہوں شیطان و غل

ہر یکے ناصح برائے دیگران ❀ ناصح خود یا تم کم در جہاں

شرح تذکرہ الذہب ص: ۲۵۸، مطبوعہ بیروت۔

روک دیں خواہ وہ برائی آپ میں بھی ہو کیونکہ آپ کے اعمال آپ کے ساتھ ہیں اور اس کے اعمال اس کے ساتھ اس لیے کہ قرآن میں یہ نہیں فرمایا کہ مت روکو اس برائی سے جو تمہارے اندر موجود ہو بلکہ اس طرح کہا کہ تم دوسروں کو تو منع کرتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو چنانچہ متنبہ کیا کہ اچھی بات نہیں بلکہ بڑے شرم کی بات ہے کہ خود تو کوئی گناہ کرے اور دوسروں کو اس سے روکے اس لیے خود بھی اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

بہر حال اس شعر میں یہ واؤ اور واء صرف نہ مانیں تو شعر کے معنی بدل جاتے ہیں اس لیے کہ اس صورت میں واؤ عاطفہ مانا جائے گا اور واؤ کے مابعد کا ماقبل پر عطف ہوگا جس کی وجہ سے ماقبل کے معنی نفی مابعد تک پہنچ جائیں گے اور معنی ہوں گے کہ مت روک تو برے سا خلاق سے اور حال یہ ہے کہ تو بھی اس کے مانند کارکناب نہیں کرتا ہے، پس اس طرح شاعر کی مراد میں بڑا خلل واقع ہوگا اور پورے شعر کا مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے گا اور یہ خرابی اس لیے ہوئی کہ واؤ صرف کے نہ ماننے کی وجہ سے معطوف علیہ میں جو نفی کا حکم ہے عطف کی صورت میں وہ معطوف پر چلا جاتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ ماقبل کا جو حکم ہے اس کا اعادہ مابعد پر جائز نہیں اس لیے اب مابعد فعل مضارع کو بتقدیر ان مصدر بنا دیا، اور ماقبل کے فعل سے جو مصدر مفہوم ہوتا ہے اس کے ساتھ جمع کر دیا جیسے: لَا تَنْتَه عَنْ خُلُقٍ و تَأْتِي مِثْلَهُ، دوسری بات یہ کہ لَا تَنْتَه جملہ انشائیہ ہے اور تَأْتِي جملہ خبریہ ہے اور ظاہر ہے کہ عطف خبر علی الانشاء جائز نہیں لہذا لَا تَنْتَه میں جو حرف نفی ہے اس کا اعادہ تَأْتِي پر جائز نہ ہوگا، پس اسی لیے و تَأْتِي کو بتقدیر ان مصدر بنا کر اس کے ماقبل کے فعل سے استفاد مصدر کے ساتھ جمع کر دیا اور اب گویا عبارت اس طرح ہوئی لَا تَجْمَع بَيْنَ النَّهْيِ عَنْ الْخُلُقِ و الْاِتْيَانِ مِثْلَهُ یعنی برائی سے روکنے اور اس کے مانند کارکناب

کرنے کو جمع مت کرہی لیے اس واو صرف کو داخل بھی کہتے ہیں۔

سوال (۲): واو صرف اور فکی چو مثالیں مع ترجمہ کے بیان کریں اور ہر مثال میں اس کی وضاحت کریں کہ واو صرف اور فکیس کے بعد آئے ہیں اور اصل عبارت کیا ہے؟  
جواب (۲): واو صرف کی چو مثالیں مع ترجمہ کے ملاحظہ فرمائیں پہلی مثال

جب کہ وہ دونوں امر کے جواب میں ہوں جیسے: ذُرْنِي وَ اُكْرِمَكَ ، ذُرْنِي فَ اُكْرِمَكَ تو میری زیارت کر تا کہ میں تیرا اکرام کروں، کہ اصل عبارت وَ اِنْ اُكْرِمَكَ ، فَ اِنْ اُكْرِمَكَ تھی اِنْ پوشیدہ ہے جس نے فعل کو نصب دیا ہے، اور

دوسری مثال جب کہ واو صرف اور فکیس کے جواب میں آئیں جیسے: لَا تَشْتَبِيْ وَ اٰهِنَكَ ، وَلَا تَشْتَبِيْ فَ اٰهِنَكَ تو مجھے گالی مت دے کہ میں تجھے رُسا کروں

کہ اصل عبارت وَ اِنْ اٰهِنَكَ اور فَ اِنْ اٰهِنَكَ تھی اِنْ مصدر یہ پوشیدہ ہے جس نے فعل کو نصب دیا ہے تیسری مثال جب کہ یہ دونوں نفی کے بعد آئیں جیسے: مَا تَأْتِنَا وَ تَحَلِّتْنَا ، مَا تَأْتِنَا فَ تَحَلِّتْنَا تو ہمارے پاس نہیں آتا ہے تاکہ تو ہمارے ساتھ گفتگو

کرے، اصل عبارت اس طرح تھی وَ اِنْ تَحَلِّتْنَا فَ اِنْ تَحَلِّتْنَا ، یہاں اِنْ مقدر ہے اس نے فعل کو نصب دیا ہے، چوتھی مثال جب کہ واو اور فا استفہام کے جواب میں

آئیں جیسے: اِنَّ بَيْتَكَ وَ اَزْوَرَكَ اِنَّ بَيْتَكَ فَ اَزْوَرَكَ آپ کا گھر کہاں ہے تاکہ میں آپ کی زیارت کروں کہ اصل عبارت وَ اِنْ اَزْوَرَكَ اور فَ اِنْ اَزْوَرَكَ تھی،

پانچویں مثال جب کہ واو اور فکیس کے جواب میں واقع ہوں جیسے: لَيْتَ لِيْ مَالًا وَ اَنْفِقَ مِنْهُ ، لَيْتَ لِيْ مَالًا فَ اَنْفِقَ مِنْهُ کاش میرے پاس مال ہوتا کہ میں اس

میں سے خرچ کرتا، اصل عبارت وَ اِنْ اَنْفِقَ مِنْهُ اور فَ اِنْ اَنْفِقَ مِنْهُ تھی چھٹی مثال جب کہ واو اور فاعرض کے بعد آئیں جیسے: اَلَا تَجْلِسُ مَعَنَا وَ نُصِيبُ



إِنْ تَأْتِيَنَّ فَأنت مُكْرَمٌ وَإِنْ رَأَيْتَ زَيْدًا فَأَكْرَمُهُ وَإِنْ أَتَاكَ عَمْرٌو فَلَا تُهِنُّهُ وَ  
إِنْ أَكْرَمْتَنِي فَجَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا -

ترجمہ دوسری قسم: وہ حروف جو فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں وہ پانچ ہیں لَمْ ،  
لَمَّا ، لام امر، لائے نہی اور اِنْ شرطیہ جیسے: لَمْ يَنْصُرْ (اس نے مدد نہیں کی) لَمَّا  
يَنْصُرْ (اس نے اب تک مدد نہیں کی) وَ لَيَنْصُرْ (چاہے کہ مدد کرے وہ ایک مرد)  
وَلَا تَنْصُرْ (تو مدد نہ کر) وَ اِنْ تَنْصُرْ أَنْصُرْ (اگر تو مدد کرے گا تو میں بھی مدد کروں  
گا) یاد رہے کہ اِنْ دو جملوں پر آتا ہے جیسے: اِنْ تَضْرِبْ أَضْرِبْ (اگر تو مارے گا  
میں بھی ماروں گا) پہلے جملے کو شرط اور دوسرے کو جزا کہتے ہیں، اِنْ مستقبل کے لیے  
آتا ہے اگرچہ ماضی پر داخل ہو جیسے: اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ (اگر تو پٹائی کرے گا تو  
میں بھی پٹائی کروں گا) اس جگہ جزم پوشیدہ رہے گا، کیوں کہ فعل ماضی معرب نہیں  
ہے، واضح رہے کہ جب شرط کی جزا جملہ اسمیہ ہو یا امر، نہی یا دعا ہو تو فا کا جزا میں  
لانا ضروری ہوتا ہے جیسا کہ آپ کہیں گے: اِنْ تَأْتِيَنَّ فَأنت مُكْرَمٌ (اگر تو میرے  
پاس آئے گا تو تیرا اکرام کیا جائے گا) وَ اِنْ رَأَيْتَ زَيْدًا فَأَكْرَمُهُ (اگر تو زید کو  
دیکھے تو تو اس کا اکرام کر) وَ اِنْ أَتَاكَ عَمْرٌو فَلَا تُهِنُّهُ (اگر تیرے پاس عمرو آئے تو  
تو اس کو رسوا مت کر) وَ اِنْ أَكْرَمْتَنِي فَجَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا - (اگر تو میرا اکرام  
کرے گا تو اللہ آپ کو جزائے خیر دے گا)

سوال (۱): وہ حروف جو فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں، کتنے اور کیا کیا ہیں تمام کو  
مثال مع ترجمہ مثال بیان کریں، نیز لَمْ اور لَمَّا کا فرق بھی واضح کریں؟

جواب (۱): وہ حروف جو فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں پانچ ہیں لَمْ ، لَمَّا ، لام امر،  
لائے نہی، اِنْ شرطیہ، لَمْ کی مثال جیسے: لَمْ يَنْصُرْ اس نے مدد نہیں کی، لَمَّا کی مثال

لَمَّا يَنْصُرُ اس نے اب تک مد نہیں کی، پس لَم اور لَمَّا نے لفظاً تو یہ عمل کیا کہ فعل مضارع کو جزم دیا اور معنی یہ عمل کیا کہ فعل مضارع کو ماضی متغی کے معنی میں کر دیا، لام امر کی مثال جیسے: يَنْصُرُ (چاہیے کہ وہ ایک مرد مد کرے)، لائے نمی کی مثال جیسے: لَا تَنْصُرُ (مت مد کر تو ایک مرد) اِنْ شَرْطِيَهْ كِي مِثَال جِيَسِي: اِنْ تَنْصُرُ اَنْصُرُ (اگر تو مد کرے گا تو میں بھی مد کروں گا) یہ تمام حروف فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں اس لیے ان حروف کو جازمہ کہا جاتا ہے۔

لَم اور لَمَّا کے درمیان فرق یہ ہے کہ لَم مطلق نفی کے لیے آتا ہے جب کہ لَمَّا وقت تکلم تک کی نفی کرتا ہے دوسرا فرق لَم وقتی نفی کرتا ہے اور لَمَّا ماضی مستغرق کے لیے آتا ہے یعنی وہ شروع وقت انتقال سے لے کر وقت تکلم تک کے پورے زمانہ ماضی کو گھیر لیتا ہے، تیسرے یہ کہ لَم کے بعد فعل مضارع کا حذف کرنا جائز نہیں اور لَمَّا کے بعد حذف جائز ہے جیسے: نَدِمَ زَيْدٌ وَ لَمَّا كَهَانِجٌ هِيَ كِيوں كِه دراصل عبارت یوں تھی نَدِمَ زَيْدٌ وَ لَمَّا يَنْفَعُهُ النَّدَمُ زَيْدٌ شَرْمَنْدَه هُوَا مگر شرمندگی نے اس کو اب تک نفع نہیں دیا۔ اس کے برخلاف نَدِمَ زَيْدٌ وَ لَمَّ نَهِيں كِه سكتے۔

سوال (۲): شرط کے معنی بتانے کے بعد واضح کریں کہ اِنْ شرطیہ کتنے جملوں پر داخل ہوتا ہے اور کیا عمل کرتا ہے جملہ اول اور جملہ ثانیہ کو کیا کہتے ہیں پھر یہ بھی مسئلہ حل کریں کہ ان ضربت ضربت میں جزم کیوں نہیں آیا ہے حالانکہ اِنْ فعل کو جزم دیتا ہے؟

جواب (۲): شرط کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسری چیز پر معلق کر دینا جیسے کہ اردو میں کہتے ہیں کہ اگر تو مجھے پیسے دے گا تو میں تجھے انار دوں گا، چنانچہ اس جملہ میں انار دینے کو پیسے دینے پر معلق کر دیا گیا ہے، اسی لیے حرف شرط (اِنْ) کے لیے دو جملے ہوتے ہیں جن پر وہ داخل ہوتا ہے اور وہ ان دونوں کو جزم دیتا ہے پہلے کو شرط اور

دوسرے کو جزا کہتے ہیں۔

رہا سوال کہ اِنْ صَرَفْتَ صَرَفْتُ میں جزم کیوں نہیں آیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اِنْ شرطیہ فعل ماضی پر داخل ہے اور فعل ماضی یعنی برفتحہ ہوتا ہے اس لیے اس کا دعویٰ اعراب باقی ہے البتہ جزم تقدیری (پوشیدہ) ہے اور اگر جملہ شرطیہ میں شرط فعل ماضی اور جزا فعل مضارع ہو تو مضارع کو جزم دینا ضروری نہیں۔

اِنْ شرطیہ مستقبل کے لیے ہے اس وجہ سے فعل مضارع کو زمانہ مستقبل کے ساتھ خاص کر دیتا ہے لہذا اگر فعل ماضی پر داخل ہو جب بھی اس کو مستقبل کے معنی میں خاص کر دے گا لیکن اس وقت افعال نہیں کرے گا یعنی جزم نہیں دے گا اس لیے کہ ماضی یعنی ہے سوال (۳): جزا میں فا کالانا کب ضروری ہے اور کیوں مع مثال بیان کریں؟

جواب (۳): شرط کی جزا پر فا کالانا اس وقت ضروری ہے جب کہ جزا جملہ اسمیہ ہو یا امر ہو یا نہی ہو یا پھر دعائیہ جملہ ہو اور اس وقت فا اس وجہ سے داخل ہوتا ہے کہ جزا کے جملہ اسمیہ، امر، نہی، یا جملہ دعائیہ ہونے کی صورت میں اِنْ شرطیہ کے استقبالی معنی میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے لہذا اس کمزوری کو دور کرنے کے لیے جزا پر فا داخل کرتے ہیں جیسے: اِنْ تَانِي فَانْتَ مُكْرَمٌ اِگر تو میرے پاس آئے گا تو تیرا اکرام کیا جائے گا، یہاں شرط جملہ فعلیہ اور اس کی جزا جملہ اسمیہ ہے اس لیے جزا پر فا کو داخل کیا گیا ہے اِنْ رَأَيْتَ زَيْدًا فَاسْكُرْهُ اِگر تو زید کو دیکھے تو اس کا اکرام کر، اس جملہ میں شرط کی جزا امر ہے اس لیے جزا پر فا آیا ہے، اِنْ اَتَاكَ عَمْرٌو فَلَا تُهِنُّهُ اِگر تیرے پاس عمرو آئے تو اسے رسوا مت کر، یہاں جزا نہی ہے اس لیے جزا میں فا کو لایا گیا اِنْ اَشْكُرْتَنِي فَجَزَاكَ اللهُ خَيْرًا اِگر تو میرا اکرام کرے گا تو اللہ تجھے جزا دے گا، یہاں شرط کی جزا جملہ دعائیہ ہے اس لیے جزا پر فا کو لایا گیا ہے۔



## باب دوم در عمل افعال

دوسرا باب افعال عاملہ کا بیان

ہدائتکہ ہج فعل غیر عامل نیست و افعال در اعمال بر دو گونه است قسم اول معروف ہدائتکہ فعل معروف خواہ لازم باشد یا متعدی فاعل را بر رفع کند چون قَامَ زَيْدٌ و ضَرَبَ عَمْرُوٌ و شَمَّ اسْمَ رَجُلٍ کند، اول مفعول مطلق را چون قَامَ زَيْدٌ قِيَامًا و ضَرَبَ زَيْدٌ ضَرْبًا، دوم مفعول فیہ را چون ضَمْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ و جَلَسْتُ فَوْقَكَ، سوم مفعول معہ را چون جَاءَ الْبُرْدُ و الْجُبَّاتِ اِئْتَى مَعَ الْجُبَّاتِ، چہارم مفعول لہ را چون قُمْتُ اِكْرَامًا لَزَيْدٍ و ضَرَبْتُهُ تَادِيًا، پنجم حال را چون جَاءَ زَيْدٌ رَاجِبًا، ششم تمیز را وقتیکہ در نسبت فعل بفاعل ایہاے باشد چون طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا، اما فعل متعدی مفعول بہ را نصب کند چون ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا، و اس عمل فعل لازم را بناشد۔

ترجمہ | جانتا چاہیے کہ کوئی بھی فعل غیر عامل نہیں ہے، عمل دینے میں فعل دو قسم پر ہیں پہلی قسم فعل معروف واضح رہے کہ فعل معروف خواہ لازم ہو یا متعدی فاعل کو رفع دیتا ہے جیسے: قَامَ زَيْدٌ و ضَرَبَ عَمْرُوٌ نیز چہ اسموں کو نصب دیتا ہے۔

- (۱) مفعول مطلق جیسے: قَامَ زَيْدٌ قِيَامًا (زید کھڑا ہوا کھڑا ہوتا) و ضَرَبَ زَيْدٌ ضَرْبًا (زید نے مارا مارتا) (۲) مفعول فیہ کو جیسے: ضَمْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (میں نے جمعہ کے دن روزہ رکھا) و جَلَسْتُ فَوْقَكَ (میں تیرے اوپر بیٹھا)
- (۳) مفعول معہ کو جیسے: جَاءَ الْبُرْدُ و الْجُبَّاتِ اِئْتَى مَعَ الْجُبَّاتِ (سرودی جیوں کے ساتھ آئی) (۴) مفعول لہ کو جیسے: قُمْتُ اِكْرَامًا لَزَيْدٍ (میں زید کے اکرام و اعزاز کی خاطر کھڑا ہوا) و ضَرَبْتُهُ تَادِيًا (میں نے اس کو ادب سکھانے کے لیے

مارا) (۵) حال کو جیسے: حَاجَةٌ زَيْدٌ زَائِكِبًا (زید سوار ہو کر آیا) (۶) تمیز کو جب کہ فاعل کے ساتھ فعل کی نسبت میں پوشیدگی ہو جیسے: طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا (زید اچھا ہے نفس کے اعتبار سے) رہا فعل متعدی تو وہ مفعول بہ کو (بھی) نصب دیتا ہے جیسے: ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا (زید نے عمرو کو مارا) یہ عمل فعل لازم نہیں کرتا ہے۔

سوال (۱): مصنف نے ”ہج فعل غیر عامل نیست“ کی عبارت کیوں نقل کی اس کی وضاحت فرمائیں اور ساتھ ہی فعل معروف، فعل مجہول اور لازم و متعدی کی تعریف بھی کرتے چلیں؟

جواب (۱): مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عبارت اس لیے نقل کی ہے کہ تمام ہی افعال عمل کرتے ہیں کوئی بھی فعل غیر عامل نہیں ہے؟ خواہ متصرف ہو جیسے: ضرب، سمع وغیرہ یا غیر متصرف جیسے: عَسَىٰ وَ كَادَ اور خواہ تام ہو جیسے: فَتَحَ كَرَمٌ وغیرہ یا ناقص ہو جیسے: كَانَ، صَارَ وغیرہ، اور یہ خصوصیت صرف فعل کے ساتھ ہے ورنہ تو اسماؤں کچھ عامل ہیں اور کچھ غیر عامل اسی طرح حرف بھی کچھ عامل ہیں اور کچھ غیر عامل، لیکن افعال تمام کے تمام عامل ہیں۔

فعل معروف: وہ فعل ہے جس کی نسبت فاعل کی طرف ہو اور فعل مجہول وہ فعل ہے جس کی نسبت فاعل کے بجائے مفعول بہ کی طرف ہو، اور فعل لازم وہ فعل ہے جو فاعل کے ملنے سے پوری بات ظاہر کر دے اور اس کو مفعول بہ کی ضرورت نہ پڑے، اور فعل متعدی وہ فعل ہے جسے فاعل کے ساتھ مفعول بہ کی بھی ضرورت ہو۔

سوال (۲): فعل کی عمل کرنے کے اعتبار سے کتنی قسمیں ہیں نیز فعل لازم اور متعدی کے معمولات مرفوعہ اور معمولات منصوبہ کو مع امثلہ بیان فرمائیں نیز ہر مثال میں معمولات کی نشاندہی بھی کرتے چلیں اور یہ بھی بتائیں کہ منصوبہ کون ہے اور کیوں؟

جواب (۲): تمام افعال کی عمل کرنے کے اعتبار سے اولاد و قسمیں ہیں معروف اور مجہول، پھر جاننا چاہیے کہ فعل معروف خواہ لازم ہو یا متعدی اپنے فاعل کو رفع دیتا ہے جیسے: فعل لازم کی مثال: قَامَ زَيْدٌ زَيْدٌ كَثُرًا هُوَ اِقَامَ فِعْلٌ لَازِمٌ ہے اس نے اپنے بعد فاعل کو رفع دیا ہے، متعدی کی مثال جیسے: ضَرَبَ عَمْرُوٌ عَمْرُوًهُ مَارًا، ضرب فعل متعدی ہے اس لیے اس نے اپنے بعد اسم کو فاعل ہونے کی وجہ سے رفع دیا ہے۔

فعل معروف اگر لازم ہو تو چھ اسموں کو نصب دیتا ہے اور وہ یہ ہیں (۱) مفعول مطلق (۲) مفعول فیہ (۳) مفعول معہ (۴) مفعول لہ (۵) حال (۶) تیز اور اگر فعل معروف متعدی ہو تو سات اسموں کو نصب دیتا ہے چھ تو مذکورہ بالا ہی ہیں اور سات تو اس مفعول پہ ہے۔

پس فعل معروف میں فعل لازم اور فعل متعدی کا معمول مرفوع تو صرف ایک ہے اور وہ فاعل ہے اور معمول منصوب فعل لازم کے چھ اور فعل متعدی کے سات اسم ہیں، معمول مرفوع کی مثال گذر چکی اور معمولات منصوبہ کی مثالیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) مفعول مطلق: فعل لازم کی مثال جیسے: قَامَ زَيْدٌ قِيَامًا زَيْدٌ كَثُرًا هُوَ اِقَامَ، پس قِيَامًا معمول ہے اور منصوب ہے مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے اس کو فعل معروف لازم نے نصب دیا ہے، فعل متعدی کی مثال: جیسے: ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرُوًا ضَرْبًا زَيْدٌ نے عمرو کو مارا مارنا یہاں ضَرْبًا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کو فعل معروف متعدی نے نصب دیا ہے، (۲) مفعول فیہ اور اس کی دو قسمیں ہیں اول ظرف زمان دوم ظرف مکان پس مفعول فیہ ظرف زمان میں فعل لازم کی مثال جیسے: ضَمِنْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ میں نے جمعہ کے دن روزہ رکھا اور متعدی کی مثال جیسے: ضَرَبْتُ زَيْدًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ میں نے زید کو جمعہ کے دن مارا دونوں مثالوں میں

مَعْمُولٌ مَعْمُولٌ ہے منصوب ہے مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے پہلی مثال میں اس کو فعل لازم نے اور دوسری مثال میں اس کو فعل متعدی نے نصب دیا ہے۔

مفعول فیہ طرف مکان میں فعل لازم کی مثال جیسے: جَلَسْتُ فَوْقَ الْمِنْبَرِ میں منبر کے اوپر بیٹھا اور متعدی کی مثال جیسے: ضَرَبْتُ زَيْنًا فَوْقَ الْمَشْفَى میں نے زید کو چھت کے اوپر مارا، دونوں مثالوں میں فَوْقَ معمول ہے اور منصوب ہے مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے پہلی مثال میں فعل لازم نے اور دوسری مثال میں فعل متعدی نے اس کو نصب دیا ہے۔

(۳) سَوِّمَ مَفْعُولٌ مَعْدٌ فعل لازم کی مثال جیسے: حَجَّ الْبُرْدُ وَالْحَبَابُ سَرْدِي آكِي جَبُونِ کے ساتھ الْحَبَابُ معمول ہے اور مَفْعُولٌ مَعْدٌ ہے حَجَّ فعل لازم نے اس کو نصب دیا ہے اور متعدی کی مثال جیسے: سَوِّمْتُ الْمَاءَ وَالْحَشْبَةَ میں نے پانی کو لکڑی کے ساتھ برابر کر دیا، اس میں الْحَشْبَةُ معمول ہے اور منصوب ہے مفعول مَعْدٌ ہونے کی وجہ سے فعل متعدی نے اس کو نصب دیا ہے، (۴) مَفْعُولٌ لَ فعل لازم کی مثال جیسے: فُنْتُ اِكْرَامًا لَزِيدٍ میں نے اِكْرَامًا معمول ہے اور منصوب ہے مفعول لَ ہونے کی وجہ سے اس کو نصب دیا ہے، متعدی کی مثال جیسے: ضَرَبْتُهُ نَادِيًا میں نے اس کو ادب سکھانے کے لیے مارا اس میں نَادِيًا معمول ہے اور منصوب ہے فعل متعدی نے مفعول لَ ہونے کی وجہ سے اس کو نصب دیا ہے، (۵) حَالٌ فعل لازم کی مثال جیسے: حَجَّ زَيْدٌ رَاكِبًا زَيْدٌ آيَا اس حال میں کہ وہ سوار ہے، اس مثال میں رَاكِبًا معمول ہے اور منصوب ہے فعل لازم نے حال ہونے کی وجہ سے اس کو نصب دیا ہے، فعل متعدی کی مثال جیسے: ضَرَبْتُ زَيْنًا رَاكِبًا میں نے زید کو سوار ہونے کی حالت میں مارا، اس میں رَاكِبًا معمول ہے

اور منصوب ہے فعل متعدی نے اس کو حال ہونے کی وجہ سے منصوب کیا ہے (۶)  
 تمیز فعل لازم کی مثال جیسے: طَلَّتْ زَيْنَةُ نَفْسًا اس میں نَفْسًا معمول منصوب ہے اور  
 فعل لازم نے تمیز ہونے کی بنا پر اس کو منصوب کیا ہے، متعدی کی مثال جیسے: أَعْطَيْتُهُ  
 أَخَذَ عَشْرَ دِرْهَمًا میں نے اس کو گیارہ درہم دیے، پس درہم معمول ہے اور  
 منصوب ہے فعل متعدی نے تمیز ہونے کی بنا پر اس کو نصب دیا ہے پس فعل لازم کے  
 معمولات منصوبہ تو یہی ہیں جو کہ بیان ہوئے اور فعل متعدی کا ساتھ ساتھ معمول  
 منصوب مفعول بہ ہے جیسے: ضَرَبْتُ زَيْنًا عَمْرًا، اس میں عمرو معمول ہے اور  
 منصوب ہے فعل متعدی نے مفعول بہ ہونے کی وجہ سے اس کو نصب دیا ہے، اور  
 مفعول بہ میں صرف فعل معروف متعدی عمل کرتا ہے فعل معروف لازم نہیں کرتا۔

سوال (۳) تمیز کی تعریف بیان کریں اور بتائیں کہ الْجُبَابِ مَفْعُولٌ مَعَهُ ہونے  
 کے باوجود مکسور کیوں ہے؟

جواب (۳): اگر تمیز کا عامل فعل معروف ہو تو تمیز کی تعریف یہ ہوگی کہ تمیز وہ اسم ہے  
 جو فعل کی فاعل کے ساتھ نسبت کرنے میں پائی جانے والی پوشیدگی کو دور کرنے کے  
 لیے لائی جائے، اور اگر تمیز کا عامل فعل مجہول ہو تو یہ تعریف ہوگی کہ تمیز وہ اسم ہے جو  
 فعل کی مفعول بہ کی طرف نسبت کرنے میں پائی جانے والی پوشیدگی کو دور کرنے  
 کے لیے لائی جائے۔

الْجُبَابِ مَكْسُورٌ اس وجہ سے ہے کہ یہ جمع مؤنث سالم ہے اور جمع مؤنث  
 سالم کا اعراب حالت نصی اور جری میں کسرہ کے ساتھ آتا ہے اور چونکہ یہاں  
 الْجُبَابِ جمع مؤنث سالم ہے اور مفعول مَعَهُ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اس  
 لیے کسرہ آیا ہے۔

**فصل** ہذا تکہ فاعل اسمیت کہ پیش ازوے فعلے باشد منند ہذاں اسم بر طریق قیام فعل ہذاں اسم چون زید در ضربت زید و مفعول مطلق مصدریت کہ واقع شود بعد از فعلے و آن مصدر بمعنی آن فعل باشد چون ضرباً در ضربت ضرباً و قیاماً در قمت قیاماً ، و مفعول فیہ اسمیت کہ فعل مذکور در واقع شود و اورا ظرف گویند و ظرف بر دو گونہ است ظرف زمان چون یوم در صمت یوم الجمعۃ و ظرف مکان چون عند در جلست عندک ۔

**ترجمہ** واضح ہو کہ فاعل وہ اسم ہے کہ اس سے پہلے کوئی فعل ہو اور اس فعل کی نسبت اس اسم کی طرف کی گئی ہو اس طور پر کہ وہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہونہ کہ اس پر واقع ہو جیسے: زید ضربت زید میں (زید نے مارا)، مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو کسی فعل کے بعد واقع ہو اور اس فعل کے معنی میں ہو جیسے: ضرباً ضربت ضرباً میں (میں نے مارا مارنا) اور قیاماً ، صمت قیاماً میں (میں کھڑا ہوا کھڑا ہونا) مفعول فیہ وہ اسم ہے کہ جس میں فعل مذکور واقع ہو اس کو ظرف بھی کہتے ہیں اور ظرف کی دو قسمیں ہیں (۱) ظرف زمان جیسے: یوم ، صمت یوم الجمعۃ میں (میں نے جمعہ کے دن روزہ رکھا) (۲) ظرف مکان جیسے: عند ، جلست عندک میں (میں تیرے پاس بیٹھا)۔

سوال (۱): فاعل کی تعریف اس کی مثال اور اس کی تینوں شرطیں بیان کریں؟  
جواب (۱) فاعل وہ اسم ہے جس سے پہلے کوئی فعل ہو اور اس فعل کی نسبت اس اسم کی طرف کی گئی ہو اس طور پر کہ وہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہونہ کہ اس پر واقع ہو جیسے: ضربت زید میں زید فاعل ہے، پس فاعل کے لیے تین شرطیں ہوتی ہیں (۱) اس سے پہلے کوئی فعل ہو (۲) اس فعل کی نسبت اس اسم کی طرف کی گئی ہو (۳) اور

اس فعل کا قیام اس اسم کے ساتھ ہو، جیسے: ضَرَبَ زَيْدٌ میں زید فاعل ہے اس سے پہلے فعل ہے اور اس فعل کی نسبت زید کی طرف ہے اور فعل ضَرَبَ زَيْدٌ کے ساتھ قائم ہے اس لیے کہ جب تک زید نہیں مارے گا ضرب کا وجود ہی نہیں ہوگا، اس تعریف سے مفعول بہ نکل گیا کیونکہ فعل مفعول بہ کے ساتھ قائم نہیں ہوتا بلکہ اس کے اوپر واقع ہوتا ہے جیسے: ضَرَبْتُ زَيْدًا میں نے زید کو مارا، پس فعل ضرب زید کے اوپر واقع ہوئی ہے۔

چنانچہ انہی شرائط کی وجہ سے اگر فاعل فعل سے پہلے آجائے تو اس کو فاعل نہیں کہتے بلکہ اس وقت اس کو مبتدا اور فعل کو خبر کہتے ہیں، جیسے: زَيْدٌ ضَرَبَ۔  
سوال (۲): مفعول مطلق کی تعریف اور اس کی مثال ساتھ میں اس کی تین شرطیں، تین طریقے اور تین معانی بیان کریں؟

جواب (۲): مفعول مطلق ایسا مصدر ہے جس سے پہلے کوئی فعل واقع ہو اور یہ مصدر اس فعل کے معنی میں ہو جیسے: ضَرَبْتُ ضَرَبًا میں نے مارا مارنا، وَقُمْتُ قِيَامًا میں کھڑا ہوا کھڑا ہونا، اس کے تین طریقے ہیں کبھی تو یہ اپنے سے پہلے والے فعل ہی کے مادہ سے ہوتا ہے اور معنی میں بھی برابر ہوتا ہے جیسے: ضَرَبْتُ ضَرَبًا، (۲) کبھی یہ اپنے سے پہلے فعل کے معنی میں تو برابر ہوتا ہے مگر مادہ میں اس سے مختلف ہو جاتا ہے جیسے: قَعَدْتُ جُلُوسًا میں بیٹھا بیٹھنا (۳) کبھی دونوں کا مادہ ایک ہوتا ہے اور معنی بھی ایک ہوتے ہیں مگر باب بدل جاتا ہے جیسے: أَنْبَتَ اللَّهُ نَبَاتًا، اللہ نے اگایا اگانا اس میں پہلا فعل باب افعال سے ہے اور مفعول مطلق باب نَصَرَ سے ہے۔

مفعول مطلق تین معانی کے لیے آتا ہے (۱) تاکید کے لیے جیسے: قُمْتُ

قیاماً میں کھڑا ہوا کھڑا ہونا (۲) نوعیت بتلانے کے لیے آتا ہے جیسے: جَلَسْتُ

جلسۃ المقاری میں بیضا قاری کے بیٹھنے کی طرح (۳) کبھی عدد بتانے کے لیے آتا ہے جیسے: جَلَسْتُ جَلَسْتُ میں بیضا ایک مرتبہ بیٹھنا۔

مفعول مطلق کی تین شرطیں ہیں (۱) وہ اسم مصدر ہو (۲) کسی فعل کے بعد واقع ہو (۳) اپنے سے پہلے فعل کے معنی میں ہو اور مفعول مطلق کو مطلق اس لیے کہتے ہیں کہ وہ با، فی، لام، مع وغیرہ حرفوں کے ساتھ مقید نہیں ہوتا جیسا کہ دیگر مغایل کسی نہ کسی حرف کے ساتھ مقید ہیں۔

سوال (۳): مفعول فیہ کی تعریف، اس کے دونوں نام، دونوں قسمیں مع ان کی مثالوں کے بیان کریں؟

جواب (۳): مفعول فیہ وہ اسم ہے جس سے پہلے کوئی فعل مذکور ہو اور اس فعل کا وقوع اس اسم میں ہو اس کے دو نام ہیں (۱) مفعول فیہ (۲) اسم ظرف پھر اس کی دو قسمیں ہیں (۱) ظرف زمان (۲) ظرف مکان پھر ظرف زمان وہ اسم ہے جو فعل کے واقع ہونے کے وقت کو بتائے جیسے: جَلَسْتُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ میں نے جمعہ کے دن روزہ رکھا، کہ اس میں یَوْمَ الْجُمُعَةِ مفعول فیہ ظرف زمان ہے کہ جس میں صوم کا وقوع ہوا ہے (۲) ظرف مکان جو فعل کے واقع ہونے کی جگہ کو بتائے جیسے: جَلَسْتُ عِنْدَكَ میں تیرے پاس بیٹھا، مثال میں عدد مفعول فیہ ظرف مکان ہے کہ جس میں فعل جلوس واقع ہوا ہے۔

ومفعول مع اسمیست کہ مذکور باشد بعد از واو بمعنی مع چوں و العجبات و

حجۃ الفیئذ و العجبات و مفعول لہ اسمیست کہ دلالت کند بر چیزے کہ سبب فعل مذکور باشد چوں انکر لماً و دقنت انکر لماً لیزید و حال اسمیست نکرہ کہ دلالت کند بر ہیات قائل چوں زاکباً و حجۃ زید زاکباً یا بر ہیات مفعول چوں مشلوداً و ضرثت زیداً مشلوداً یا بر ہیات ہر دو چوں زاکبین و رقیبت زیداً زاکبین۔



**ترجمہ:** مفعول معودہ اسم ہے جو واو بمعنی مع کے بعد ذکر ہو جیسے: وَالْحَبَابَاتُ جَاءَ الْبَرْدُ وَالْحَبَابَاتُ اِی مَعَ الْحَبَابَاتِ مِثْلَ (سردی جیوں کے ساتھ آئی) مفعول معودہ اسم ہے جو ایسی چیز پر دلالت کرے جو مذکورہ فعل کا سبب ہو جیسے: اِكْرَامًا ، فَمَنْتُ اِكْرَامًا لَزَيْدٍ مِثْلَ (میں زید کے اعزاز کی خاطر کھڑا ہوا) حال وہ اسم مکروہ ہے جو فاعل کی کیفیت پر دلالت کرے جیسے: زَاكِبًا جَاءَ زَيْدٌ زَاكِبًا مِثْلَ (زید سوار ہونے کی حالت میں آیا) یا دلالت کرے مفعول کی کیفیت پر جیسے: مَشْهُودًا ، ضَرْبٌ زَيْدًا مَشْهُودًا مِثْلَ (میں نے زید کو باندھ کر مارا) یا فاعل اور مفعول دونوں کی حالت و کیفیت پر جیسے: زَاكِبِيْنِ ، لَقَبْتُ زَيْدًا زَاكِبِيْنِ مِثْلَ (میں نے زید سے ملاقات کی اس حال میں کہ ہم دونوں سوار تھے)

سوال (۱): مفعول معودہ اور مفعول مع کی تعریف اور ان کی مثالیں نیز دونوں کی دو دو صورتیں بیان کریں؟

جواب (۱): مفعول معودہ اسم ہے جو کہ واو بمعنی مع کے بعد ذکر کیا گیا ہو معمول فعل کا مصاحب ہونے کی وجہ سے جیسے: جَاءَ الْبَرْدُ وَالْحَبَابَاتُ سَرْدِي آئِي جِيُوں كِي سَا تَه لِي عِنِّي مَعَ الْحَبَابَاتِ وَادِّ مَعَ كِي مَعْنِي مِثْلَ هِي ، نِي زَا سِي كِي دُو صُو رْتِي هِي (۱) كِهِي مَفْعُو ل مَع فَاعِل كِي مَصَابِحْت كِي لِي عَاتَا هِي جِيَسِي: جَاءَ الْبَرْدُ وَالْحَبَابَاتِ كِي مِثَال مِثْلَ مِثْلَ جَاءَ الْبَرْدُ اَوْر الْبَرْدُ فَاعِل هِي هِي سَرْدِي آئِي جِيُوں كِي سَا تَه تُو اَس مِثْلَ مَفْعُو ل مَع (الْحَبَابَاتِ) فَاعِل (الْبَرْدُ) كِي سَا تَه آيَا هِي (۲) اَوْر كِهِي مَفْعُو ل مَع مَفْعُو ل كِي مَصَابِحْت كِي لِي عَاتَا هِي جِيَسِي: كَفَاكَ وَ زَيْدًا بَرَهْمَ تَجِي زَيْد كِي سَا تَه اِي كِ دَرَهْم كَا فِي هِي عِنِّي اَس مِثْلَ زَيْدًا مَفْعُو ل مَع "ك" مِثْمِي ر مَفْعُو ل كَا مَصَابِحْت هِي۔

مفعول معودہ اسم ہے جو ایسی چیز پر دلالت کرے کہ جو مذکورہ فعل کا سبب ہو یا

بالفاظ دیگر مفعول نہ وہ اسم ہے جو اپنے سے پہلے مذکور فعل کا سبب بیان کرے جیسے:  
 قُنْتُ اِنْخِرَامًا لِّزَيْدٍ مِّنْ كَثْرَةِ اِهْوَاؤَيْهِ كَمَا كَرِهَ اَكْرَامُ كَيْ لِي، اس مثال میں اِنْخِرَامًا  
 مفعول نہ قُنْتُ فعل یعنی کڑے ہونے کا سبب بیان کر رہا ہے اس کی بھی دو  
 صورتیں ہیں (۱) کبھی تو مفعول نہ کو حاصل کرنے کے لیے فعل واقع ہوتا ہے جیسے:  
 ضَرْبَةُ تَادِيَةً مِّنْ اِسْمِ كُوْمَارِ اَدَبِ سَكْحَانِ كَيْ لِي اِسْمِ مِّنْ حَصُولِ  
 تَادِيَةٍ كَيْ لِي ضَرْبِ فِعْلٍ وَّاقِعٍ هُوَ اِسْمٌ (۲) کبھی مفعول نہ کے پہلے سے موجود ہو  
 نے کی وجہ سے فعل انجام دیا جاتا ہے جیسے: قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا مِّنْ جَنَاحِ  
 سَ مِنْ شَا بَزْدِي كَيْ وَّجْهٍ سَ لِي عِنِّي جُبْنًا مفعول نہ پہلے سے متکلم کے اندر موجود تھا اس  
 لیے بیٹھنے کا فعل واقع ہوا۔

سوال (۲) ذوالحال اور حال کے کہتے ہیں، نیز حال کی تعریف اس کی چاروں  
 صورتیں مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۲): ذوالحال جس کی حالت بیان کی جائے اور وہ اکثر معرفہ ہوتا ہے اور  
 حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے حال ایسا اسم نکرہ ہے کہ جو فاعل یا مفعول یا ایک ساتھ دونوں  
 کی حالت پر دلالت کرے اس کی چار صورتیں ہیں، (۱) کبھی حال صرف فاعل کی  
 حالت بیان کرتا ہے جیسے: جَاءَ زَيْدٌ رَاكِبًا زَيْدٌ آيَا سَوَارٍ هُوَ كَيْ حَالَتِ مِّنْ، پس  
 زَيْدٌ فَاعِلٌ اَوْرُ ذُو اَلْحَالِ هُوَ اَوْرُ رَاكِبًا حَالٌ هُوَ (۲) کبھی مفعول کی حالت بیان کرتا  
 ہے جیسے: ضَرْبْتُ زَيْدًا مَسْلُودًا مِّنْ زَيْدٍ كُوْمَارِ اَبْنَدِ هَا هُوَ اَوْرُ كَيْ حَالَتِ  
 مِّنْ، پس زَيْدًا مفعول ذوالحال ہے اور مَسْلُودًا حَالٌ هُوَ (۳) کبھی فاعل اور  
 مفعول دونوں کی حالت پر دلالت کرتا ہے جیسے: لَقِيْتُ زَيْدًا رَاكِبِيْنِ مِّنْ زَيْدٍ  
 سَ مَلَا قَاتِ كَيْ اِسْمِ حَالِ مِّنْ كَيْ هَمَّ دُوْنُو سَوَارَتِي، پس لَقِيْتُ مِّنْ ضَمِيْرٍ مَّتَكَلِّمِ فَاعِلِ

اور زیداً مفعول و ذوالحال ہیں اور راکبین دونوں کا حال ہے (۴) کبھی حال مضاف الیہ کی حالت بتاتا ہے جیسے: بَلْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا (بلکہ میں اتباع کرتا ہوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب کی، اس حال میں کہ وہ دیگر ادیان سے کئے ہوئے ہیں) پس ابراہیم مضاف الیہ ذوالحال اور حَنِيفًا حال ہے، دوسری مثال: اَتَّحِبُّ اَخَذْتُكُمْ اَنْ يَّاكُلَ لَحْمَ اَخِيهِ مَيْتًا، کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے اس حال میں کہ وہ مردہ ہو، پس اَخِيهِ مضاف الیہ ذوالحال ہے اور مَيْتًا حال ہے۔

وقائل ومفعول را ذوالحال گویند و آں غالباً معرفہ باشد و اگر نکرہ باشد حال را مقدم دارند چوں جَاءَ نِي رَاكِبًا رَجُلٌ، و حال جملہ نیز باشد چنانچہ رَايْتُ الْاَمِيرَ و هُوَ رَاكِبٌ و تمیز اسمیت کہ رفع ابہام کند از عدد چوں عِنْدِي اَخَذَ عَشْرَ دِرْهَمًا یا از وزن چوں عِنْدِي رِطْلٌ زَيْتًا یا از کیل چوں عِنْدِي قَفِيْزَانِ بُرًّا یا از مساحت چوں مَا فِي السَّمَاءِ قَلْبُرٌ رَاخَةٌ سَحَابًا۔

ترجمہ: قائل و مفعول کو ذوالحال کہتے ہیں اور یہ اکثر معرفہ ہوتا ہے اگر نکرہ ہو تو حال کو مقدم کرتے ہیں جیسے: جَاءَ نِي رَاكِبًا رَجُلٌ (میرے پاس ایک مرد سوار ہونے کی حالت میں آیا) نیز حال جملہ بھی ہوتا ہے جیسے: رَايْتُ الْاَمِيرَ و هُوَ رَاكِبٌ (میں نے حاکم کو دیکھا اس حال میں کہ وہ سوراٹھے) تمیز وہ اسم ہے جو ابہام و پوشیدگی کو ختم کرے، عدد سے جیسے: عِنْدِي اَخَذَ عَشْرَ دِرْهَمًا (میرے پاس گیارہ درہم ہیں) یا وزن سے جیسے: عِنْدِي رِطْلٌ زَيْتًا (میرے پاس ایک رطل روغن زیتون ہے) کیل سے جیسے: عِنْدِي قَفِيْزَانِ بُرًّا (میرے پاس دو قفیز گہہوں ہیں) یا مساحت سے جیسے: مَا فِي السَّمَاءِ قَلْبُرٌ رَاخَةٌ سَحَابًا (آسمان

میں ہتھیلی کے بقدر بھی بادل نہیں ہے۔

سوال (۱): حال میں کون کون عامل ہوتے ہیں مع مثال بیان کریں اور ذوالحال معرفہ کیوں ہوتا ہے اس کی وجہ بتائیں نیز حال کونسا جملہ بن سکتا ہے اور کونسا نہیں مع مثال بیان کریں؟

جواب (۱): حال میں چار چیزیں عمل کرتی ہیں (۱) فعل (۲) شبہ فعل (۳) ظرف (۴) اسم اشارہ، جس طرح فعل عمل کرتا ہے اسی طرح شبہ فعل بھی عمل کرتا ہے جیسے: زَيْدٌ ضَارِبٌ غُلَامَةً رَاكِبًا زَيْدٌ اپنے غلام کو مارنے والا ہے اس حال میں کہ وہ سوار ہے، اس مثال میں ضارب اسم فاعل شبہ فعل نے راکباً میں عمل کیا ہے اور اس کو حال بتایا ہے، اور اسی طرح کبھی حال میں ظرف بھی عمل کرتا ہے جیسے: زَيْدٌ فِي الدَّارِ قَائِمًا زَيْدٌ گھر میں موجود ہے اس حال میں کہ وہ کھڑا ہے اس مثال میں فِي الدَّارِ ظرف ہے اور ظرف میں معنی فعل ہوتے ہیں چنانچہ فِي الدَّارِ میں مَوْجُودٌ کے معنی ہیں اس نے قَائِمًا پر عمل کیا اور اس کو حال بتایا ہے، اور کبھی حال میں اسم اشارہ بھی عمل کرتا ہے، جیسے: هَذَا زَيْدٌ قَائِمًا یہ زید ہے اس حال میں کہ وہ کھڑا ہے، پس یہاں ”هَذَا“ اسم اشارہ اُشِيرُ بِأَيْتِهِ فعل کے معنی میں ہے، جس نے حال میں عمل کیا اور اس کو نصب دیا ہے۔

ذوالحال معرفہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ یہ محکوم علیہ کے حکم میں ہے یعنی اس پر حکم لگایا جاتا ہے اور محکوم علیہ میں معرفت ہوتی ہے اس لیے اس کا معرفہ ہونا ضروری ہے۔  
حال جملہ خبریہ بن سکتا ہے انشائیہ نہیں بن سکتا جیسے: رَأَيْتُ الْإِمِيرَ وَهُوَ رَاكِبٌ میں نے امیر کو دیکھا اس حال میں کہ وہ سوار ہے پس الْإِمِيرُ ذوالحال ہے اور ہو مبتدا ہے راکب خبر مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال بن رہا

ہے۔ الامیر ذوالحال کا۔

سوال (۲): اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو مقدم کیوں کرتے ہیں حالت رفعی، نصی و جری کی مثالیں دیکر تفصیل سے سمجھائیے؟

جواب (۲): ذوالحال کے نکرہ ہونے کی صورت میں حال کو مقدم اس لیے کرتے ہیں کہ اس کی حالت نصی میں ذوالحال اور حال پر موصوف و صفت کا شائبہ ہوتا ہے جیسے: رَاہِثٌ رَجُلًا رَاكِبًا، چنانچہ موصوف و صفت کی طرح یہاں رَجُلًا رَاكِبًا میں پوری مطابقت ہے لہذا اس شبہ کو دور کرنے کے لیے حال کو ذوالحال پر مقدم کر دیا اور ہو گیا رَاہِثٌ رَاكِبًا رَجُلًا اب دیکھنے والا فوراً پہچان لے گا کہ یہ موصوف صفت نہیں بلکہ ذوالحال حال ہیں اس لیے کہ موصوف صفت میں پہلے موصوف ہوتا ہے اور وہ اسم ذات ہوتا ہے جیسا کہ پہلے رَجُلًا تھا مگر اب رَجُلًا مؤخر ہو گیا جس سے موصوف و صفت کا شبہ دور ہو گیا، رہی اس کی حالت رفعی جیسے: جَاءَ نِي رَجُلٌ رَاكِبًا اور حالت جری مَرَزَتْ بِرَجُلٍ رَاكِبًا تو ان میں کوئی شبہ نہیں ہے پھر ان میں کیوں حال کو مقدم کرنا واجب ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حالتوں میں سَدًّا لِلْبَابِ کے تحت ایسا حکم ہے کیونکہ اگر حالت رفعی اور جری میں حال کو مقدم نہ کرتے تو پھر ایک عادت بن جاتی اور ہو سکتا تھا کہ آدمی اس عادت سے مجبور ہو کر اس کی حالت نصی میں بھی حال کو مقدم نہ کرتا جس کی وجہ سے مذکورہ شائبہ باقی رہتا اور الجھن پیش آتی اس لیے تینوں ہی حالتوں میں حال کو مقدم کرنا واجب کر دیا، چنانچہ اب اس طرح کہیں گے: جَاءَ نِي رَاكِبًا رَجُلٌ میرے پاس ایک آدمی سوار ہونے کی حالت میں آیا، رَاہِثٌ رَاكِبًا رَجُلًا میں نے ایک آدمی کو سوار ہونے کی حالت میں دیکھا، مَرَزَتْ رَاكِبًا بِرَجُلٍ میں ایک آدمی کے پاس سے گذرا اس حال میں کہ میں سوار تھا۔

سوال (۳) تیز کی کھل تعریف کریں اور نسبت سے ابہام کو دور کرنے کی مختلف قسموں کو بیان کریں نیز تیز کو کل کتنی چیزوں سے ابہام دور کرنے کے لیے لاتے ہیں تمام کو مع امثلہ بیان کریں، نیز ہر مثال میں تیز اور تیز کی نشاندہی بھی کرتے چلیں؟

جواب (۳): تیز وہ اسم مکرہ ہے جو کسی اسم یا کسی نسبت سے ابہام کو دور کرنے کے لیے لایا جائے نسبت سے ابہام کو دور کرنے کی کئی قسمیں ہیں (۱) جب کہ فعل کی قائل کے ساتھ نسبت کرنے میں کوئی ابہام اور پوشیدگی ہو اور وہ اس کو دور کرے جیسے: طاب زیداً نفساً زیداً اچھا ہے نفس کے اعتبار سے (۲) جب کہ شبہ فعل کی قائل کی طرف نسبت کرنے میں پوشیدگی ہو اور وہ اس کو دور کرے اور شبہ فعل کی چند قسمیں ہیں اول اسم قائل ہے جیسے: الخوض مُتَمَلِّ مَنَ حَوْضٍ بھرا ہوا ہے پانی کے اعتبار سے دوم اسم مفعول جیسے: الْأَرْضُ مُفَجَّرَةٌ عَيْنُوناً زمین پھٹی ہوئی ہے چشموں کے اعتبار سے سوم صفت مشبہ جیسے: زیدٌ حَسَنٌ وَجْهًا زیداً اچھا ہے چہرے کے اعتبار سے چہارم اسم تفضیل جیسے: زیدٌ اَفْضَلُ أَبَا زیداً افضل ہے باپ ہونے کے اعتبار سے پنجم مصدر جیسے: اَعْجَبَنِي طَيْبَةٌ أَبَا مجھ کو تعجب میں ڈال دیا اس کے اچھا ہونے نے باپ ہونے کے اعتبار سے (۳) جب کہ معنی فعل کی نسبت میں پوشیدگی ہو جیسے: حَسْبُكَ زیدٌ رجلاً تجھ کو زید کافی ہے مرد ہونے کے اعتبار سے (۴) جب کہ اضافت میں ابہام ہو جیسے: اَعْجَبَنِي طَيْبَةٌ عِلْمًا مجھ کو تعجب میں ڈالا اس کے اچھا ہونے نے علم کے اعتبار سے (۵) اور کبھی تیز صفت مشتق بھی ہوتی ہے جیسے: لِلَّهِ ذَرَّةٌ فَارِسًا اللہ ہی کے لیے ہے اس کا کمال گھوڑ سوار ہونے کے اعتبار سے اس مثال میں ایک احتمال حال کا بھی ہے کہ فارساً کو "و" سے حال بنایا جائے۔

تیز کو کل پانچ چیزوں سے ابہام دور کرنے کے لیے لاتے ہیں (۱) فعل کی

پہل کے ساتھ نسبت کرنے میں پوشیدگی ہو تو تمیز لاتے ہیں جیسے: طَابَ زَيْدٌ  
 نَفْسًا زَيْدًا اچھا ہے نفس کے اعتبار سے، اس مثال میں زَيْدٌ ممیز اور نَفْسًا تمیز ہے  
 (۲) عدد کی پوشیدگی کو دور کرنے کے لیے تمیز لاتے ہیں جیسے: عِنْدِي اَحَدٌ عَشْرٌ  
 بِرُفْسًا میرے پاس گیارہ درہم ہیں، اس میں اَحَدٌ عَشْرٌ ممیز اور درہم تمیز ہے  
 (۳) کبھی تمیز وزن سے ابہام کو دور کرنے کے لیے لائی جاتی ہے جیسے: عِنْدِي  
 رِجْلٌ مَلِيئًا میرے پاس ایک رطل زیتون کا تیل ہے اس میں رِجْلٌ ممیز اور مَلِيئًا تمیز  
 ہے (۴) تمیز کبھی کیل سے ابہام کو دور کرنے کے لیے آتی ہے جیسے: عِنْدِي  
 قَفِيْزَانٌ كَبْرًا میرے پاس دو قفیز گیہوں کے ہیں اس میں قَفِيْزَانٌ ممیز اور كَبْرًا  
 تمیز ہے وزن اور کیل میں فرق یہ ہے کہ وزن عموماً پھر سے یا آجکل ہاتھوں سے ہوتا  
 ہے اور کیل کسی خاص برتن اور ظرف سے ہوتا ہے جس کو پیمانہ کہتے ہیں مثلاً لیٹر  
 وغیرہ (۵) مسافت یعنی پیمائش سے بھی ابہام کو دور کرنے کے لیے تمیز لاتے ہیں  
 جیسے: تَمَافِي السَّمَاءِ قَلْبُرٌ رَاحِيَةٌ سَحَابًا آسمان میں ایک اہتھلی کے برابر ہادل  
 نہیں ہے، اس مثال میں قَلْبُرٌ رَاحِيَةٌ ممیز اور سَحَابًا تمیز ہے۔

و مفعول بہ اسمیست کہ فعل قائل برو واقع شود چوں ضَرْبَ زَيْدٌ عَمْرُوًا  
 بدانکہ اس ہمہ منصوبات بعد از تمامی جملہ باشند و جملہ بالفعل و قائل تمام شود بدین  
 سبب گویند الْمَنْصُوبُ فَضْلَةٌ۔

ترجمہ: مفعول بہ وہ اسم ہے جس پر قائل کا فعل واقع ہو جیسے: ضَرْبَ زَيْدٌ عَمْرُوًا  
 (زید نے عمرو کو مارا) واضح رہے کہ یہ تمام منصوبات (مفعولات) جملہ کے پورا

لے مل آدھا میر یا ۳۰ گرام کا وزن۔

یہ لفظ ایک خاص پیمانہ کا نام ہے جس میں تقریباً اٹھائیس ہیر لکھو کے آتے ہیں اور قول جس میں یہ لکھا جائے

ہونے کے بعد آتے ہیں، اور جملہ فعل اور فاعل سے پورا ہو جاتا ہے اسی وجہ سے کہتے ہیں الْمَنْضُوبُ فَضْلَةً (منصوبات زائد اور فالتو ہیں)۔

سوال (۱): مفعول بہ کی تعریف مع مثال بیان کریں؟

جواب (۱): مفعول بہ وہ اسم ہے کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہو رہا ہو جیسے: ضربت ربیذ عمرواً زید نے عمرو کو مارا اس میں عمرو مفعول بہ ہے اس لیے کہ زید فاعل کا فعل اس کے اوپر واقع ہو رہا ہے۔

سوال (۲): فاعل اور مفعول کے درمیان فرق کو واضح کریں؟

جواب (۲): فاعل اور مفعول میں فرق یہ ہے کہ فاعل کے ساتھ تو فعل کا قیام ہوتا ہے یا اس سے فعل صادر ہوتا ہے اور مفعول کے ساتھ فعل کا قیام نہیں ہوتا یا اس سے فعل کا صدور نہیں ہوتا بلکہ فعل مفعول کے اوپر واقع ہوتا ہے پھر فاعل کے ساتھ قیام فعل کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ وہ فعل اس فاعل کے ساتھ قائم ہو اور اس سے صادر بھی ہو جیسے: ضَرَبَ زَيْدٌ میں ضَرَبَ فعل زَيْدٌ فاعل کے ساتھ قائم ہے اور اس سے صادر بھی ہو رہا ہے یعنی اس سے انجام پا رہا ہے اور دوسرے یہ کہ فعل فاعل کے ساتھ قائم تو ہو مگر اس سے صادر نہ ہو جیسے: مَاتَ زَيْدٌ زید مر گیا میں مَاتَ جو فعل ہے وہ زید فاعل سے صادر نہیں ہوا بلکہ ملک الموت سے صادر ہوا ہے البتہ فعل مَاتَ زید کے ساتھ قائم ہے، دوسرا فرق یہ ہے کہ جملہ فعل اور فاعل سے پورا ہو جاتا ہے اور مفعول جملہ پورا ہونے کے بعد آتا ہے۔

سوال (۳): الْمَنْضُوبُ فَضْلَةً سے کیا اعتراض ہوتا ہے اور اس کا کیا جواب ہو سکتا ہے تفصیل سے بیان کریں؟

جواب (۳): "الْمَنْضُوبُ فَضْلَةً" یعنی تمام منصوبات زائد اور بیکار ہیں اس سے یہ



اعتراض ہوتا ہے کہ جب تمام منصوبات زائد ہیں تو مصنف نے کتاب میں ان کو بیان کیوں کیا اور اسی طرح قرآن کریم میں جو منصوبات آتے ہیں وہ بھی زائد ہوئے تو اس سے تو یہ شبہ لازم آیا کہ نعوذ باللہ قرآن میں بھی زائد اور بیکار چیزیں ہیں اس کا جواب مصنف خود دے رہے ہیں کہ اصل جملہ تو فعل یعنی مسند اور فاعل یعنی مسند الیہ سے مل کر پورا ہو جاتا ہے اور مفعول اس پر زائد ہوتا ہے اب زائد کا مطلب یہ نہیں کہ یہ بیکار اور بے معنی ہوتے ہیں بلکہ ان کے مستقل معنی ہوتے ہیں کہ جن کے بغیر پوری بات سمجھ میں بھی نہیں آتی، البتہ نحوی اعتبار سے جملہ فعل اور فاعل سے پورا ہو جاتا ہے اور یہ جملہ کے اوپر زائد ہوتے ہیں اس لیے ان کو زائد کہا کہ فی نفسہ جملہ ان کا محتاج نہیں۔

**فصل:** بدانکہ فاعل بردو قسم است مظہر چوں ضَرَبَ زید و مضمَر ہارز چوں ضَرَبْتُ و مضمَر مستتر یعنی پوشیدہ چوں زَیْدُ ضَرَبَ فاعل ضَرَبْتُ لهُ و مستتر بدانکہ چوں فاعل مَوْنُثِ حَقِیقِی ہا شد یا ضمیر مَوْنُثِ علامت تانیث و فعل لازم ہا شد چوں فَاثُ هِنْدُ و هِنْدُ فَاثُ ائِی هِیَ، و در مظہر غیر حَقِیقِی و در مظہر جمع تکسیر دو و جرد و ہا شد چوں طَلَعَ الشَّمْسُ و طَعَبَ الشَّمْسُ و قال الرجالُ و قالت الرجالُ۔

**ترجمہ** جاننا چاہیے کہ فاعل دو قسم پر ہے (۱) مظہر جیسے: ضَرَبَ زید (زید نے مارا) (۲) مضمَر (مضمَر کی دو قسمیں ہیں) ہارز جیسے: ضَرَبْتُ (میں نے مارا) مضمَر مستتر یعنی پوشیدہ جیسے: زید ضَرَبَ (زید نے مارا) ضَرَبَ کا فاعل لهُ ہے جو ضَرَبَ میں پوشیدہ ہے، واضح ہو کہ جب فاعل مَوْنُثِ حَقِیقِی ہو، یا مَوْنُثِ (حَقِیقِی یا غیر حَقِیقِی) کی ضمیر ہو تو علامت تانیث فعل میں لانا لازم ہے (فعل مَوْنُثِ لانا واجب ہے) جیسے: فَاثُ هِنْدُ و هِنْدُ فَاثُ ائِی هِیَ (ہند کھڑی ہوئی) اور اسم ظاہر مَوْنُثِ غیر حَقِیقِی اور اسم ظاہر جمع تکسیر میں دو صورتیں جائز ہیں (فعل مذکر اور فعل

مَوْنُثٌ دَوْلُوں كَالَا نَا جَا تَزْ هَے) جیسے: طَلَعَ الشَّمْسُ و طَلَعَتِ الشَّمْسُ (سورج نكلا) كَو قَالَ الرِّجَالُ وَقَالَتِ الرِّجَالُ (لوگوں نے کہا)۔

سوال (۱): فاعل کی تینوں قسمیں مثال کے ساتھ بیان کریں اور مثالوں میں فاعل کی نشاندہی بھی کریں؟

جواب (۱): فاعل کی تین قسمیں ہیں (۱) فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو یعنی لفظوں میں مذکور ہو جیسے: ضَرَبَ زَيْدٌ زَيْدٌ نے مارا، اس مثال میں زید فاعل ہے اور اسم ظاہر ہے (۲) فعل کا فاعل اسم ضمیر بارز یعنی ظاہر ہو جیسے: ضَرَبْتُ میں نے مارا اس میں (ت) ضمیر بارز فاعل ہے (۳) فعل کا فاعل اسم ضمیر مستتر یعنی پوشیدہ ہو جیسے: زَيْدٌ ضَرَبَ زَيْدٌ نے مارا اس مثال میں ضَرَبَ کے اندر ”هُوَ“ ضمیر پوشیدہ ہے جو اس کا فاعل ہے اور زید مبتدا ہے تاکہ فاعل اس لیے کہ فاعل فعل سے مقدم نہیں ہوتا۔

سوال (۲): اگر فعل کا فاعل اسم ظاہر مَوْنُثٌ حقیقی یا اسم ضمیر مَوْنُثٌ حقیقی یا مَوْنُثٌ غیر حقیقی ہو تو فعل کیسے لائیں گے مثال و ترجمہ مثال کے ساتھ بیان کریں؟

جواب (۲): (۱) اگر فعل کا فاعل اسم ظاہر مَوْنُثٌ حقیقی ہو تب بھی (۲) اور اگر فاعل مَوْنُثٌ حقیقی کی ضمیر ہو (۳) یا مَوْنُثٌ غیر حقیقی کی ضمیر ہو تب بھی ان تینوں صورتوں میں فعل کو مَوْنُثٌ لایا جائے گا، جیسے: اسم ظاہر مَوْنُثٌ حقیقی کی مثال: قَامَتْ هِنْدٌ ہند کھڑی ہوئی، اسم ضمیر مَوْنُثٌ حقیقی کی مثال جیسے: هِنْدٌ قَامَتْ ہند کھڑی ہوئی، اور اسم ضمیر مَوْنُثٌ غیر حقیقی کی مثال جیسے: الشَّمْسُ طَلَعَتْ سورج طلوع ہوا۔

جب فاعل اسم ظاہر مَوْنُثٌ حقیقی ہو تو فعل اس لیے مَوْنُثٌ آتا ہے کہ مَوْنُثٌ حقیقی تانیث کے اعتبار سے اقویٰ ہے اس لیے اس سے پہلے فعل کو مَوْنُثٌ لانا واجب ہوا اور اسم ضمیر مَوْنُثٌ حقیقی یا غیر حقیقی کے فاعل ہونے کی صورت میں فعل کو

مؤنث اس لیے لاتے ہیں کیونکہ ان ضمیروں کے مراجع مؤنث ہیں اور قاعدہ ہے کہ ضمیر ہمیشہ اپنے مرجع کے موافق آتی ہے، چوں کہ فاعل کی ضمیریں مؤنث ہیں اس لیے ان کی وجہ سے فعل بھی مؤنث ہوگا۔

سوال (۳): اگر فعل کا فاعل اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو یا اسم ظاہر جمع تکسیر ہو تو فعل کیسا لائیں گے؟

جواب (۳): چونکہ صورت اگر فعل کا فاعل اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو تو اس میں دو صورتیں جائز ہیں فعل کو مؤنث بھی لا سکتے ہیں اور مذکر بھی جیسے: *طَلَعَتِ الشَّمْسُ* اور *طَلَعَ الشَّمْسُ* پانچویں صورت اگر فعل کا فاعل اسم ظاہر جمع تکسیر ہو خواہ مذکر ہو یا مؤنث اور مؤنث میں خواہ مؤنث حقیقی ہو یا غیر حقیقی تو اس صورت میں بھی دونوں صورتیں جائز ہیں جیسے: *قَالَتِ الرَّجَالُ* اور *قَالَ الرَّجَالُ* مذکر کی مثال ہوئی اور مؤنث حقیقی کی مثال جیسے: *قَالَ نِسْوَةٌ* و *قَالَتْ نِسْوَةٌ* اور جمع مکسر مؤنث غیر حقیقی کی مثال جیسے: *طَلَعَتِ الشَّمْسُ* و *طَلَعَ الشَّمْسُ* اگرچہ سورج ایک ہے اس لیے اس کی جمع کے بارے میں اعتراض ہو سکتا ہے مگر تشبیہات میں جمع لا سکتے ہیں۔

قسم دوم مجہول بدانکہ مجہول بجائے فاعل مفعول بہ را برفع کند و باقی را نصب چوں *ضَرَبَ زَيْدٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَمَامَ الْأَمِيرِ ضَرْبًا شَدِيدًا فِي دَارِهِ تَادِيًا وَالْخَشْبَةَ* فعل مجہول را فعل مالم یسم فاعله گویند و مرفوعش را مفعول مالم یسم فاعله گویند۔

ترجمہ فعل کی دوسری قسم مجہول ہے، واضح ہو کہ فعل مجہول فاعل کے بجائے مفعول بہ کو رفع دیتا ہے اور باقی کو نصب جیسے: *بَرِحْنَا ضَرَبَ زَيْدٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَمَامَ الْأَمِيرِ ضَرْبًا شَدِيدًا فِي دَارِهِ تَادِيًا وَالْخَشْبَةَ* (زید کی پٹائی کی گئی جمعہ کے دن حاکم کے سامنے سخت پٹائی، اس کے گھر میں ادب سکھانے کے لیے تھی سے) فعل مجہول کو فعل

مالم - یسم فاعلہ (وہ فعل کہ جس کا فاعل معلوم نہ ہو) بھی کہتے ہیں اور اس کے مرفوع کو مفعول مالم - یسم فاعلہ (وہ مفعول کہ جس کا فاعل معلوم نہ ہو) کہتے ہیں۔

سوال (۱): فعل کے فاعل کی چھٹی صورت مع مثال بیان کریں نیز یہ بھی بتائیں کہ جمع تکسیر کہہ کر کس کو نکالا گیا ہے؟

جواب (۱): (۶) چھٹی قسم جب فعل کا فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو اور فعل و فاعل کے درمیان فاصلہ ہو تو اس صورت میں فعل کو مذکر و مؤنث دونوں طرح لانا صحیح ہے جیسے: خَضَرَتِ الْقَاضِيَةُ الْمَرْأَةُ يَا خَضَرَ الْقَاضِيَةَ الْمَرْأَةَ عَمْرٍو قَاضِيَةَ الْقَاضِيَةِ کے پاس حاضر ہوئی، نیز قرآن کریم میں بھی ہے: إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ جَبَّهِنَّ وَرَأَيْتَ لَهُنَّ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا لَّ رَجُلٍ مِّنْ الْمُؤْمِنِينَ۔

مصنف نے جمع تکسیر کہہ کر جمع مذکر سالم کو نکالا یا اس لیے کہ جب فعل کا فاعل جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم ہوں تو فعل ہمیشہ فاعل کے مطابق آتا ہے، مذکر کے لیے مذکر اور مؤنث کے لیے مؤنث جیسے: قَالَ الْمُسْلِمُونَ اور قَالَتِ الْمُسْلِمَاتُ۔

سوال (۲): فعل مجہول کیا عمل کرتا ہے مصنف کی بیان کردہ مثالیں مع ترجمہ پیش کریں؟

جواب (۲): فعل مجہول کا معمول مرفوع ایک ہے اور معمولات منصوبہ چھ ہیں، جس فعل مجہول مفعول بہ کو رفع دیتا ہے جیسے: ضَرَبَ زَيْدٌ زَيْدًا مَارًا كَيْفًا اور مَفَاعِلُ سِتَّةٍ (۱) مفعول مطلق (۲) مفعول فیہ (۳) مفعول معہ (۴) مفعول لہ (۵) حال (۶) تمیز کو نصب دیتا ہے جیسے: ان سب کی مثال: ضَرَبَ زَيْدٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِقَامَ الْأَمِيرِ ضَرْبًا شَدِيدًا فِي دَارِهِ نَادِيًا وَالْخَشْبَةَ ظُلْمًا مَسْلُودًا، ترجمہ: زید مارا گیا سخت مارنا جمعہ کے دن امیر کے سامنے اس کے گھر میں ادب سکھانے کے لیے لکڑی سے ظلم کے طور پر اس حال میں کہ وہ بندھا ہوا تھا، مذکر و مثال میں ضَرَبَ فعل مجہول ہے زید اس کا معمول مرفوع

یعنی نائب فاعل ہے، ضَرْباً شَدِيداً موصوف صفت سے مل کر مفعول مطلق ہے، تَوَمَّ  
لِلْجَمْعَةِ مفعول فیہ ظرف زمان ہے اَمَامَ الْاِمِيْر مفعول فیہ ظرف مکان ہے فیی ظاہرہ  
بادِ عَمْرُو سے مل کر ضَرْب سے متعلق ہے تَاذِيْنًا مفعول لہ ہے وَالْخَشْبَةَ مفعول معہ ہے  
فَلَمَّا تَمِيْز ہے اور مشدوداً حال ہے اور یہ تمام مفاعیل منصوب ہیں۔

سوال (۳) فعل مجہول کا دوسرا نام اور اس کے معمول مرفوع کے دونوں نام بیان کریں؟  
جواب (۳): فعل مجہول کا دوسرا نام ”فعل مالم - یسم فاعلہ“ ہے یعنی ایسا فعل جس کا  
فاعل بیان نہ کیا گیا ہو اور فعل مجہول کے معمول مرفوع کے دو نام ہیں (۱) نائب  
فاعل (۲) مفعول مالم - یسم فاعلہ۔

**فصل:** بدانکہ فعل متعدی بر چہار قسم است اول متعدی بیک مفعول چون

ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرُوًّا وَدَوَّمَ مَتَعَدِيًّا بِدَوِّ مَفْعُولٍ كَمَا اِقْتَصَارٌ بِرَيْكٍ مَفْعُولٍ رَوًّا بِاَشَدِّ چوں  
اَعْطَى وَآنْجُوْرٍ مَعْنَى اَوْ بِاَشَدِّ چوں: اَعْطَيْتُ زَيْدًا دِرْهَمًا، وَايَسٌ جَاءَ اَعْطَيْتُ زَيْدًا تَمِيْز  
جائز است، سوم متعدی بدو مفعول کہ اقتصار بر یک مفعول روا باشد وایس در افعال  
قلوب است۔ چوں عَلِمْتُ وَ ظَنَنْتُ وَ حَسِبْتُ وَ خَلْتُ وَ زَعَمْتُ وَ رَأَيْتُ  
وَ وَجَدْتُ چوں عَلِمْتُ زَيْدًا فَاضِلًا وَ ظَنَنْتُ زَيْدًا عَالِمًا، چہارم متعدی بہ سہ  
مفعول چوں اَعْلَمَ وَ اَرَى وَ اَتَّبَأُ وَ اَخْبَرَ وَ خَبَّرَ وَ نَبَأُ وَ حَدَّثَ چوں اَعْلَمَ اللّٰهُ  
زَيْدًا عَمْرُوًّا فَاضِلًا۔

ترجمہ | جانا چاہیے کہ فعل متعدی چار قسم پر ہے (۱) متعدی بیک مفعول جیسے: ضَرَبَ  
زَيْدٌ عَمْرُوًّا (زید نے عمر کو مارا) (۲) متعدی بدو مفعول جب کہ ایک مفعول پر اکتفا  
کرنا جائز ہو مثلاً: اَعْطَى جیسے: اَعْطَيْتُ زَيْدًا دِرْهَمًا اس جگہ اَعْطَيْتُ زَيْدًا کہنا  
بھی جائز ہے (۳) متعدی بدو مفعول جب کہ ایک مفعول پر اکتفا کرنا جائز نہ ہو اور یہ

افعال قلوب میں ہے۔ جیسے: عَلِمْتُ، ظَنَنْتُ، حَسِبْتُ، خِلْتُ، زَعَمْتُ، رَأَيْتُ اور وَجَدْتُ مثلاً عَلِمْتُ زَيْدًا فَاضِلًا (میں نے زید کو فاضل جانا) ظَنَنْتُ زَيْدًا عَلِيمًا (میں نے زید کو عالم گمان کیا) (۳) متعدی بہ مفعول جیسے: أَعْلَمَ، أَرَى، أَنْبَأَ، أَخْبَرَ، خَبَّرَ، نَبَأَ اور خَلَّتْ جیسے: أَعْلَمَ اللَّهُ زَيْدًا عَمْرًا فَاضِلًا (اللہ تعالیٰ نے زید کو عمرو کے فاضل ہونے کو بتایا)

سوال (۱): فعل متعدی کی کتنی قسمیں ہیں مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۱): فعل متعدی کی چار قسمیں ہیں (۱) ایسا فعل متعدی جو ایک مفعول کو طلب کرے جیسے: ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا، زَيْدٌ نَزَعَ عَمْرًا اس کو فعل متعدی بیک مفعول کہتے ہیں (۲) ایسا متعدی جو دو مفعولوں کو طلب کرے اور صرف ایک مفعول پر بھی اکتفا کرنا جائز ہو جیسے: اَغْطَيْتُ زَيْدًا دِرْهَمًا میں نے زید کو ایک درہم دیا اور اَغْطَيْتُ زَيْدًا کہنا بھی صحیح ہے (۳) ایسا متعدی جو دو مفعولوں کو طلب کرے اور ایک مفعول پر اکتفا جائز نہ ہو جیسے: عَلِمْتُ زَيْدًا فَاضِلًا، میں نے زید کو فاضل جانا، ظَنَنْتُ زَيْدًا عَلِيمًا میں نے زید کو عالم گمان کیا، حَسِبْتُ زَيْدًا حَافِظًا میں نے زید کو حافظ گمان کیا، خِلْتُ زَيْدًا قَارِيًا میں نے زید کو قاری خیال کیا، زَعَمْتُ زَيْدًا مُفْتِيًا میں نے زید کو مفتی جانا، رَأَيْتُ زَيْدًا سَخِيحًا میں نے زید کو سخی خیال کیا، وَجَدْتُ زَيْدًا مُتَقِيًا میں نے زید کو متقی سمجھا اور اس کو متعدی بدو مفعول کہتے ہیں (۴) ایسا متعدی جو تین مفعولوں کو طلب کرے اور تینوں کو ذکر کرنا ضروری ہو جیسے: أَعْلَمَ اللَّهُ زَيْدًا عَمْرًا فَاضِلًا اللہ نے زید کو عمرو کا فاضل ہونا بتایا۔ أَرَى اللَّهُ زَيْدًا عَمْرًا عَلِيمًا اللہ نے زید کو عمرو کا عالم ہونا بتایا، أَنْبَأَ اللَّهُ زَيْدًا عَمْرًا حَافِظًا اللہ نے زید کو عمرو کا حافظ ہونا بتایا، أَخْبَرَ اللَّهُ زَيْدًا عَمْرًا قَارِيًا اللہ

نے زید کو خبر دی کہ عمر قاری ہے، خَبَرَ اللّٰهُ عَمْرُوًّا مَتَقِيًّا اللّٰهُ نے زید کو خبر دی کہ عمر متقی ہے، نَبَا اللّٰهُ زَيْدًا عَمْرُوًّا سَخِيًّا، اللّٰهُ نے زید کو بتایا کہ عمرو سخی ہے، اور ان افعال کو متعدی بہ مفعول کہتے ہیں۔

سوال (۲): ”وآنچه در معنی او باشد“ اس عبارت سے مصنف کیا سمجھانا چاہتے ہیں، نیز بتائیں کہ فعل متعدی کی دوسری قسم اور تیسری قسم میں کیا فرق ہے اور یہ فرق کیوں ہے؟  
جواب (۲): ”وآنچه در معنی او باشد“ سے مصنف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو بھی فعل ”اعطی“ کی طرح دو مفعول چاہتا ہوگا بشرطیکہ وہ افعال قلوب میں سے نہ ہو تو اس میں بھی ایک مفعول کو حذف کرنا جائز ہے جیسے: كَسَوْتُ زَيْدًا حُبَّةً میں نے زید کو جب پہنایا، اور سَلَبْتُ زَيْدًا ثَوْبًا میں نے زید سے کپڑا چھینا۔ پس كَسَوْتُ زَيْدًا اور سَلَبْتُ زَيْدًا کہنا بھی صحیح ہے۔

فعل متعدی کی دوسری اور تیسری قسم میں یہ فرق ہے کہ دوسری قسم میں تو ایک مفعول پراکتفا کرنا جائز ہے چاہے پہلے مفعول پر ہو یا دوسرے پر اور تیسری قسم میں ایک مفعول پراکتفا جائز نہیں اور یہ فرق اس وجہ سے ہے کہ دوسری قسم میں جو دو مفعول ہیں وہ ذات کے اعتبار سے مغاير یعنی الگ الگ ہیں، لہذا ان میں سے ایک کو حذف کرنے سے دوسرے میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی اور تیسری قسم میں جو دو مفعول ہیں وہ ذات کے اعتبار سے ایک ہیں چنانچہ ان میں مبتدا و خبر کا رشتہ ہے جیسے: زَيْدًا فَاضِلٌ کہ زید اور فاضل ایک ہی ذات ہیں اور ایسا نہیں ہوتا کہ کسی ذات کے بعض اجزا کو حذف کر دیا جائے اور بعض کو بیان کر دیا جائے، اس لیے دونوں کو لانا ضروری ہوا۔

سوال (۳): افعال قلوب کتنے ہیں اور کیا کیا ہیں اور ان میں کون کس معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور پھر افعال قلوب کی وجہ تسمیہ بتانے کے بعد ان افعال کو بیان

کریں جو عنین مفعول کو چاہتے ہیں؟

جواب (۳): افعال قلوب سات ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) عَلِمْتُ (۲) ظَنَنْتُ (۳) حَسِبْتُ (۴) بَخَلْتُ (۵) زَعَمْتُ (۶) رَأَيْتُ (۷) وَجَدْتُ ، پس ان میں سے عَلِمْتُ رَأَيْتُ وَجَدْتُ یہ تینوں یقین کے معنی دیتے ہیں ، اور ظَنَنْتُ ، حَسِبْتُ ، بَخَلْتُ یہ ظن کے معنی دیتے ہیں اور رہا ”زَعَمْتُ“ تو یہ یقین اور ظن دونوں معنی کے درمیان مشترک ہے۔

افعال قلوب کو افعال قلوب اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض افعال یقین کا اور بعض افعال ظن کا معنی دیتے ہیں اور یقین اور ظن کا تعلق قلب سے ہے یعنی وہ قلب کا فعل ہے اس لیے ان کو افعال قلوب کہتے ہیں ، لیکن اگر کوئی گم شدہ چیز کے دست یاب ہو جانے پر وَجَدْتُ کا میخہ استعمال کرے اور اسی طرح کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھنے پر رَأَيْتُ کا اطلاق کرے تو اس وقت یہ افعال قلوب میں سے نہ ہونگے بلکہ اس وقت یہ افعال تام ہوں گے اور ایک ہی مفعول پر اکتفا جائز ہوگا۔

وہ افعال جو متعدی بہ مفعول ہوتے ہیں وہ یہ ہیں ، اَعْلَمَ ، اَرَى ، اُنْبَأَ ، اُخْبِرَ ، خَبِرَ ، نَبَأَ ، حَدَّثَ ۔

بدانکہ اس ہر مفعولات مفعول بہ اند و مفعول دوم در باب عَلِمْتُ و مفعول سوم در باب اَعْلَمْتُ و مفعول لہ و مفعول معہ را بجائے فاعل نحو اَنْزَلْنَا دُورًا دُورًا ہاں شاید دور باب اَعْطَيْتُ مفعول اول بمفعول مالم یسم فاعلہ لائق تر باشد از مفعول دوم۔

ترجمہ واضح ہو کہ یہ تمام مفعولات مفعول بہ ہیں اور باب عَلِمْتُ کا دوسرا مفعول ، باب اَعْلَمْتُ کا تیسرا مفعول اور مفعول لہ ، اور مفعول معہ کو فاعل کی جگہ نہیں رکھ سکتے۔ (نائب فاعل نہیں بنا سکتے) اور دوسرے مفعولوں کو بنا سکتے ہیں اَعْطَيْتُ کے



باب میں مفعول اول کو مفعول مالم۔ اسم فاعلہ بنا تا زیادہ انھیں مفعول دوم سے۔

سوال (۱): مصنفؒ یہاں سے کیا بیان فرما رہے ہیں نیز غِلْمَتْ کا دوسرا مفعول اور اِغْلَمَتْ کا تیسرا مفعول نائب فاعل کیوں نہیں بن سکتے؟

جواب (۱): مصنفؒ یہاں سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ تمام مفعولات مفعول بہ ہیں اگر فعل متعدی بیک مفعول یا متعدی بد و مفعول یا متعدی بہ مفعول کو مجہول لایا جائے تو کون کون سے مفعول نائب فاعل بن سکتے ہیں اور کون کون سے نہیں، لہذا اسی کو سمجھا رہے ہیں کہ باب غِلْمَتْ (افعال قلوب) کا دوسرا مفعول اور باب اِغْلَمَتْ (متعدی بہ مفعول) کا تیسرا مفعول نائب فاعل نہیں بن سکتے اس لیے کہ باب اِغْلَمَتْ کے دونوں مفعول ”زَيْدًا فَاضِلًا“ میں مسند الیہ اور مسند کا رشتہ ہوتا ہے اب اگر فَاضِلًا کو فعل مجہول کا نائب فاعل بنائیں تو اس صورت میں فعل مجہول مسند ہوگا اور فَاضِلًا مسند الیہ لہذا فَاضِلًا کے لیے ایک ہی وقت میں مسند بھی اور مسند الیہ بھی بننا لازم آئے گا جو کہ محال ہے۔ اور اسی طرح باب غِلْمَتْ کا تیسرا مفعول فَاضِلًا جو کہ پہلے عمرو کی طرف مسند ہے اب اگر اس کو فعل مجہول کا نائب فاعل بنائیں گے تو فعل مجہول ہو مسند اور وہ مسند الیہ بن جائے گا جس کی وجہ سے فَاضِلًا کا یہاں بھی ایک ہی وقت میں مسند بھی اور مسند الیہ بھی بننا لازم آئے گا جو کہ ناجائز ہے، اس لیے ان کو نائب فاعل بنانا جائز نہیں ہے۔

سوال (۲): مفعول لہ اور مفعول معہ کو نائب فاعل بنانا جائز کیوں نہیں ہے؟

جواب (۲): مفعول لہ کو نائب فاعل بنانا اس لیے جائز نہیں ہے کہ وہ علت اور سبب پر دلالت کرتا ہے اور مفعول لہ میں سبب پر دلالت کرنے والی چیز نصب ہے، پس اگر اس کو نائب فاعل بنائیں تو وہ مرفوع ہو جائے گا اور نصب چلا جائے گا جب کہ

سب سے پہلے تو نصب ہی سے حاصل ہو رہے تھے جب نصب ہی چلا گیا تو اب وہ  
مفعول نہ ہی نہ رہے گا اس لیے اس کو نائب فاعل نہیں بنا سکتے، البتہ اگر اس کو نائب  
فاعل بنانا ہی ہے تو اس پر لام سیویہ داخل کر دیا جائے، لہذا اب وہ نائب فاعل بھی  
بن جائے گا اور سب سے پہلے بھی باقی رہیں گے جیسے: ضَرِبَ لِلشَّادِبِ اوب  
سکھانے کے لیے مارا گیا، اور مفعول مع نائب فاعل اس لیے نہیں بن سکتا کہ وہ  
ہمیشہ واؤ بمعنی مع کے ساتھ ہوتا ہے پس اگر مفعول مع کو نائب فاعل بنائیں گے تو  
فصل مجہول اور نائب فاعل کے درمیان واؤ کی وجہ سے فاصلہ کحبیہ لازم آئے گا جو  
کہ جائز نہیں ہے اور اگر واؤ کو ہٹادیں تو پھر وہ مفعول مع ہی باقی نہ رہے گا اس لیے  
مفعول مع بھی نائب فاعل نہیں بن سکتا۔

سوال (۳): فاصلہ کی کتنی قسمیں ہیں کونسی جائز اور کونسی ناجائز ہے؟

جواب (۳): فاصلہ کی دو قسمیں ہیں (۱) فاصلہ اجنبیہ (۲) فاصلہ غیر اجنبیہ پس نحوی  
حشرات جس فاصلہ کو پسند نہیں کرتے اس کو فاصلہ اجنبیہ کہتے ہیں اور جس کو  
حشرات حماة معیوب نہیں سمجھتے اس کو فاصلہ غیر اجنبیہ کہتے ہیں، اور فاصلہ اجنبیہ نا  
جائز ہے اور غیر اجنبیہ جائز ہے۔

فصل: بدانکہ افعال ناقصہ ہفت وہ اندکان و صار وظل و بات و اصبح  
واضحی و امسی و عاذاض و غدا و راح و ما زال و ما انفک و ما برح  
و ما قتی و ما دام و لیس۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ افعال ناقصہ سترہ ہیں: (۱) کان (۲) صار (۳) ظل  
(۴) بات (۵) اصبح (۶) واضحی (۷) امسی (۸) عاذاض (۹) اض  
(۱۰) غدا (۱۱) راح (۱۲) ما زال (۱۳) ما انفک (۱۴) ما برح (۱۵) ما قتی

(۱۶) مَا دَامَ (۱۷) لَيْسَ -

سوال (۱): حال اور تمیز کو نائب فاعل بنانا صحیح ہے یا نہیں اگر جواب نفی میں ہے تو کیوں؟ نیز مفاعیل ستہ میں سے کن کن کو نائب فاعل بنانا جائز ہے مثال و ترجمہ مثال کے ساتھ بیان کریں؟

جواب (۱): حال اور تمیز کو نائب فاعل بنانا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اگر حال اور تمیز کو نائب فاعل بنائیں گے تو جو نصب کہ حال کی حالت اور تمیز کی تمیزیت پر دلالت کرتا ہے وہ باقی نہیں رہے گا بلکہ اس کی جگہ رفع آجائے گا، اور اس طرح وہ دونوں اپنی اصل حالت پر ہی باقی نہ رہیں گے اس لیے ان کو نائب فاعل بنانا جائز نہیں ہے، البتہ مفاعیل ستہ میں سے جن کا نائب فاعل بنانا جائز ہے وہ یہ ہیں (۱) مفعول بہ کو نائب فاعل بنا سکتے ہیں جیسے: ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرُوًّا سَے ضَرَبَ عَمْرُوًّا، عمرو مارا گیا (۲) مفعول لہ کو لام سمیت کے ساتھ نائب فاعل بنانا صحیح ہے جیسے: ضَرَبَ لِلنَّادِيَةِ ادب سیکھنے کے لیے مارا گیا (۳) مفعول مطلق کو بھی نائب فاعل بنا سکتے ہیں جیسے: سَبَرَ سَبْرًا شَدِيدًا تيز چال چلی گئی (۴) مفعول فیہ ظرف زمان کو بھی نائب فاعل بنانا جائز ہے جیسے: سَبَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ جمعہ کے دن چلا گیا مفعول فیہ ظرف مکان کو بھی نائب فاعل بنانا جائز ہے جیسے: سَبَرَ أُمَّامَكَ تیرے سامنے چلا گیا یہ سب مفعول مالم - بسم فاعلہ بن سکتے ہیں۔

سوال (۲): اَعْطَيْتُ کے باب میں پہلے مفعول کو نائب فاعل بنانا اولیٰ کیوں ہے؟  
جواب (۲): باب اَعْطَيْتُ کے مفعول اول کو نائب فاعل بنانا اس لیے اولیٰ ہے کہ نائب فاعل وہ بنتا ہے جس میں فاعلیت کے معنی بھی ہوں اور چونکہ یہاں مفعول اول زید میں فاعلیت کے معنی بھی ہیں یعنی جب اسے درہم دیا گیا تو وہ مفعول ہوا

جب اس نے درہم لیا تو وہ لینے والا یعنی فاعل ہوا اس طرح اس میں فاعلیت کے  
معنی پائے گئے اس لیے اس کو نائب فاعل بنا تا اولیٰ ہوا۔

سوال (۳): افعال ناقصہ کتنے ہیں اور کیا کیا نیز ماقفی کی دونوں لغت بیان کریں؟  
جواب (۳): افعال ناقصہ سترہ ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) کَانَ (۲) حَضَرَ (۳) مَطَّلَ  
(۴) تَهَاتَ (۵) اَضْبَحَ (۶) اَضْحَى (۷) اَتَمَسَى (۸) اَعَادَ (۹) اَضْرَجَ (۱۰) اَعْلَا (۱۱) رَاحَ  
(۱۲) اِنزَا اَنْ (۱۳) اِنزَا اِنفَكَ (۱۴) اِنزَا اِنزَخَ (۱۵) اِنزَا اِنزَقَى (۱۶) اِنزَا اِنزَامَ (۱۷) اِنزَا اِنزَمَ  
نیز ماقفی اور ماقفی دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں، ہر دو لغت صحیح ہیں۔

اسی افعال بغافل تھا تمام نشوند و محتاج باشند ضمیرے بدیں سبب لہذا را  
ناقصہ گویند و در جملہ اسمیہ روند و مند الیہ را برفع کنند و مند را نصب چوں: کَانَ زید  
قالماً و مرفوع را اسم کَانَ گویند و منصوب را خبر کَانَ و باقی را بمری قیاس کن بدانکہ  
بعضی از یہ افعال در بعضی افعال بغافل تھا تمام شوند چوں: کَانَ مَطَّرَ شد باراں  
بمعنی حَصَلَ و اورا کَانَ تامہ گویند و کَانَ زائدہ نیز باشد۔

ترجمہ | یہ افعال صرف فاعل سے مل کر مکمل نہیں ہوتے بل کہ ایک خبر کے بھی محتاج  
ہوتے ہیں، اسی وجہ سے ان کو ناقصہ کہتے ہیں، اور یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں  
مند الیہ کو رفع اور مند کو نصب دیتے ہیں جیسے: کَانَ زید قالماً (زید کھڑا ہوا)  
مرفوع کو کَانَ کا اسم کہتے ہیں جب کہ منصوب کو کَانَ کی خبر کہتے ہیں باقی افعال کو  
اسی پر قیاس کر لیجیے، واضح رہے کہ ان میں سے بعض افعال صرف فاعل کے ساتھ  
پورے ہو جاتے ہیں جیسے: کَانَ مَطَّرَ (بارش ہو گئی) کَانَ ، حَصَلَ کے معنی میں  
ہے، اس کو کَانَ تامہ کہتے ہیں، نیز کَانَ زائدہ بھی ہوتا ہے۔

سوال (۱): افعال ناقصہ کو ناقصہ کیوں کہتے ہیں تمام افعال ناقصہ کو مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۱): افعال ناقصہ کو ناقصہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ تھا فاعل سے پورے نہیں ہوتے بلکہ ان کو ایک خبر کی بھی ضرورت ہوتی ہے افعال ناقصہ کی جمع مثالیں حسب ذیل ہیں، کان جیسے: کان زیداً قائماً زید کھڑا ہوا، صار جیسے: صار زیداً غنیاً، زید مالدار ہو گیا، ظل یہ دو معنی کے لیے آتا ہے دن کے وقت کے لیے جیسے: ظل زید صابماً زید دن میں روزہ دار رہا، دوسرے صار کے معنی میں جیسے: ظل زید نبیلاً زید امیر ہو گیا، باث دو معنی کے لیے آتا ہے رات کے وقت کے لیے جیسے: باث زید قائماً زید رات میں سوتا رہا، دوسرے صار کے معنی میں جیسے: باث زید فقیراً زید فقیر ہو گیا، اصبیح دو معنی کے لیے آتا ہے صبح کے وقت کے لیے جیسے: اصبیح زید قائماً زید صبح کے وقت کھڑا ہوا، دوسرے صار کے معنی میں جیسے: اصبیح زیداً غنیاً زید مالدار ہو گیا، اضحی دو معنی کے لیے آتا ہے ایک چاشت کے وقت کے لیے جیسے: اضحی زید امیراً زید چاشت کے وقت امیر ہوا دوسرے صار کے معنی میں جیسے: اضحی زید کتاباً زید کتاب ہو گیا، انسی دو معنی کے لیے آتا ہے ایک شام کے وقت کے لیے جیسے: انسی زید شاعراً زید شاعر شام کے وقت شاعر ہوا دوسرے صار کے معنی میں جیسے: انسی زیداً قاریاً زید قاری ہو گیا، عاذا، اض، غدا، راح یہ چاروں صار کے معنی میں آتے ہیں جس وقت کہ ناقص ہوں جیسے: عاذا زید فقیراً زید فقیر ہوا اور اض زید قائماً زید کھڑا ہوا، اور غدا زید حافظاً زید حافظ ہوا، راح زید شاعراً زید شاعر ہوا اور یہ چاروں تلمتہ بھی ہوتے ہیں لہٰذا اس وقت عاذا اور اض کے معنی راجع کے ہوتے ہیں جیسے: عاذا زید من سفرہ زید اپنے سفر سے لوٹا اور اض زید زید واپس ہوا اور غدا تلمتہ کے معنی ہوتے ہیں صبح کے وقت چلا جیسے: غدا زید زید صبح کے وقت چلا اور راح تلمتہ کے

معنی ہوتے ہیں شام کے وقت چلا جیسے: راح زید زید شام کے وقت چلا۔

مَا زَالَ ، مَا انْفَكَّ ، مَا بَرِحَ ، مَا فَتَىٰ ان چاروں کے معنی ہیں جدا ہونا اور الگ ہونا یہ افعال نافیہ ہیں یعنی ان کے اندر منفی معنی پائے جاتے ہیں اور جب ان پر مافیہ داخل ہو جائے تو نفی پر نفی داخل ہو کر اثبات کا قائدہ دیتا ہے چنانچہ اب ان کے معنی ہوں گے ہمیشہ برابر رہا جیسے: ما زال زید متقیاً زید ہمیشہ متقی رہا، ما انفك زید شاعراً زید برابر شاعر رہا، ما برح زید قارباً زید مسلسل قاری رہا، ما فتى زید مطیعاً زید برابر فرمانبردار رہا۔

مَا ذَامَ میں ما مصدر یہ تو قیچہ ہے اس کے معنی ہیں جب تک جیسے: اجلس ما ذام زید جالساً تو بیٹھ جب تک کہ زید بیٹھا ہے اور لبس اصل میں لبس تھا بر وزن سبب کسرہ کو تخفیفاً حذف کر کے یاہ کو ساکن کر دیا لبس ہو گیا یہ نفی کے لیے آتا ہے جیسے: لبس زید قائماً زید کھڑا نہیں ہوا چنانچہ آخر کے چھ افعال ناقصہ کہ پانچ وہ جن کے آخر میں مافیہ و مصدر یہ ہے اور ایک لبس یہ کبھی بھی تاتمہ نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ ناقصہ ہی رہتے ہیں۔

سوال (۲): افعال ناقصہ کیا عمل کرتے ہیں اور ان کے مرفوع و منصوب کو کیا کہا جاتا ہے؟  
جواب (۲): افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور مسند الیہ یعنی مبتدا کو رفع دیتے ہیں اور مسند یعنی خبر کو نصب دیتے ہیں اور ان کے مرفوع کو کان کا اسم اور منصوب کو کان کی خبر کہتے ہیں۔

سوال (۳): كَانَ تَمَنَّهُ وَ كَانَ زَائِدُهُ كَيْسٌ ہیں مع مثال بیان کریں؟  
جواب (۳): كَانَ تامہ وہ فعل ہے جو صرف فاعل پر پورا ہو جائے اور اس کو خبر کی ضرورت نہ پڑے جیسے: كَانَ مَطَرٌ بَارَشَ هُوَ كَانِ زَائِدُهُ فَفَعْلٌ ہے جس کے

کچھ معنی نہ ہوں صرف زینتِ کلام کے لیے لایا گیا ہو کہ اگر اس کو حذف کر دیا جائے تو معنی مرادی میں خلل واقع نہ ہو جیسے: كَيْفَ نُنْكَلِمُ مَنْ كَانَ فِي السَّهْدِ صَبِيًّا ہم اس سے کس طرح بات کریں جو کہ گوارہ میں ہے اس حال میں کہ وہ بچہ ہے، اس مثال میں مَنْ كَانَ اصل میں مَنْ هُوَ ہے کان زائدہ ہے پس کان تین طرح کا ہوا (۱) کان ناقصہ (۲) کان تامہ (۳) کان زائدہ۔

سوال (۳): افعال ناقصہ کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنے کی تین صورتیں بیان کریں نیز فعل ناقص اور فعل متعدی کے درمیان فرق کو دو جوابوں سے واضح کریں؟  
جواب (۳): افعال ناقصہ کی خبر کو ان کے اسم پر مقدم کرنے کی تین صورتیں ہیں پہلی صورت جائز ہے اور وہ كَانَ ، صَارَ ، ظَلَّ ، بَاتَ ، أَصْبَحَ ، أَصْحَى ، اَتَسَى غَاذَ ، اَضَى ، غَدَا ، رَاخَ میں ہے کہ ان تمام افعال کی خبروں کو ان کے اسموں پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے: كَانَ قَائِمًا زَيْدٌ زَيْدٌ كَهْرًا هُوَ، اِنْخُ۔ دوسری صورت غیر جواز کی ہے اور وہ مَا دَامَ ، مَا زَالَ ، مَا تَبَرَّحَ ، مَا أَنْفَكَ ، مَا فَعَيْتَ میں ہے کہ ان کی خبر کو ان کے اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے، پس مَا دَامَ قَائِمًا زَيْدٌ نہیں کہہ سکتے۔

تیسری صورت مختلف فیہ ہے اور وہ لَيْسَ میں ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے اور بعض نحوی کہتے ہیں کہ جائز نہیں ہے۔  
فعل ناقص اور فعل متعدی کی تعریف پر اشکال ہوتا ہے کہ فعل ناقص وہ فعل ہے جو تھا قائل پر پورا نہ ہو اور فعل متعدی کی تعریف بھی یہی ہے کہ جو تھا قائل پر پورا نہ ہو اور جس طرح فعل ناقص ایک اسم کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتا ہے اسی طرح فعل متعدی بھی ایک اسم کو رفع اور دوسرے اسم کو نصب دیتا ہے، تو پھر ان میں کیا فرق ہوا بظاہر تو ایک ہی معلوم ہو رہا ہے ہیں چنانچہ اس کے دو جواب ہیں (۱) فعل متعدی اپنے

مرفوع کی طرف منسوب بھی ہوتا ہے اور ثابت بھی ہوتا ہے جیسے: ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا  
 زید نے عمرو کو مارا اس مثال میں ضَرَبَ فعل متعدی کی اس کے مرفوع زید کی طرف  
 نسبت بھی کی گئی ہے اور فعل ضرب زید کے لیے ثابت بھی ہے۔

اس کے برخلاف كَانَ فعل ناقص نہ اپنے مرفوع کی طرف منسوب ہوتا ہے  
 اور نہ خود ثابت ہوتا ہے بلکہ مرفوع کی طرف کوئی دوسری چیز منسوب ہوتی ہے جیسے:  
 كَانَ زَيْدٌ قَاعًا زید کھڑا ہوا اس مثال میں زید کی طرف کھڑا ہونا منسوب ہے اور  
 وہی ثابت بھی ہے تاکہ کان منسوب ہے بلکہ وہ تو صرف رابطہ کے لیے ہے، پس  
 معلوم ہوا کہ فعل متعدی میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ منسوب اور ثابت دونوں ہوتا  
 ہے اس لیے وہ تامہ ہے اور افعال ناقصہ نہ منسوب ہوتے ہیں اور نہ ثابت اس لیے  
 ناقصہ ہیں (۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ فعل متعدی جملہ میں مسند بنتا ہے اور مسند جملہ  
 کا جز ہوتا ہے اسکے برخلاف کان فعل ناقص جملہ میں نہ مسند بنتا ہے اور نہ مسند الیہ  
 یعنی وہ جملہ کا کوئی سا بھی جز نہیں ہوتا اس لیے وہ ناقص ہے کہ اس کی جملہ میں کوئی  
 حیثیت نہیں ہوتی صرف واسطے کے طور پر آتا ہے۔

**فصل:** بدانکہ افعال مقاربہ چارست غنی و كَادَ و كَرَبَ و اَوْشَكَ  
 و این افعال در جملہ اسمیہ روند، چون کان اسم را بر فتح کنند و خبر را بصب الا آنکہ خبر  
 لبها فعل مضارع باشد بآن چوں غنی زید اَنْ يُخْرِجَ یا بے اَنْ چوں: غنی  
 زید يُخْرِجُ و شاید کہ فعل مضارع بآن فاعل غنی باشد و احتیاج بخبر نیست  
 چوں: غنی اَنْ يُخْرِجَ زید در محل رفع بمعنی مصدر۔

**ترجمہ:** فصل: جاننا چاہیے کہ افعال مقاربہ چار ہیں (۱) غنی (۲) كَادَ  
 (۳) كَرَبَ (۴) اَوْشَكَ، یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں، کان کی طرح



اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں مگر یہ کہ ان کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے اُن کے ساتھ جیسے: عَسَى زَيْدٌ اَنْ يُخْرَجَ يَا اَنْ کے بغیر جیسے: عَسَى زَيْدٌ يَخْرُجُ ، اور کبھی کبھی فعل مضارع اُن کے ساتھ عسی کا قائل ہوتا ہے اور خبر کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے: عَسَى اَنْ يُخْرَجَ زَيْدٌ رفع کی جگہ مصدر کے معنی میں ہے۔

سوال (۱): افعال مقاربہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف بیان کریں متن میں ذکر کردہ چار اور حاشیہ میں ذکر کردہ تین کل سات افعال مقاربہ کو مثالوں کی روشنی میں تین قسموں پر تقسیم کریں؟

جواب (۱): فَارَبْتُ مُقَارَبَةٌ از باب مفاعلة معنی قریب ہونا، اصطلاحی تعریف: افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جو یہ بتلائیں کہ فاعل کے لیے خبر کا حصول قریب ہے، اور خبر کا قریب الحصول ہوتا تین قسموں پر ہے (۱) مکلم کو خبر کے حاصل ہونے کی صرف امید ہو اور اس کے لیے عسی آتا ہے جیسے: عَسَى زَيْدٌ اَنْ يُخْرَجَ امید ہے کہ زید نکلے (۲) مکلم کو خبر کے حصول کا قریبی زمانہ میں یقین ہو اور اس کے لیے كَادَ ، كَرُبَّ آتے ہیں جیسے: كَادَ زَيْدٌ اَنْ يُخْرَجَ يَا كَرُبَّ زَيْدٌ اَنْ يُخْرَجَ قریب ہے کہ زید نکلے (۳) مکلم کو یقین ہو کہ فاعل نے خبر کو حاصل کرنا شروع کر دیا ہے اور اس کے لیے اَوْشَكَ ، اَخَذَ ، طَفِقَ ، جَعَلَ آتے ہیں جیسے: اَوْشَكَ زَيْدٌ يُخْرَجُ ، اَخَذَ زَيْدٌ يُخْرَجُ ، طَفِقَ زَيْدٌ يُخْرَجُ ، جَعَلَ زَيْدٌ يُخْرَجُ سب کا ترجمہ ہے زید نے نکلنا شروع کر دیا ہے یا زید نکلنے لگا ہے ان کو افعال شروع کہتے ہیں اور ان کی خبر پر اَنْ مصدریہ کالانا ممتنع ہے۔

سوال (۲): افعال مقاربہ کس پر داخل ہوتے ہیں اور کیا عمل کرتے ہیں عمل کے

اعتبار سے افعال مقار بہ اور افعال ناقصہ میں کیا فرق ہے، نیز عسی زید ینخرُج میں ینخرُج افعال مقار بہ کی خبر ہونے کے باوجود منصوب کیوں نہیں ہے؟

جواب (۲): افعال مقار بہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں عمل کے اعتبار سے افعال ناقصہ اور افعال مقار بہ میں کوئی فرق نہیں ہے اس لیے کہ جس طرح افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اسی طرح افعال مقار بہ بھی عمل کرتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ افعال مقار بہ کی خبر ہمیشہ فعل مضارع ہوتی ہے اور افعال ناقصہ کے ساتھ کوئی قید نہیں۔

عسی زید ینخرُج میں ینخرُج افعال قلوب کی خبر ہونے کے باوجود منصوب اس لیے نہیں کہ فعل مضارع کو منصوب صرف حروف نامہ کرتے ہیں اور یہاں حرف نامہ نہیں ہے جس کی وجہ سے افعال مقار بہ کی خبر لفظاً منصوب نہیں ہے لیکن ینخرُج محلاً منصوب ہی ہے اس لیے کہ افعال مقار بہ کی خبر ہے جو کہ منصوب ہوتی ہے، پس یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ افعال مقار بہ کی خبر فعل مضارع پر ان مصدر یہ کالا نا اور نہ لا نا دونوں صحیح ہیں۔

سوال (۳): عسی تامہ کی کیا صورت ہوتی ہے مثال کے ساتھ اس کی ترکیب بھی بیان کریں نیز ”در محل رفع بمعنی مصدر“ کی جامع اور مختصر عبارت سے مصنف گونے دو اعتراض کے جواب دے کر دریا بکوزہ والی کہاوت کے مصداق بنے ہیں؟

جواب (۳): عسی کبھی تامہ ہوتا ہے اس وقت صرف فاعل پر پورا ہو جاتا ہے خبر کی ضرورت نہیں ہوتی مگر اس کا فاعل فعل مضارع ان کے ساتھ ہوتا ہے جیسے: عسی ان ینخرُج زید امید ہے کہ زید نکلے ترکیب اس طرح ہوگی، عسی فعل ان مصدر یہ ینخرُج فعل مضارع زید اس کا فاعل، ینخرُج فعل اپنے فاعل سے مل کر

جملہ فعلیہ خبریہ ہونے کے بعد بتاؤ ویل مصدر ہو کر عسی فعل کا فاعل ہوا، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

عسیٰ اَنْ یَخْرُجَ زید کی مثال پر دو اعتراض ہوتے ہیں (۱) مذکورہ مثال میں جب اَنْ یَخْرُجَ عسی کا فاعل ہے تو منصوب کیوں ہے اس کو تو مرفوع ہونا چاہیے تھا اس لیے کہ فاعل ہمیشہ مرفوع ہوتا ہے (۲) دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جو فاعل ہوتا ہے وہ مسند الیہ ہوا کرتا ہے حالانکہ اَنْ یَخْرُجَ فعل ہے اور فعل مسند تو ہو سکتا ہے مسند الیہ نہیں بن سکتا تو پھر کیونکر فاعل بن گیا، ان دونوں کا جواب مصنف نے ایک جملہ میں دیدیا، گویا کہ دریا کو کوزہ میں سمیٹ دیا، چنانچہ فرمایا ”در محل رفع بمعنی مصدر“ پہلے اعتراض کا جواب دیا ”در محل رفع“ سے کہ اگرچہ اَنْ یَخْرُجَ لفظاً اَنْ مصدر یہ کی وجہ سے منصوب ہے مگر فاعل ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے پس اعتراض ختم ہوا، اسی طرح دوسرے اعتراض کا جواب دیا ”بمعنی مصدر“ سے کہ اگرچہ یَخْرُجَ فعل ہے جو کہ مسند الیہ نہیں بن سکتا لیکن اَنْ مصدر یہ کی وجہ سے وہ مصدر کے معنی میں ہو گیا اور مصدر اسم ہوتا ہے اور اسم مسند اور مسند الیہ دونوں بن سکتا ہے، اس لیے اب اس کا فاعل بننا صحیح ہو گیا چنانچہ عسی اَنْ یَخْرُجَ زید“ عسی خُرُوجِ زید کے معنی میں ہے۔

بدانکہ افعال مدح و ذم چہارست نِعْمَ وَحَبْدًا برائے مدح و بئس و ساء برائے ذم و ہرچہ ما بعد فاعل باشد آں را مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم گویند و شرط آنست کہ فاعل معرف بلام باشد چوں نِعْمَ الرَّجُلُ زید یا مقاف بسوئے معرف بلام باشد چوں نِعْمَ صَاحِبُ الْقَوْمِ زید یا ضمیر مستتر متمیز بکرة منصوبہ چوں نِعْمَ رَجُلًا زید فاعل نِعْمَ هُوَ مستتر در نِعْمَ وَرَجُلًا منصوب است بر تمیز پرا کہ هُوَ

بہم ست وحبنا زيد حب فعل مدح ست وذا فاعل او وزيد مخصوص بالمدح وہم  
چشم بئس الرجل زيد وساء الرجل عمرو۔

ترجمہ | جانا چاہیے کہ افعال مدح و ذم چار ہیں نغم اور حبنا برائے مدح ہیں جبکہ  
بئس اور ساء برائے ذم ہیں، اور جو فاعل کے بعد آئے اس کو مخصوص بالمدح یا مخصوص  
بالذم کہتے ہیں بشرطیکہ فاعل معرف بلام ہو جیسے: نغم الرجل زيد (زيد اچھا آدمی  
ہے) یا معرف بلام کی جانب مضاف ہو جیسے: نغم صاحب القوم زيد (زيد اچھا  
صاحب قوم ہے) یا ضمیر مستتر ہو چکی تیز نکرہ منصوبہ لائی گئی ہو۔ جیسے: نغم رجلا زيد  
(زيد اچھا ہے مرد ہونے کے اعتبار سے) نغم کا فاعل ملو ضمیر مستتر ہے جو نغم میں  
پوشیدہ ہے اور رجلا اس کی تیز ہونے کی بنا پر منصوب ہے اس لیے ملو بہم ہے، اور  
حبنا زيد، حب فعل مدح ہے۔ خا اس کا فاعل ہے اور زيد مخصوص بالمدح  
ہے، ایسے ہی بئس الرجل زيد اور ساء الرجل عمرو کی ترکیب ہے۔

سوال (۱): افعال مدح و ذم کی تعریف بیان کریں اور یہ بھی بتائیں کہ افعال مدح و  
ذم کتنے اور کیا کیا ہیں تمام کو مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۱): افعال مدح و ذم وہ افعال ہیں جو انشاء مدح و ذم (اچھائی یا برائی)  
بیان کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہوں لہذا اس تعریف سے وہ افعال نکل گئے جو  
مدح و ذم کے معنی پر دلالت کرتے ہیں جیسے: مَدْحُهُ و ذَمُّهُ کہ اگرچہ یہ افعال  
مدح و ذم کے معنی پر دلالت کرتے ہیں مگر ان کے اندر انشاء نہیں بلکہ خبر ہے، کہ یہ  
انشاء من المدح والذم کے لیے نہیں بلکہ اخبار عن المدح والذم کے لیے ہیں۔

افعال مدح و ذم چار ہیں نغم حبنا برائے مدح اور بئس ساء برائے ذم  
جیسے: نغم الرجل زيد اور حبنا زيد زيدا اچھا آدمی ہے اور بئس الرجل زيد و

ساء الرجلُ زیدٌ زیدٌ برا آدمی ہے۔

سوال (۲): افعال مدح و ذم کی ترکیب کس طرح ہوگی وضاحت کریں اس کے بعد یہ بھی واضح کریں کہ بئس ، ساء اور نِعْمَ کے فاعل کی کتنی حالتیں ہیں اور کیا کیا؟ اور نیز حَبْذًا کے فاعل کا کیا حکم ہے مثالوں کے ساتھ بیان کریں؟

جواب (۲): افعال مدح و ذم کی ترکیب جملہ میں اس طرح ہوگی کہ پہلے فعل مدح یا فعل ذم ہوگا پھر اس کا فاعل آئے گا اور آخر میں مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم ہوگا۔

بئس ، ساء اور نِعْمَ ان تینوں افعال کے فاعل کی تین صورتیں ہیں (۱) یا تو ان کا فاعل معرف بلام ہوگا جیسے: بئس الرجلُ زیدٌ وَسَاءَ الرَّجُلُ زیدٌ برا آدمی ہے اور نِعْمَ الرَّجُلُ زیدٌ زیدٌ اچھا آدمی ہے (۲) یا ان کا فاعل خود تو معرف بلام نہ ہو گا بلکہ معرف بلام کی طرف مضاف ہوگا جیسے: بئس صَاحِبُ الْقَوْمِ زیدٌ وَسَاءَ صَاحِبُ الْقَوْمِ زیدٌ زیدٌ برا صاحب قوم ہے، وَنِعْمَ صَاحِبُ الْقَوْمِ زیدٌ زیدٌ اچھا صاحب قوم ہے (۳) یا ان کا فاعل خود ان کے اندر ضمیر مستتر ہوگی جو تمیز بنے گی اور اس کی تمیز نکرہ منصوبہ کی شکل میں ہوگی جیسے: بئس رَجُلًا زیدٌ ، ساء رَجُلًا زیدٌ زیدٌ برا ہے مرد ہونے کے اعتبار سے اور نِعْمَ رَجُلًا زیدٌ زیدٌ اچھا ہے مرد ہونے کے اعتبار سے، چنانچہ بئس ، ساء اور نِعْمَ میں مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم واحد تشبیہ جمع اور تذکیر و تانیہ میں افعال مدح و ذم کے فاعل کے مطابق ہوں گے جیسے: نِعْمَ الرَّجُلُ زیدٌ وَنِعْمَ الرَّجُلَانِ الزَّيْدَانِ وَنِعْمَ الرَّجَالُ الزَّيْدُونَ، نِعْمَتِ الْمَرْأَةِ هِنْدٌ وَنِعْمَتِ الْمَرْأَتَانِ الْهِنْدَانِ وَنِعْمَتِ الْبَنَاتِ الْهِنْدَاتُ نیز بئس اور ساء کی مثالیں بھی اسی کے مطابق بتائی جائیں البتہ حَبْذًا کا قاعدہ الگ ہے۔

حَبْذًا میں حَبْ فعل ہے اور ذَا اس کا فاعل ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ وہ

ہمیشہ ایک ہی حالت میں حب کے ساتھ ملا رہتا ہے خواہ مخصوص بالمدح مذکر ہو یا مؤنث واحد ہو یا ثنویہ یا جمع جیسے: حَبْدًا زَيْدًا وَحَبْدًا هِنْدًا، حَبْدًا زَيْدَانٍ وَحَبْدًا هِنْدَانٍ، حَبْدًا زَيْلُونًا وَحَبْدًا هِنْدَاتٍ۔

اور کبھی حَبْدًا میں ذام تیز یا ذوالحال بنتا ہے اور اس کے بعد تمیز یا حال آتا ہے پھر ذال اپنی تمیز یا حال سے مل کر حب کا فاعل ہوتا ہے اور آخر میں جو اسم آتا ہے وہ مخصوص بالمدح ہوتا ہے جو واحد، ثنویہ و جمع اور تذکیر و تانیث میں اس تمیز یا حال کے مطابق ہوتا ہے جیسے: تمیز کی مثالیں: حَبْدًا رَجُلًا زَيْدًا، حَبْدًا رَجُلَيْنِ الزَّيْدَانِ، حَبْدًا رِجَالًا الزَّيْلُونِ اور حَبْدًا اِمْرَاةً هِنْدًا، حَبْدًا اِمْرَاتَيْنِ الْهِنْدَانِ، حَبْدًا نِسَاءً الْهِنْدَاتِ اور حال کی مثالیں یہ ہیں حَبْدًا رَاكِبًا زَيْدًا، حَبْدًا رَاكِبَيْنِ الزَّيْدَانِ، حَبْدًا رَاكِبَيْنِ الزَّيْلُونِ اور حَبْدًا رَاكِبَةً هِنْدًا، حَبْدًا رَاكِبَتَيْنِ الْهِنْدَانِ، حَبْدًا رَاكِبَاتٍ الْهِنْدَاتِ پس تمیز اور حال میں عامل حب فعل ہے اور ذال ذوالحال یا تمیز اپنے حال یا تمیز سے مل کر اس کا فاعل ہے۔

سوال (۳) چاروں افعال مدح و ذم کے درمیان تذکیر و تانیث میں کیا فرق ہے مثالوں کے ساتھ بیان کریں، نیز نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ کی دونوں ترکیبیں بیان کرنے کے بعد راجح قول کی نشاندہی کریں؟

جواب (۳): افعال مدح و ذم میں سے حَبْدٌ کو چھوڑ کر کہہ وہ مذکر و مؤنث دونوں کی صورت میں یکساں اور برابر رہتا ہے، باقی تینوں افعال مدح و ذم کی تذکیر و تانیث کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر ان کا فاعل مذکر ہوگا تو یہ افعال بھی مذکر ہونگے اور اگر ان کا فاعل مؤنث ہوگا تو یہ مؤنث ہوں گے جیسے: نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ وَنِعْمَتِ الْمَرْأَةُ هِنْدٌ، بِئْسَ الرَّجُلُ زَيْدٌ وَبِئْسَتِ الْمَرْأَةُ هِنْدٌ وَبِئْسَتِ الْمَرْأَةُ هِنْدٌ وَبِئْسَ الرَّجُلُ هِنْدٌ وَبِئْسَتِ الْمَرْأَةُ هِنْدٌ۔

کبھی مخصوص بالمدح کو قرینہ پائے جانے کے وقت محذوف بھی کر دیا جاتا ہے  
 جیسے نِعْمَ لَعَبْدِ اَيُّ اَثُوْبٌ ، حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ کا تذکرہ حذف پر قرینہ ہے۔  
 نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ کی پہلی ترکیب : نِعْمَ فعل مدح زَجُلٌ اس کا فاعل نِعْمَ  
 فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر مقدم ہوئی اور زَيْدٌ مخصوص بالمدح مبتدا  
 مؤخر، پس خبر مقدم اپنے مبتدا مؤخر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، اس ترکیب کے  
 اعتبار سے یہ پورا ایک جملہ ہوگا، دوسری ترکیب یہ ہے : نِعْمَ فعل مدح الرَّجُلُ اس  
 کا فاعل فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا اور زَيْدٌ مخصوص بالمدح خبر  
 اس سے پہلے ہو مبتدا محذوف پس مبتدا محذوف اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ  
 ہوا، اس ترکیب کے اعتبار سے یہ دو جملے ہوئے اور اصل عبارت یہ ہوئی نِعْمَ  
 الرَّجُلُ هُوَ زَيْدٌ اور یہی دوسری ترکیب زیادہ رائج ہے۔

فصل : بدانکہ افعال تعجب دو صیغہ از ہر مصدر ثلاثی مجرد باشند اول مَا اَفْعَلَهُ چوں : مَا  
 اَحْسَنَ زَيْدًا چہ نیکوست زید تقدیرش ائی شئی : اَحْسَنَ زَيْدًا ، ما بمعنی ائی شئی  
 است در محل رفع بابتدا و اَحْسَنَ در محل رفع خبر مبتدا و فاعل اَحْسَنَ هُوَ است درو  
 مستر و زیداً مفعول بہ ، دوم اَفْعَلُ بہ چوں : اَحْسِنُ بَزَيْدٍ ، اَحْسِنُ صیغۂ امرست  
 بمعنی خبر تقدیرش اَحْسِنُ زَيْدًا ای صَارَ ذَا اَحْسِنٍ و بازائدہ است۔

ترجمہ | جاننا چاہیے کہ افعال تعجب کے ہر ثلاثی مجرد کے مصدر سے دو صیغے آتے ہیں  
 (۱) مَا اَفْعَلَهُ جیسے : مَا اَحْسَنَ زَيْدًا (زید کتنا خوبصورت ہے) اس کی تقدیری  
 عبارت : ائی شئی : اَحْسَنَ زَيْدًا ہے ، مَا ائی شئی کے معنی میں ہے اور ابتدا کی  
 وجہ سے محل رفع میں ہے ، اور اَحْسِنُ بھی محل رفع میں ہے مبتدا کی خبر ہونے کی وجہ  
 سے ، اور اَحْسِنُ کا فاعل هُوَ ہے جو احسن میں پوشیدہ ہے ، اور زَيْدًا مفعول بہ ہے

(۲) اَفْعِلْ بِهِ جیسے: أَحْسِنْ بِزَيْدٍ (زید کیا ہی خوبصورت ہے) أَحْسِنْ صِيغَةُ امر ہے جو خبر کے معنی میں ہے، تقدیری عبارت ”أَحْسِنْ زَيْدًا“ (زید حسن والا ہو گیا)

یعنی صَارَ ذَا أَحْسَنٍ، بازایدہ ہے۔

سوال (۱) افعال تعجب کی لغوی و اصطلاحی تعریف بیان کریں اور بتائیں کہ افعال

تعجب میں افعال کو جمع کیوں لائے جب کہ تعجب کے تو صرف دو ہی صیغے ہیں؟

جواب (۱): تَعَجَّبَ اِزْ بَابِ تَفَعَّلَ معنی تعجب کرنا، اور اصطلاح میں افعال تعجب وہ

افعال ہیں جو انشائے تعجب یعنی اظہار تعجب کے لیے وضع کیے گئے ہوں اس تعریف

سے وہ افعال نکل گئے جو صرف تعجب کے معنی پر دلالت کرتے ہیں تعجب کو پیدا نہیں

کرتے جیسے: عَجِبْتُ وَ تَعَجَّبْتُ کہ اگرچہ یہ افعال تعجب کے معنی دیتے ہیں مگر

ان کے اندر انشاء نہیں بلکہ خبر ہے اس لیے کہ یہ انشائے تعجب کے لیے نہیں ہیں بلکہ

اظہار تعجب کے لیے ہیں۔

افعال کو جمع افعال تعجب کے افراد کی کثرت کی وجہ سے لائے ہیں اگرچہ

افعال تعجب کے دو ہی صیغے ہیں مگر ان کے افراد کثیر ہیں۔

سوال (۲): بغیر رنگ و عیب کے معنی والے فعل ثلاثی مجرد سے افعال تعجب کے کتنے

وزن آتے ہیں اور وہ کیا کیا ہیں ان کی مثالیں مع ترکیب نحوی بیان کریں نیز ان کی

تقدیری عبارت بھی نکالیں اور بتائیں کہ ”مَا“ کے بارے میں نحو بین کا کیا اختلاف

ہے اور راجح قول کونسا ہے؟

جواب (۲): ثلاثی مجرد کے وہ افعال جو رنگ و عیب کے معنی نہ رکھتے ہوں ان سے

افعال تعجب کے دو صیغے آتے ہیں (۱) مَا أَفْعَلْنَا (۲) وَ أَفْعِلْ بِهِ جیسے: مَا أَحْسَنَ

زَيْدًا زید کتنا خوبصورت ہے أَحْسِنْ بِزَيْدٍ زید کیا ہی اچھا ہے، ان کی ترکیب اس



طرح ہوگی ما اَحْسَنَ زَيْدًا میں ما مبتدا ہے جو ائی شئی کے معنی میں ہے اَحْسَنَ فعل ماضی ماضی ہو ضمیر اس میں مستتر اس کا قائل اور زید مفعول بہ پس اَحْسَنَ فعل اپنے قائل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہوا پھر ما مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا، پس تقدیری عبارت یوں ہے ائی شئی : اَحْسَنَ زَيْدًا (کوئی چیز نے زید کو خوبصورت کر دیا) اَحْسِنُ بزید کی ترکیب اس طرح ہے اَحْسِنُ فعل امر بمعنی اَحْسَنَ فعل ماضی اور بازیدہ اور زید قائل، پس اَحْسِنُ فعل اپنے قائل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا اور اصل عبارت یوں ہے اَحْسَنَ زَيْدًا (زید حسن والا ہو گیا) یعنی ضار ذا اَحْسَنَ -

اور اس ”ما“ کے باب میں کئی اختلاف ہیں چنانچہ علامہ سیبویہ فرماتے ہیں کہ ”ما“ مکرہ ہے بمعنی شئی پس امام سیبویہ کے نزدیک اس کے معنی ہوں گے: کوئی عظیم چیز ہے جس نے زید کو اچھا کر دیا اور امام انفش کہتے ہیں کہ ”ما“ موصولہ ہے پس اس صورت میں موصولہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے ان کے نزدیک ترجمہ ہوگا کہ وہ چیز جس نے زید کو اچھا کر دیا ایک عظیم چیز ہے، اور امام فراء کہتے ہیں کہ ”ما“ استفہامیہ ہے بمعنی ائی شئی، اور اس کا مابعد اس کی خبر ہے، شیخ رضی نے امام فراء کے قول کو معنی کے اعتبار سے زیادہ قوی مانا ہے کیونکہ تعجب استفہام کے بعد پیدا ہوتا ہے چنانچہ علامہ جرجانی مصنف کتاب نے بھی قوت کی وجہ سے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے اور یہی قول راجح ہے۔

سوال (۳): رنگ و عیب کے معنی والے فعل ماضی مجرد نیز ماضی مزید فیہ، رباعی مجرد اور رباعی مزید فیہ سے افعال تعجب بنانے کا کیا قاعدہ ہے وضاحت کے ساتھ

لائسنس میں باب افعال کی خاصیت صیرورت ہے اس لیے اس کا ترجمہ ہوا کہ اَحْسِنُ ہو گیا (پہرہ شہیرہ ص: ۱۳۹)

مع اشلہ بیان کریں؟

جواب (۳): ثلاثی مجرد کے وہ افعال جن میں رنگ و عیب کے معنی پائے جاتے ہیں اور ثلاثی مزید فیہ نیز رباعی مجرد اور رباعی مزید فیہ سے افعال تعجب بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے اشد، اُحْسَن، اَضْعَف، اَقْبَح وغیرہ فعل لائیں گے جن میں تعجب کے معنی ہوں اور پھر ان کے شروع میں ”ما“ لگا دیں گے اور جس فعل سے بھی فعل تعجب کا صیغہ بنانا ہو اس کا مصدر لاکر اس کو یا تو ان افعال کا مفعول بہ بنا دیا جائے گا یا مجرد و حرف جر کر دیا جائے گا اس طرح افعال تعجب کا صیغہ بن جائے گا جیسے: ثلاثی مجرد میں رنگ و عیب کے معنی والے افعال کی مثالیں عیب کے معنی مَا أَشَدَّ عَرْجُهُ مَا أَشَدَّ بَعْرُ جِبِّهِ اس کا لنگڑاپن کتنا سخت ہے اور رنگ کے معنی مَا أَحْسَنَ خَضِرُهُ، مَا أَحْسَنَ بِخَضِرِهِ اس کا ہریالا پن کتنا اچھا ہے، اور اسی طرح: مَا أَضْعَفَ عَرْجُهُ، مَا أَضْعَفَ بَعْرُ جِبِّهِ اس کا لنگڑاپن کتنا کمزور ہے، مَا أَضْعَفَ خَضِرُهُ، مَا أَضْعَفَ بِخَضِرِهِ اس کا ہریالا پن کتنا کمزور ہے، مَا أَقْبَحَ عَرْجُهُ، مَا أَقْبَحَ بَعْرُ جِبِّهِ اس کا لنگڑاپن کتنا برا ہے، مَا أَقْبَحَ خَضِرُهُ، مَا أَقْبَحَ بِخَضِرِهِ اس کا ہریالا پن کتنا برا ہے۔

ثلاثی مزید فیہ کی مثالیں: مَا أَشَدَّ اخْضِرَارُهُ، مَا أَشَدَّ باخْضِرَارِهِ اس کا ہریالا پن کتنا سخت ہے کا أَحْسَنَ اخْضِرَارُهُ، مَا أَحْسَنَ باخْضِرَارِهِ اس کا ہریالا پن کتنا اچھا ہے، مَا أَضْعَفَ اخْضِرَارُهُ، مَا أَضْعَفَ باخْضِرَارِهِ اس کا ہریالا پن کتنا کمزور ہے، مَا أَقْبَحَ اخْضِرَارُهُ، مَا أَقْبَحَ باخْضِرَارِهِ اس کا ہریالا پن کتنا برا ہے۔

رباعی مجرد کی مثالیں: مَا أَشَدَّ زَعْفَرَتُهُ، مَا أَشَدَّ بِزَعْفَرَتِهِ اس کا زعفران سے رنگنا کتنا سخت ہے، مَا أَحْسَنَ زَعْفَرَتُهُ، مَا أَحْسَنَ بِزَعْفَرَتِهِ اس کا زعفران

سے رنگنا کتنا اچھا ہے، مَا أَضْعَفَ زَعْفَرَتَهُ ، مَا أَضْعَفَ بَزَّعْفَرَتَهُ اس کا زعفران  
سے رنگنا کتنا کمزور ہے، مَا أَقْبَحَ زَعْفَرَتَهُ ، مَا أَقْبَحَ بَزَّعْفَرَتَهُ اس کا زعفران سے  
رنگنا کتنا برا ہے۔

رباعی مزید فید کی مثالیں: مَا أَشَدَّ إِعْرِيْ نَكَّاسَهُ ، مَا أَشَدَّ بِأَشْرِيْ نَكَّاسِهِ اس  
کے بالوں کا سیاہ ہونا کتنا سخت ہے ، مَا أَحْسَنَ إِعْرِيْ نَكَّاسَهُ ، مَا أَحْسَنَ  
بِأَعْرِيْ نَكَّاسِهِ اس کے بالوں کا سیاہ ہونا کتنا اچھا ہے، مَا أَضْعَفَ إِعْرِيْ نَكَّاسَهُ ، مَا  
أَضْعَفَ بِأَعْرِيْ نَكَّاسِهِ اس کے بالوں کا سیاہ ہونا کتنا کمزور ہے ، مَا أَقْبَحَ  
إِعْرِيْ نَكَّاسَهُ ، مَا أَقْبَحَ بِأَعْرِيْ نَكَّاسِهِ اس کے بالوں کا سیاہ ہونا کتنا برا ہے۔

## باب سوم: در عمل اسمائے عاملہ وآں یا زوہ قسم ست

تیسرا باب اسمائے عاملہ کے بیان میں، اس کی گیارہ قسم ہیں

اول اسمائے شرطیہ بمعنی اِنْ وَاآں نہ است: مَنْ وَمَا وَايْنَ وِمَنْى وَايْى وَايْى  
وَإِقْمَا وَحَيْثَمَا وِمَهْمَا فعل مضارع را بجزم کنند چوں: مَنْ تَضْرِبُ أَضْرِبُ وَمَا  
تَفْعَلُ أَفْعَلُ وَايْنَ تَجْلِسُ أَجْلِسُ وِمَنْى تَقُمْ أَقُمْ وَايْى شَىءٍ تَأْكُلُ أَكُلُ وَايْى  
تَكْتُبُ أَكْتُبُ وَاِذْ مَا تُسَافِرُ أُسَافِرُ وَحَيْثَمَا تُقْصِدُ أَقْصِدُ وِمَهْمَا تَقْعُدُ أَقْعُدُ۔

ترجمہ | پہلی قسم: اسمائے شرطیہ بمعنی اِنْ ، یہ لو ہیں: مَنْ ، مَا ، اَيْنَ ، مَنْى ، اَيْى ، اَيْى ،  
اِقْمَا ، حَيْثَمَا ، اور مَهْمَا ، یہ تمام اسماء فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں جیسے: مَنْ  
تَضْرِبُ أَضْرِبُ (جس کی تو پٹائی کرے گا میں بھی کروں گا) مَا تَفْعَلُ أَفْعَلُ (جو  
کام تو کرے گا میں بھی کروں گا) اَيْنَ تَجْلِسُ أَجْلِسُ (جہاں تو بیٹھے گا میں بھی  
بیٹھوں گا) مَنْى تَقُمْ أَقُمْ (جب تو کھڑا ہوگا میں بھی کھڑا ہوں گا) اَيْى شَىءٍ تَأْكُلُ

اَكَلْ (جو تو کھائے گا میں بھی کھاؤں گا) اَنْتِ تَكْتَبُ اَلْكِتَابَ (جہاں تو لکھے گا میں بھی لکھوں گا) اِذْ مَا تُسَافِرُ اُسَافِرُ (جب تو سفر کرے گا میں بھی سفر کروں گا) حَيْثَمَا تَقْعِدُ اَقْعِدُ (جس جگہ کا تو قصد کرے گا میں بھی کروں گا) مَهْمَا تَقْعُدُ اَقْعُدُ (جہاں تو بیٹھے گا میں بھی بیٹھوں گا)۔

سوال (۱): ”اسمائے شرطیہ بمعنی اِنْ“ کی وضاحت کریں نیز اس کے تمام الفاظ کو مع امثلہ بیان کریں اور یہ بھی بتائیں کہ اسمائے شرطیہ کا دوسرا نام کیا ہے؟

جواب (۱): اسمائے شرطیہ تمام کے تمام ان حرف شرط کے معنی میں ہیں بایں طور کہ جس طرح ان حرف شرط دو جملوں پر داخل ہوتا ہے اسمائے شرطیہ بھی اسی طرح دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں اور جس طرح ان شرطیہ فعل مضارع کو جزم دیتا ہے اسی طرح اسمائے شرطیہ بھی فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں نیز جس طرح ان شرطیہ دو جملوں پر داخل ہوتا ہے ان میں سے پہلے جملہ کو شرط اور دوسرے جملہ کو جزا کہتے ہیں اسی طرح اسمائے شرطیہ بھی دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں پہلے جملہ کو شرط دوسرے جملہ کو جزا کہتے ہیں۔

اسمائے شرطیہ کل نو ہیں ”مَنْ“ بمعنی جس کو یہ ذوی العقول کے لیے آتا ہے جیسے: مَنْ قَضِرْبُ اَضِرْبُ جس کو تو مارے گا میں ماروں گا، ”مَا“ بمعنی جو یہ غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے جیسے: مَا تَفْعَلُ اَفْعَلُ جو تو کرے گا میں کروں گا ”اَيْنَ“ بمعنی جہاں اَيْنَ تَجْلِسُ اَجْلِسُ جہاں تو بیٹھے گا میں بیٹھوں گا، ”مَنْ“ بمعنی جب جیسے: مَنْ تَقُمْ اَقُمْ جب تو کھڑا ہو گا میں کھڑا ہوں گا، ”اَى“ بمعنی جو کچھ جیسے: اَى شَىءٍ نَاكُلُ اَكُلُ جو کچھ تو کھائے گا میں کھاؤں گا، ”اَنْتِ“ بمعنی جس جگہ جیسے: اَنْتِ تَكْتَبُ اَكْتَبُ جس جگہ تو لکھے گا میں لکھوں گا، ”اِذَا“ بمعنی جس وقت اِذَا

تَسَافِرُ أَسَافِرُ جس وقت تو سفر کرے گا میں سفر کروں گا، "حَيْثُمَا" بمعنی جس جگہ جیسے: حَيْثُمَا تَقْصِدُ تَقْصِدُ جس جگہ کا تو قصد کرے گا میں بھی قصد کروں گا "مَهْمَا" بمعنی جس وقت جیسے: مَهْمَا تَقْعُدُ تَقْعُدُ جس وقت تو بیٹھے گا میں بیٹھوں گا۔

اسمائے شرطیہ کو کلمہ الجازات یعنی کلمات الشرط والجزا بھی کہتے ہیں۔

سوال (۲): ما زائدہ کن کن اسمائے شرطیہ کے ساتھ آتا ہے مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۲): اسمائے شرطیہ میں سے اِن اور مَنی کے ساتھ کبھی ما زائدہ بھی آجاتا

ہے جیسے: اَيْنَمَا تَجْلِسُ أَجْلِسُ جہاں تو بیٹھے گا میں بیٹھوں گا مَنی ما تَخْرُجُ

اَخْرُجُ جب تو نکلے گا میں بھی نکلوں گا، اسمائے شرطیہ میں سے پہلے چہ اسم کبھی

استفہام کے لیے بھی آتے ہیں اس وقت ان میں شرط کے معنی نہ ہوں گے اور نہ دو

جملوں پر داخل ہوں گے اور نہ ہی فعل مضارع کو جزم دیں گے جیسے: مَنْ تَضْرِبُ

؟ تو کس کو مارے گا، مَا هَذَا یہ کیا ہے؟ وغیرہ اور مَنْ، مَا اِنّی کبھی یہ تینوں موصولہ

بھی ہوتے ہیں اس وقت یہ غیر عامل ہوں گے، کوئی عمل نہیں کریں گے۔

سوال (۳): اِنّی دیگر کن کن معانی کے لیے آتا ہے سب کو مثالیں دے کر بیان

کریں اور ساتھ میں مَهْمَا کی اصلیت بھی بیان کرتے چلیں؟

جواب (۳): اِنّی کبھی کیف کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے: اِنّی زَيْدٌ بمعنی تَخِيْفٌ

زَيْدٌ زَيْدٌ کیسا ہے اور قرآن کریم میں بھی ہے "فَاَتُواخِرْتَكُمْ اِنّی سَيْئَمٌ" تم اپنی

کھیتی میں آؤ جس طرح چاہو ای کیف سَيْئَمٌ، نیز کبھی اِنّی مَنی کے معنی میں بھی

آتا ہے جیسے: اِنّی الْقِتَالُ بمعنی مَنی الْقِتَالُ؟ لڑائی کب ہوگی؟

مَهْمَا کی اصل "مَا مَا" تھی دوسرا ما زائدہ ہے پہلے "ما" کے الف کو حَا

سے بدل دیا گیا تحسین کلام کے لیے پس مَهْمَا ہو گیا۔

دوم اسمائے افعال بمعنی ماضی چوں: هَيْهَاتَ و شَتَانَ و سَرُعَانَ اسم را بنا بر  
 فاعلیت بر رفع کنند چوں: هَيْهَاتَ يَوْمَ الْعِيدِ اِنِّى بَعْدَ ، سوم اسمائے افعال بمعنی امر  
 حاضر چوں: رُوَيْدَ و بَلَّةَ و حَيْهَلُ و عَلَيكَ و ذُوْنَكَ و هَا اسم را بنصب کنند بنا بر  
 مفعولیت چوں: رُوَيْدَ زَيْدًا اِى اَمِهْلَةً -

ترجمہ | دوسری قسم: اسمائے افعال بمعنی فعل ماضی ہے جیسے: هَيْهَاتَ (دور ہوا)  
 شَتَانَ (جدا ہوا) اور سَرُعَانَ (جلدی کی) اسم کو فاعل ہونے کی بنا پر رفع دیتے  
 ہیں جیسے: هَيْهَاتَ يَوْمَ الْعِيدِ اِى بَعْدَ (عید کا دن دور ہوا) تیسری قسم: اسمائے  
 افعال بمعنی امر حاضر ہے جیسے: رُوَيْدَ ، بَلَّةَ ، حَيْهَلُ ، عَلَيكَ ، ذُوْنَكَ اور هَا ،  
 یہ اپنے اسم کو مفعول ہونے کی بنا پر نصب دیتے ہیں جیسے: رُوَيْدَ زَيْدًا اِى اَمِهْلَةً  
 (تو زید کو مہلت دے)۔

سوال (۱): اسمائے افعال کی تعریف اور تعریف پر وارد سوال کا جواب نیز اس کی  
 دونوں قسمیں اور ان کا عمل بیان کریں؟

جواب (۱): اسمائے افعال وہ اسماء ہیں جو صورتاً تو اسم ہوں اور معنی میں فعل ماضی یا  
 فعل امر کے ہوں ان کی دو قسمیں ہیں (۱) اسمائے افعال بمعنی فعل ماضی  
 (۲) اسمائے افعال بمعنی فعل امر حاضر معروف، پہلی قسم کے افعال اپنے مابعد اسم کو  
 فاعلیت کی بنا پر رفع دیتے ہیں اور دوسری قسم کے اسمائے افعال اپنے مابعد اسم کو  
 مفعولیت کی بنا پر نصب دیتے ہیں۔

یہاں اسمائے افعال کی تعریف پر ایک اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے تعریف  
 میں کہا کہ اسم فعل وہ ہیں جو فعل ماضی یا امر کے معنی میں ہوں حالانکہ اسم فعل کبھی فعل  
 مضارع کے معنی میں بھی آتے ہیں جیسے: اَفْ اِسْمُ فَعْلٍ اَتَضَجَّرُ فَعْلٌ مَضَارِعُ كَمَا مَعْنَى

میں ہے اور آوۃ (بالفتح والکسر والضم) اسم فعل اتوجع فعل مضارع کے معنی میں ہے۔  
پس تعریف جامع و مانع نہیں رہی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں اصل میں تو فعل ماضی تَضَجَرْتُ (میں جھک  
دل ہوا) اور تَوَجَّعْتُ (میں درد زدہ ہوا) کے معنی میں ہیں لیکن چونکہ ان کے اندر انشاء  
کے معنی پائے جاتے ہیں اس لیے ان کو فعل مضارع سے تعبیر کرنا مناسب حال ہے۔  
سوال (۲) مصنفؒ کے ذکر کردہ تمام اسمائے افعال بمعنی فعل ماضی اور جمع اسمائے افعال  
بمعنی فعل امر کو مع امثلہ بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ کون کس فعل کا معنی ادا کرتا ہے؟

جواب (۲): اسمائے افعال بمعنی فعل ماضی یہ ہیں هَبَّهَاتٌ بمعنی بَعَثَ (وہ دور ہوا)  
جیسے: هَبَّهَاتٌ يَوْمَ الْعِيدِ عِيدٌ كَادَنَ دُورًا هَوَا، شَتَانٌ بِمَعْنَى اِفْتَرَقَ (وہ جدا ہوا) جیسے:  
شَتَانٌ زَيْدٌ وَ عَمْرُو زَيْدٍ اَوْ عَمْرُو جَدَا هَوَا، سَرَعَانَ بِمَعْنَى سَرَعَ (اس نے جلدی  
کی) جیسے: سَرَعَانَ زَيْدٌ خُرُوجًا زَيْدٌ نَظَرَ جَلْدِي كِي تَلْكُنِي كِي اَعْتَبَارًا س۔

اور اسمائے افعال بمعنی امر حاضر یہ ہیں: رُوَيْدٌ بِمَعْنَى اَتَمَّهَلُ (تو چھوڑ) جیسے:  
رُوَيْدٌ زَيْدًا تُو زَيْدٌ كُو چھوڑ دے، بَلَّةٌ بِمَعْنَى دَعُ (تو چھوڑ دے) جیسے: بَلَّةٌ زَيْدًا تُو  
زَيْدٌ كُو چھوڑ دے حَبَّهَلُ بِمَعْنَى اِنْبِ اَوْ اَقْبَلُ (تو آ) جیسے: حَبَّهَلُ الصَّلَاةُ تُو  
نماز کو آ (اور کبھی حَبَّهَلُ صرف حَتَّى آتا ہے جیسے: مَوْذَنٌ كَبَّهَلُ حَتَّى عَلِي  
الصَّلَاةُ) ، عَلَّيْكَ بِمَعْنَى اِلْزَمُ (تو لازم پکڑ) جیسے: عَلَّيْكَ زَيْدًا تُو زَيْدٌ كُو لازم پکڑ،

بعض قول اکبری ص: ۱۰، بین السطور۔ ۲۰۹، الخوص: ۵۹، حاشیہ: ۶۔

۳ حَبَّهَلُ میں چھ لٹیں ہیں (۱) حَبَّهَلُ (۲) حَبَّهَلُ عَائِنٌ عَهْدٌ (۳) حَبَّهَلُ مَوْرِيْنَ اَمٌ (۴) حَبَّهَلُ بِمَكُون  
یاد (۵) حَبَّهَلَا بِالْمَقِ اَلْفِ بَعْدَ اَمٌ (۶) حَبَّهَلُ بِمَكُونِ اِدَا مٌ، حَبَّهَلُ بِمَكُونِ اِدَا مٌ بَعْدَ اَمٌ جیسے  
تعدی عرف جڑ ہوتا ہے مثلاً اَلِی، عَلِيٌّ بِاِتَاہِ كِي ذَرِيْعَةٌ اَشْرَحًا مَعَالِ اِبْرَاهِيْمَ ص: ۸۰۔  
۲۰ شرح حاشیہ معالی اِبْرَاهِيْمَ دَرَقَارِيْ مَجْمُوْعَةٌ ص: ۸۰۔

لَوْنُكَ بِمَعْنَى خُذْ (تو پکڑ) جیسے: لَوْنُكَ عَمْرُوًّا تُوَعِدُكَ لَوْنُكَ بِمَعْنَى خُذْ ہے جیسے: نَحَا خَالِدًا تُوَعِدُكَ لَوْنُكَ بِمَعْنَى خُذْ۔

سوال (۳): مصنف کے ذکر کردہ اسمائے افعال کے علاوہ اگر کچھ اسمائے افعال اور بھی آپ کو یاد ہوں تو بیان کریں نیز رُوَيْدٌ کا دوسرا اعراب بھی بیان کریں اور ساتھ میں ہیبت اور ہا کی مختلف لغات کی طرف بھی نشاندہی فرمائیں؟

جواب (۳): کتاب میں مذکور اسمائے افعال کے علاوہ چند اسمائے افعال یہ ہیں (۱) ضَمٌّ بِمَعْنَى اِمْرًا ضَرَأْتُكَ (تو چپ ہو جا) (۲) نَمَتْ بِمَعْنَى اِمْرًا ضَرَأْتُكَ كَفِيفٌ (تو رک جا) (۳) اَمِينٌ بِمَعْنَى فَعْلٍ اِمْرًا ضَرَأْتُكَ جَبْتُ (تو قبول کر) اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ امین بِمَعْنَى اِفْعَلٌ ہے جیسے: شعر:

ضَمٌّ رُوَيْدٌ اسكت و در معنى اكفف مه است

پس رُوَيْدٌ استجب يا افعال امين دائماً

(۴) مَبِيهٌ بِمَعْنَى اِمْرًا ضَرَأْتُكَ (تو آ) (۵) تَنَعَالٌ بِمَعْنَى اِمْرًا ضَرَأْتُكَ (تو آ)۔

”رُوَيْدٌ“ اگرچہ اسم فعل مبنی بر فتح ہے مگر کبھی وہ منصوب محوٰن بھی ہوتا ہے جب کہ صفت بن کر آ رہا ہو جیسے: اَمِيهَلَهُمْ رُوَيْدًا تُوَانُ كُوَ مَجْهُوْرٌ دَعَا مَجْهُوْرًا كَا مَصْلٍ مِّنْ اَمِيهَلَهُمْ اِمْتِهَالًا رُوَيْدًا ہے۔

هَيْهَاتَ مِّنْ تَمِيْنٍ لِّغَتِيْنَ هِيْنَ لَغْتٌ حِجَازٌ مِّنْ بَنِي تَمِيْمٍ مِّنْ بَنِي تَمِيْمٍ مِّنْ بَنِي تَمِيْمٍ مِّنْ بَنِي تَمِيْمٍ  
اور بعض لغت میں بنضم تاء بھی آیا ہے۔

”نَحَا“ میں بھی تین لغات ہیں (۱) نَحَا، (۲) نَحَا، (۳) نَحَا، (۴) نَحَا، (۵) نَحَا، (۶) نَحَا، (۷) نَحَا، (۸) نَحَا، (۹) نَحَا، (۱۰) نَحَا۔

چهارم اسم فاعل بمعنی حال یا استقبال عمل فعل خود کند بشرط آن کہ اعتماد کردہ



شرح نحو

باشد بر لفظیکہ پیش از و باشد و آں لفظ مبتدا باشد در لازم چون: زید قائم أبوه و در متعدی چون: زید ضارب أبوه عمرأ یا موصوف چون: مَرَزْتُ بر رجل ضارب أبوه بکراً یا موصول چون: جَاءَ نَبِي الْقَائِمِ أبوه و جَاءَ نَبِي الضَّارِبِ أبوه عمرأ یا ذوالحال چون: جَاءَ نَبِي زید رَاكِبًا غَلَامَةً قَرَسًا یا همزه استفهام چون: أَضْرِبُ زیدَ عَمْرُوًّا یا حرف نفی چون: مَا قَائِمٌ زیدٌ هَا عَمَلٌ كَمَا قَامَ وَ ضَرَبْتُ مِی كَرْدَ قَائِمٌ وَ ضَارِبٌ مِی كُنْدُ۔

**ترجمہ** | چہارم اسم فاعل بمعنی حال یا استقبال، فعل معروف کا عمل کرتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ ایسے لفظ پر اعتماد کئے ہوئے ہو جو اس سے پہلے ہو اور وہ لفظ تو یا مبتدا ہو کا فعل لازم میں جیسے: زید قائم أبوه (زید کہ اس کا باپ کھڑا ہے) فعل متعدی میں جیسے: زید ضارب أبوه عَمْرُوًّا (زید کہ اس کا باپ عمرو کی پٹائی کر رہا ہے) یا موصوف ہو جیسے: مَرَزْتُ بر رجل ضارب أبوه بکراً (میں ایسے شخص کے پاس سے گذرا جس کا باپ بکر کی پٹائی کر رہا ہے) یا موصول ہو جیسے: جَاءَ نَبِي الْقَائِمِ أبوه (میرے پاس وہ شخص آیا کہ جس کا باپ کھڑا ہے) و جَاءَ نَبِي الضَّارِبِ أبوه عَمْرُوًّا (میرے پاس وہ شخص آیا کہ جس کا باپ عمرو کی پٹائی کر رہا ہے) یا ذوالحال ہو جیسے: جَاءَ نَبِي زید رَاكِبًا غَلَامَةً قَرَسًا (میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ اس کا غلام گھوڑے پر سوار ہے) یا ہمزه استفهام ہو جیسے: أَضْرِبُ زیدَ عَمْرُوًّا (کیا زید عمرو کی پٹائی کر رہا ہے) یا حرف نفی ہو جیسے: مَا قَائِمٌ زیدٌ (زید کھڑا نہیں ہے) جو عمل کہ قام اور ضرب کرتے ہیں وہی عمل قائم اور ضارب کرتے ہیں۔

سوال (۱): اسم فاعل کی تعریف اور فاعل اور اسم فاعل کا فرق بیان کریں نیز یہ بھی بتائیں کہ اسم فاعل اور فعل مضارع معروف میں لفظی و معنوی مناسبت کیا کیا ہیں؟

جواب (۱): اسم فاعل وہ اسم ہے جو کسی مصدر سے مشتق ہو اور جس ذات کے لیے ثابت ہو بطریق حدوث و تجمد یعنی ناپائیداری کے طریقہ پر ثابت ہو، تاکہ بطریق ثبوت و دوام یعنی پائیداری کے طریقہ پر ثابت نہ ہو جیسے: ضاربٌ مارنے والا ایک مرد ضاربٌ اسم فاعل ہے جو ضربتٌ مصدر سے مشتق ہے اور یہ معنی مصدری یعنی مارنا ذات مرد کے ساتھ کچھ دیر تک قائم رہتے ہیں جب تک کہ اس سے فعل ضربتٌ صادر ہوتا رہتا ہے اور پھر اس کے بعد قائم نہیں رہتے۔

فاعل بر خلاف اسم فاعل کے اس ذات کو کہتے ہیں جس سے فعل صادر ہو جیسے: ضربتٌ زیندٌ میں زیندٌ فاعل ہے جس سے مارنا فعل صادر ہو رہا ہے۔

اسم فاعل اور فعل مضارع معروف میں لفظی اعتبار سے تین طرح مشابہت ہے (۱) جتنے حروف فعل مضارع میں ہوتے ہیں اتنے ہی اسم فاعل میں ہوتے ہیں جیسے: يضربُ سے ضاربٌ (۲) جتنی حرکتیں فعل مضارع میں ہوں گی اتنی ہی اسم فاعل میں ہوں گی (۳) جتنے سکون مضارع میں ہوں گے اتنے ہی اسم فاعل میں ہوں گے، اور ان دونوں کے درمیان معنوی اعتبار سے ایک مشابہت ہے وہ یہ کہ جس طرح فعل مضارع میں حال اور استقبال کے معنی پائے جاتے ہیں اسی طرح اسم فاعل میں بھی حال اور استقبال کے معنی پائے جاتے ہیں۔

سوال (۲): اسم فاعل کن چھ چیزوں پر سہارا لگا کر عمل کرتا ہے، لازم و متعدی کی بارہ مثالوں کو ترجمہ کے ساتھ بیان کریں اور ساتھ میں ہر مثال کی نوعیت بھی واضح کریں؟

جواب (۲): چونکہ اسم فاعل فعل مضارع معروف سے بنایا جاتا ہے پس اس لیے وہ بھی فعل معروف کی طرح لازم ہونے کی صورت میں فاعل کو رفع، اور متعدی ہونے کی صورت میں فاعل کو رفع اور مفعول بہ کو نصب دے گا مگر یہ عمل تب کرے گا جب

کہ وہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو ورنہ تو عمل نہیں کرے گا نیز اسم فاعل کے عمل کرنے کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اس وقت عمل کرے گا جب کہ چھ چیزوں میں سے کسی ایک چیز پر اعتماد اور سہارا لگائے ہوئے ہو جو اس سے پہلے ہو یعنی اپنے ماقبل سے اس طرح تعلق رکھتا ہو جس طرح کہ خبر مبتدا سے اور صلہ موصول سے تعلق رکھتا ہے اور وہ چھ معتمدات مندرجہ ذیل ہیں (۱) اسم فاعل سے پہلے یا تو مبتدا ہوگا اور اسم فاعل اپنے معمول سے مل کر مبتدا کی خبر ہوگا جیسے: لازم کی مثال: زَيْدٌ قَائِمٌ أَبُوهُ زَيْدٌ کہ اس کا باپ کھڑا ہے، متعدی کی مثال جیسے: زَيْدٌ ضَارِبٌ أَبُوهُ عَمْرُوٌّ زَيْدٌ کہ اس کا باپ عمرو کو مارتا ہے یا مارے گا پس دونوں مثالوں میں اسم فاعل سے پہلے مبتدا آیا ہے جس نے اسم فاعل کو سہارا دے کر اس میں عمل کی طاقت پیدا کر دی، چنانچہ پہلی مثال میں قَائِمٌ اسم فاعل نے أَبُوهُ کو فاعل بنا کر رفع دیا اور دوسری مثال میں ضَارِبٌ اسم فاعل نے أَبُوهُ کو فاعلیت کی بنا پر رفع اور عمرو کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیا ہے۔

(۲) یا اسم فاعل سے پہلے موصوف ہو اور اسم فاعل اس کی صفت بنے جیسے: لازم کی مثال: مَرَزَتْ بِرَجُلٍ قَائِمٌ أَبُوهُ میں ایسے مرد کے پاس سے گزرا کہ جس کا باپ کھڑا ہے، متعدی کی مثال جیسے: مَرَزَتْ بِرَجُلٍ ضَارِبٌ أَبُوهُ عَمْرُوٌّ میں ایسے مرد کے پاس سے گزرا کہ جس کا باپ عمرو کو مارتا ہے دونوں مثالوں میں اسم فاعل سے پہلے موصوف آیا ہے جس نے اسم فاعل کو سہارا دے کر اس میں عمل کی قوت پیدا کی ہے پہلی مثال میں قَائِمٌ اسم فاعل نے أَبُوهُ کو فاعل بنا کر رفع دیا ہے اور دوسری مثال میں ضَارِبٌ نے أَبُوهُ کو فاعل بنا کر رفع اور عمرو کو مفعول بنا کر نصب دیا ہے۔

(۳) یا اسم فاعل سے پہلے موصول ہو اور اسم فاعل اس کا صلہ بن رہا ہو جیسے: لازم کی مثال: جَاءَ نَبِيُّ الْقَائِمِ أَبُوهُ مِيرٌ سے پاس وہ شخص آیا کہ جس کا باپ کھڑا ہے، متعدی

کی مثال جیسے: حَجَاةٌ نَبِيٍّ الضَّارِبُ اَبُوهُ عَمْرُوًا میرے پاس وہ شخص آیا کہ جس کا باپ عمرو کو مارنے والا ہے دونوں مثالوں میں اسم فاعل سے پہلے الف لام بمعنی الذی اسم موصول ہے کہ جس کے ساتھ وہ سہارا لگائے ہوئے ہے، پس اسم موصول نے اس کو سہارا دے کر اس میں عمل کی طاقت پیدا کر دی کہ جس کی وجہ سے اس نے عمل کیا چنانچہ پہلی مثال میں الْقَائِمُ نے اَبُوهُ کو فاعل بنا کر رفع دیا اور دوسری مثال میں الضَّارِبُ نے اَبُوهُ کو فاعل بنا کر رفع اور عمروًا کو مفعول بنا کر نصب دیا ہے۔

(۴) یا اسم فاعل سے پہلے ذوالحال ہو اور اسم فاعل اس کا حال واقع ہو رہا ہو جیسے: لازم کی مثال: حَجَاةٌ نَبِيٍّ زَيْدٌ قَائِمًا غُلَامًا میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ اس کا غلام کھڑا ہونے والا ہے، متعدی کی مثال جیسے: حَجَاةٌ نَبِيٍّ زَيْدٌ رَاكِبًا غُلَامًا فَرَسًا میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ اس کا غلام گھوڑے پر سوار ہونے والا ہے، دونوں مثالوں میں اسم فاعل قَائِمًا اور رَاكِبًا سے پہلے زَيْدٌ ذوالحال ہے جس پر اسم فاعل نے اعتماد اور سہارا لیا ہے، جس کی وجہ سے اس میں عمل کی قوت پیدا ہوئی ہے چنانچہ قَائِمًا اسم فاعل نے غُلَامًا کو فاعل بنا کر رفع دیا اور اسم فاعل رَاكِبًا نے غُلَامًا کو فاعلیت کی بنا پر رفع دیا اور فَرَسًا کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیا ہے۔

(۵) یا اسم فاعل سے پہلے ہمزہ استفہام ہو اور اسم فاعل اس کا مستفہم ہو جیسے: لازم کی مثال: اَقَائِمُ زَيْدٌ کیا زید کھڑا ہے؟ متعدی کی مثال جیسے: اَضْرَبُ زَيْدٌ عَمْرُوًا کیا زید عمرو کو مارنے والا ہے؟ دونوں مثالوں میں اسم فاعل سے پہلے ہمزہ استفہام ہے جس پر سہارا لگا کر اسم فاعل میں عمل کی طاقت پیدا ہوئی چنانچہ پہلی مثال میں قَائِمُ اسم فاعل نے زَيْدٌ کو فاعل بنا کر رفع دیا اور دوسری مثال میں ضَارِبُ نے زَيْدٌ کو فاعلیت کی بنا پر رفع اور عَمْرُوًا کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیا ہے۔

(۶) یا اسم فاعل سے پہلے حرف نفی ہو جیسے: لازم کی مثال: مَا قَائِمٌ زَيْدٌ كَمَا كُنَّا نَحْنُ  
ہے متعدی کی مثال جیسے: مَا ضَارِبٌ زَيْدٌ عَمْرًا زَيْدٌ كَمَا كُنَّا نَحْنُ،  
دونوں مثالوں میں اسم فاعل سے پہلے حرف نفی آیا ہے اس نے اسم فاعل کو سہارا  
دے کر اس میں عمل کرنے کی طاقت پیدا کر دی چنانچہ اب اس نے عمل کیا اور پہلی  
مثال میں زَيْدٌ کو فاعل بنا کر رفع دیا اور دوسری مثال میں زَيْدٌ کو فاعلیت کی بنا پر رفع  
اور عَمْرًا کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیا ہے۔

سوال (۳): کتاب کی عبارت ”ہما عمل کہ قام، ضَرَبَ مِي كَرُو قَائِمٌ، ضَارِبٌ مِي  
كَنْد“ سے مصنف ”کیا کہنا چاہتے ہیں؟“

جواب (۳): مذکورہ عبارت سے مصنف ”علام یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قام فعل لازم اور  
ضَرَبَ فعل متعدی ہے اور فعل لازم کا عمل فاعل کو رفع دینا اور فعل متعدی کا عمل فاعل کو رفع  
اور مفعول کو نصب دینا ہے، چنانچہ جب قام فعل لازم سے قائم اسم فاعل بنے گا تو وہ بھی  
اپنے فاعل کو رفع دے گا اور جب ضَرَبَ فعل متعدی سے ضَارِبٌ اسم فاعل بنے گا تو وہ  
بھی اپنے فاعل کو رفع دے گا اور مفعول کو نصب دے گا مگر شرط وہی ہے کہ اس سے پہلے  
مذکورہ بالا چھ معتمدات میں سے کوئی ایک ہو کہ جس پر اسم فاعل سہارا لگائے ہوئے ہو۔

آخر کے دو معتمد ہمزہ استفہام اور حرف نفی پر اعتراض ہوتا ہے کہ وہ دونوں  
حرف ہیں، لہذا وہ کیسے اسم فاعل کو سہارا دے کر طاقتور بنا سکتے ہیں جب کہ حرف تو  
خود کمزور ہوتا ہے، پس یہ کیسے معتمد بن گئے؟ اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہمزہ  
استفہام اصل میں اَسْتَفْهِمُ فعل مضارع متکلم کے معنی میں ہے اور ما حرف نفی اَنْفِي  
فعل مضارع کے معنی میں ہے پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں معتمد اصل میں فعل ہیں  
اور حرف کی صرف شکل ہے اور فعل عمل کے اعتبار سے بھرپور طاقتور ہے، چنانچہ اس

نے اسم فاعل کو سہارا دے کر اسے بھی طاقتور عامل بنا دیا۔

اسم فاعل جس طرح فاعل اور مفعول دونوں میں عمل کرتا ہے اسی طرح بوقت ضرورت دیگر اسماء میں بھی فعل لازم و متعدی کی طرح عمل کرتا ہے جیسے زَيْدٌ ضَارِبٌ اَبُوهُ عَمْرُوًّا ، ضَرْبًا شَدِيدًا تَادِيْبًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِمَامَ الْاِمِيْرُو الْاَعَشْبَةِ ظُلْمًا مَشْدُوْدًا لیکن اسم فاعل کے اس طرح کے معمولات کم ہوتے ہیں اس لیے کتاب میں اس کی مثال بیان نہیں کی۔

اسی طرح اسم فاعل متعدی بدو مفعول اور متعدی سے مفعول بھی ہوتا ہے اور ہر ایک مفعول میں عمل کرتا ہے جیسے: متعدی بدو مفعول: زَيْدٌ مُعْطِيٌّ اَبُوهُ عَمْرُوًّا دِرْهَمًا زَيْدٌ کہ اس کا باپ عمرو کو درہم دینے والا ہے اور متعدی بدو مفعول کہ ایک مفعول پر اقتصار جائز نہ ہو: زَيْدٌ عَلِيْمٌ اَبُوهُ عَمْرُوًّا فَاضِلًا زَيْدٌ کہ اس کا باپ عمر کو فاضل جاننے والا ہے، متعدی سے مفعول: زَيْدٌ مُخْبِرٌ اَبُوهُ عَمْرُوًّا بِكُرٍّ فَاضِلًا زَيْدٌ کہ اس کا باپ عمر کو خبر دینے والا ہے کہ بکر فاضل ہے یہ چاروں مثالیں معتد مبتدا کی ہیں اسی طرح موصوف، موصول، ذوالحال، ہمزہ استفہام اور حرف نفی کی مثالیں از خود بنا کر یاد کر لینی چاہئیں۔

پنجم اسم مفعول بمعنی حال و استقبال عمل مجہول کند بشرط اعتماد مذکور چوں: زَيْدٌ مَضْرُوْبٌ اَبُوهُ وَعَمْرُوٌّ مُعْطِيٌّ غُلَامَةٌ دِرْهَمًا وَ بَكْرٌ مَّعْلُوْمٌ بِنِ اَبْنَةِ فَاضِلًا وَ خَالِدٌ مُخْبِرٌ بِنِ اَبْنَةِ عَمْرُوًّا فَاضِلًا ہا عمل کہ ضَرْبٌ وَ اُعْطِيَ وَ عَلِيْمٌ، اُخْبِرَ مِي كَرْدِ مَضْرُوْبٌ وَ مُعْطِيٌّ وَ مَّعْلُوْمٌ وَ مُخْبِرٌ مِي كَنَد۔

ترجمہ پنجم اسم مفعول بمعنی حال و استقبال فعل مجہول کا عمل کرتا ہے بشرطیکہ مذکورہ چیزوں پر اعتماد کئے ہوئے ہو جیسے: زَيْدٌ مَضْرُوْبٌ اَبُوهُ (زید کہ اس کے باپ کو مارا گیا ہے) عَمْرُوٌّ مُعْطِيٌّ غُلَامَةٌ دِرْهَمًا (عمرو کہ اس کے غلام کو درہم دیا گیا

(ہے) وَ تَكْرُمًا مَعْلُومٌ بِ اِبْنَةِ فَاضِلًا (بمگر کہ اس کے بیٹے کا فاضل ہونا جانا گیا ہے) وَ تَحَالِفًا مُنْخَبِرًا بِ اِبْنَةِ عَمْرٍوَا فَاضِلًا (خالد کہ اس کا بیٹا عمرو کے فاضل ہونے کی خبر دیا گیا ہے) جو عمل کہ ضَرْبٌ ، اُعْطِي ، عَلِيْمٌ اور اُخْبِرَ کرتے ہیں وہی عمل مَضْرُوْبٌ ، مَعْطِيٌّ ، مَعْلُوْمٌ اور مُنْخَبِرٌ کرتے ہیں۔

سوال (۱): اسم مفعول کی تعریف اور مفعول اور اسم مفعول کا فرق بیان کریں، نیز بتائیں کہ اسم مفعول کس فعل کا معنی دیتا ہے؟

جواب (۱): اسم مفعول وہ اسم ہے جو مصدر سے بنا ہوا اور ایسے شخص کی ذات پر بطور حدوث و تجدد یعنی بطریق ناپائیداری دلالت کرے کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا ہو جیسے: مَضْرُوْبٌ ، برخلاف مفعول بہ کے کہ وہ ایسا اسم ہے کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا ہو جیسے: ضَرْبَ زَيْدٍ عَمْرٍوَا کی مثال میں عمرو اسم مفعول بہ ہے، اور اسم مفعول فعل مجہول کے معنی دیتا ہے جب کہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو۔

سوال (۲): متن مذکور ”عمل فعل مجہول کند“ کا کیا مطلب ہے اور اسم مفعول کے چھ معتمد کون کونسے ہیں، نیز مصنف نے چار مثالیں دی ہیں ان کو ترجمہ کے ساتھ بیان کریں اور ہر مثال کی نوعیت کو واضح کرتے ہوئے بتائیں کہ یہ چار مثالیں کیوں دی گئی ہیں؟

جواب (۲): مصنف کی عبارت ”عمل فعل مجہول کند“ کا مطلب یہ ہے کہ اسم مفعول چونکہ فعل مجہول متعدی سے بنتا ہے اور فعل مجہول کا عمل نائب فاعل کو رفع دینا اور باقی مفاعیل کو نصب دینا ہے اس لیے اس سے بننے والا اسم مفعول بھی یہی عمل کرے گا کہ نائب فاعل کو رفع اور باقی مفاعیل کو نصب دے گا، بشرطیکہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو اور مذکورہ چھ معتمدوں میں سے کسی ایک پر سہارا لگائے ہوئے ہو۔

اسم مفعول کے لیے بھی وہی چھ معتمد ہیں جو اسم فاعل کے لیے ہیں

(۱) مبتدا (۲) موصول (۳) موصول (۴) ذوالحال (۵) ہمزہ استفہام (۶) حرف  
 نفی۔ ان چھ معتدوں سے اگر کوئی ایک اسم مفعول سے پہلے ہوگا تو اسم مفعول عمل کرے  
 گا ورنہ تو نہیں جیسے: مبتدا کی مثال زید مَضْرُوبٌ اَبُوہُ زید کہ اس کا باپ مارا گیا ہے  
 اور عَمْرُوٌ مُعْطَى غَلَامَةٌ دِرْعَمًا عمرو کہ اس کا غلام درہم دیا گیا ہے، ہِکْرٌ مَعْلُومٌ بِنِ  
 اَبْنَةِ فَاضِلًا ہکر کہ اس کا بیٹا فاضل جانا گیا ہے، خَالِدٌ مُخْبِرٌ بِنِ اَبْنَةِ عَمْرٍوًا فَاضِلًا  
 خالد کہ اس کے بیٹے کو عمرو کے فاضل ہونے کی اطلاع دی گئی ہے، پس ان چاروں  
 مثالوں میں اسم مفعول سے پہلے مبتدا ہے اس نے اسم مفعول کو سہارا دے کر اتنا طاقتور  
 بنا دیا کہ وہ عمل کرنے کے قابل ہو گیا چنانچہ اب اس نے اپنے نائب فاعل کو رفع دیا اور  
 باقی مفاعیل کو نصب دیا ہے نیز مصنف نے یہ چار مثالیں اس لیے دی ہیں کہ چونکہ اسم  
 مفعول فعل مجہول سے بنتا ہے اور فعل مجہول فعل متعدی سے تو نتیجہ نکلا کہ اسم مفعول فعل  
 متعدی سے بنتا ہے اور فعل متعدی کی چار قسمیں ہیں اور چونکہ اسم مفعول بھی اسی سے  
 بنتا ہے اس لیے اس کی بھی چار قسمیں ہوئی، پس مصنف نے اس کی چاروں قسموں کی  
 مثالیں دی ہیں اس اعتبار سے چار مثالیں ہوئی۔

اور فعل متعدی کی چار قسمیں یہ ہیں: (۱) متعدی بیک مفعول (۲) متعدی بدو  
 مفعول (ایک مفعول پر اقتصار جائز ہو) (۳) متعدی بدو مفعول (ایک مفعول پر  
 اقتصار جائز نہ ہو) (۴) متعدی بہ مفعول، پس ان سے بننے والے اسم مفعول کی  
 بھی یہی چار قسمیں ہوں گی (۱) متعدی بیک مفعول جیسے: مَضْرُوبٌ (۲) متعدی بدو  
 مفعول اور ایک مفعول پر اقتصار جائز ہو جیسے: مُعْطَى (۳) متعدی بدو مفعول اور  
 ایک مفعول پر اقتصار جائز نہ ہو جیسے: مَعْلُومٌ (۴) متعدی بہ مفعول جیسے: مُخْبِرٌ۔

سوال (۳): "ہا عمل کہ ضرب و أعطی، عَلِمَ، أَخْبَرَنِي كَرِهَ مَضْرُوبٌ، مُعْطَى، مَعْلُومٌ"



مُنْخَبِرٌ مِی کَنْد“ مذکورہ عبارت سے مصنف ”کیا کہنا چاہتے ہیں، نیز اسم مفعول کی مجموعی طور پر کتنی مثالیں بنتی ہیں اور کس طرح، سب کو ترتیب وار نقشہ کے ساتھ بیان کریں؟

جواب (۳): مذکورہ عبارت سے مصنف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ضَرْبٌ ، أُعْطِيَ ، مَعْجَمٌ ، أُخْبِرَ اپنے اپنے طریقہ سے جو عمل کرتے ہیں، لہذا ان سے بننے والے اسم مفعول بھی وہی عمل کریں گے مثلاً ضَرْبٌ متعدی بیک مفعول جس طرح اپنے نائب فاعل کو رفع دیتا ہے اسی طرح اس سے بننے والا اسم مفعول بھی اپنے نائب فاعل کو رفع دے گا اور أُعْطِيَ و مَعْجَمٌ متعدی بدو مفعول جس طرح یہ اپنے پہلے مفعول کو نائب فاعل بنا کر رفع دیتے ہیں اور دوسرے مفعول کو نصب دیتے ہیں اسی طرح ان سے بننے والے اسم مفعول بھی اپنے نائب فاعل کو رفع اور مفعولوں کو نصب دیں گے، اور أُخْبِرَ متعدی بسہ مفعول جس طرح اپنے نائب فاعل کو رفع اور باقی دو مفعول کو نصب دیتا ہے اسی طرح اس سے بننے والا اسم مفعول بھی اپنے نائب فاعل کو رفع اور دیگر مفاعیل کو نصب دے گا۔

مخفی نہ رہے کہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے عمل کرنے کے لیے بمعنی حال یا استقبال ہونے کی شرط اس وقت ہے جب کہ وہ معرف باللام نہ ہوں اور اگر معرف باللام ہوں تو اس شرط کے بغیر بھی عمل کرتے ہیں، خواہ بمعنی فعل ماضی ہی کیوں نہ ہوں جیسے: جَاءَ الضَّارِبُ اِبْنُ بَكْرٍ وَجَاءَ نِي الْمَضْرُوبِ ابُوهُ الْاَن اَوْغَدًا اَوْ اَمْسٍ۔

اسم مفعول کی مجموعی طور پر کل چوبیس مثالیں بنتی ہیں اس طرح کہ معتمد چھ ہیں اور اسم مفعول کی چار قسمیں ہیں پس چھ کو چار میں ضرب دینے سے  $6 \times 4 = 24$  صورتیں ہوں گی مگر کتاب میں صرف معتمد مبتدا کی چار مثالوں پر اکتفا کیا گیا ہے اس لیے ان تمام مثالوں کا نقشہ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

متعدی	متعدی بیک مفعول	متعدی بید مفعول ایک مفعول پر اکثراً جاتا ہے	متعدی بید مفعول ایک مفعول پر اکثراً جاتا ہے	متعدی بید مفعول	متعدی
مبتدا	زید مَضْرُوبُ أبوه	عمر و مُعْطَى غلامہ دِرْهَمًا	بکر مَعْلُومٌ ابنته فاضلاً	خالد ابنته عمرو فاضلاً	مبتدا
مبتدا	زید مَضْرُوبُ أبوه	مَرْرُوثٌ بِرَجُلٍ مُعْطَى غلامہ دِرْهَمًا	مَرْرُوثٌ بِرَجُلٍ مُعْلُومٌ ابنته فاضلاً	مَرْرُوثٌ بِرَجُلٍ مُنْجَبِرٌ ابنته فاضلاً	مبتدا
موصوف	جاء بنی المَضْرُوبُ أبوه	جاء بنی المَعْطَى غلامہ دِرْهَمًا	جاء بنی المَعْلُومُ ابنته فاضلاً	جاء بنی المُنْجَبِرُ ابنته عمرو فاضلاً	موصوف
ذوالحال	جاء بنی زید مَضْرُوبًا أبوه	جاء بنی زید مَعْلُومًا مُعْطَى غلامہ دِرْهَمًا	جاء بنی زید مَعْلُومًا ابنته فاضلاً	جاء بنی زید مُنْجَبِرًا ابنته عمرو فاضلاً	ذوالحال
انزوا استظهار	أَمْضَرُوبٌ زید	أَمْعْطَى زید دِرْهَمًا	أَمْعْلُومٌ زید فاضلاً	أَمْنْجَبِرٌ زید عمرو فاضلاً	انزوا استظهار
حرفی	مَامَضْرُوبٌ زید	مَامَعْطَى زید دِرْهَمًا	مَامَعْلُومٌ زید فاضلاً	مَامَنْجَبِرٌ زید عمرو فاضلاً	حرفی

ششم صفت مشبہ عمل خود کند بشرط اعتماد مذکور چوں زیند حَسَنٌ غَلَامَةٌ  
ہا عمل کہ حَسَنٌ می کرد حَسَنٌ می کند۔

ترجمہ | چھٹی قسم: صفت مشبہ ہے جو اپنے فعل کا عمل کرتی ہے بشرطیکہ مذکورہ چیزوں  
پر اعتماد کئے ہوئے جیسے: زیند حَسَنٌ غَلَامَةٌ (زید کہ اس کا غلام اچھا ہے) جو عمل  
کہ حَسَنٌ کرتا ہے وہی عمل حَسَنٌ کرتا ہے

سوال (۱): صفت مشبہ کی تعریف اور حدوث و ثبوت میں فرق بیان کریں، نیز  
صفت مشبہ کی وجہ تسمیہ اور اس کی گردان بھی بیان کریں؟

جواب (۱): صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے اس ذات کے لیے وضع کیا گیا  
ہو جس کے ساتھ معنی مصدری بطور ثبوت قائم ہونہ کہ بطور حدوث اور حدوث  
و ثبوت میں فرق یہ ہے کہ حدوث مسبوق بالعدم عدم سے وجود میں آیا ہوا ہوتا ہے  
جیسے: مَضْرُوبٌ کہ پہلے صحیح سالم تھا بعد میں مارا گیا ہے برخلاف ثبوت کے جیسے:  
حَسَنٌ کہ یہ ایسی صفت ہے جو ابتدا ہی سے موصوف کے ساتھ لگی ہوئی ہوتی ہے  
کہ جس کے ساتھ ہوگی ابتدا سے لے کر ہمیشہ رہے گی ایسا نہیں ہوگا کہ ایک آدمی  
صبح کو خوبصورت نہ ہو اور شام کو ہو جائے۔

صفت مشبہ کو مشبہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اسم فاعل کے ساتھ تین چیزوں میں  
مشابہ ہوتی ہے (۱) تذکیر و تانیث میں (۲) واحد و ثننیہ و جمع میں (۳) اور گردان  
میں، یعنی صفت مشبہ کی گردان بھی اسی طرح آتی ہے جس طرح اسم فاعل کی گردان  
آتی ہے جیسے: حَسَنٌ حَسَنَانِ حَسَنُونَ ، حَسَنَةٌ حَسَنَتَانِ حَسَنَاتٌ۔

سوال (۲): صفت مشبہ کے ساتھ بمعنی حال یا استقبال کی شرط کیوں نہیں ہے، نیز  
متن مذکور ”عمل فعل خود کند“ کا کیا مطلب ہے وضاحت فرمائیں اور بتائیں کہ صفت

مشبہ کے کتنے معتمد ہیں اور کیوں، مصنفؒ نے موصول کا استثناء کیوں نہیں کیا؟  
 جواب (۲): صفت مشبہ کے ساتھ بمعنی حال اور استقبال کی شرط اس لیے نہیں ہے  
 کہ زمانہ کی تعیین تو معنی کے عارضی ہونے پر دال ہے جب کہ صفت مشبہ میں تو  
 معنی ہیئتگی اور پائیداری کے ساتھ پائے جاتے ہیں، پس اس لیے اس میں حال اور  
 استقبال کی شرط کی ضرورت نہیں۔

مذکورہ متن ”عمل فعل خود کند“ کا مطلب یہ ہے کہ صفت مشبہ فعل لازم سے  
 بنتی ہے اور فعل لازم کا عمل یہ ہے کہ وہ اپنے فاعل کو رفع دیتا ہے، لہذا اس سے بننے  
 والی صفت مشبہ بھی اپنے ہی فعل کا عمل کرے گی، یعنی فاعل کو رفع دے گی جیسے: زيد  
 حَسَنٌ غلامٌ زيد کہ اس کا غلام خوبصورت ہے۔

صفت مشبہ کے پانچ معتمد ہیں اور وہ اسم موصول کو چھوڑ کر باقی تمام وہی ہیں جو  
 اسم فاعل اور اسم مفعول کے لیے ہیں اور اس کو بھی معتمد کی ضرورت اسی لیے ہوتی ہے  
 کہ یہ اسم ہے اور کام کرنے فعل کا چلا ہے کیونکہ عمل کرنا اصل فعل کا کام ہے اس لیے  
 اس کو طاقت و سہارا دینے کے لیے معتمد کی ضرورت ہوئی تاکہ وہ اس میں عمل کرنے کی  
 قوت پیدا کر دے، نیز مصنفؒ نے اسم موصول کا استثناء اس لیے نہیں کیا کہ ان کو طلباء  
 پر اعتماد ہے کہ انہیں معلوم ہوگا کہ اسم موصول بصورت الف لام صرف اسم فاعل اور اسم  
 مفعول پر ہی آتا ہے، اور اسم فاعل اور صفت مشبہ میں فرق صرف اتنا ہے کہ اسم فاعل  
 میں صفت عارضی ہوتی ہے اور صفت مشبہ میں صفت دائمی ہوتی ہے۔

سوال (۳) مصنفؒ کی عبارت ”ہما عمل کہ حَسَنٌ مِی کرد حَسَنٌ مِی کند“ کا  
 مطلب سمجھائیں اور ساٹھی صفت مشبہ کی تمام مثالیں تمام معتمدوں کے ساتھ مع  
 ترجمہ کے بیان کریں؟

جواب (۳): مصنف کی عمارت "ذمائل" کہ حسن فی کرد حسن کی کند کا طلب یہ ہے کہ جس طرح حسن فعل لازم اپنے فاعل کو رفع دیتا ہے اسی طرح اس سے بننے والی صفت موصیہ بھی اپنے فاعل کو رفع دے گی، صفت موصیہ کی تمام مستندوں کے ساتھ مثالیں حسب ذیل ہیں۔

مبتدا کی مثال: زیند حسن علامۃ زید کماں کا غلام خوبصورت ہے۔ حصول کی مثال: جیسے: جاء نبی زینل حسن علامۃ میرے پاس ایسا آدمی آیا کہ جس کا غلام خوبصورت ہے، ذوالحال کی مثال: جاء نبی زیند حسنا علامۃ میرے پاس زید آیا اس حال میں کماں کا غلام خوبصورت ہے، ہمزہ استفہام کی مثال جیسے: احسن زید کیا زید خوبصورت ہے؟ حرف نفی کی مثال جیسے: نفا حسن زید زید خوبصورت نہیں ہے۔

ہفتم اسم تفضیل و استعمال او بر سے وجہ است بہ من چون زید افضل من عمرو یا بالف ولام چون جاء نبی زیدن الا افضل یا باضافت چون زید افضل القوم و عمل او در فاعل باشد و آں ہو است فاعل افضل کدر و مستتر است۔

ترجمہ ساتویں قسم: اسم تفضیل ہے، اس کا استعمال تین طریقے پر ہوتا ہے (۱) من کے ساتھ جیسے: زید افضل من عمرو (۲) الف ولام کے ساتھ جیسے: جاء نبی زیدن الا افضل (میرے پاس زید آیا جو سب سے افضل ہے) (۳) اضافت کے ساتھ جیسے: زیند افضل القوم (زید قوم میں سب سے افضل ہے) اس کا عمل فاعل میں ہوتا ہے اور وہ موصیہ ضمیر ہے جو افضل کے اندر پوشیدہ ہے۔

سوال (۱): اسم تفضیل کی تعریف بیان کریں اور بتائیں کہ اسم تفضیل بنانے کے لیے کیا شرط ہے؟

جواب (۱): اسم تفضیل وہ اسم ہے جو مصدر سے بنا ہو اور اسکی ذات پر دلالت کرے

کہ جس میں دوسرے کے مقابلہ میں معنی مصدری کی زیادتی ہو، اس کا مذکر بروزن  
فَعَّلٌ اور مؤنث بروزن فَعَّلِي آتا ہے اور بعض صیغوں میں تغیر بھی ہوتا ہے جیسے:  
خَيْرٌ اور شَرٌّ اصل میں اَخِيْرٌ اور اَشْرٌ تھے۔

اسم تفضیل کبھی اسم قائل کے معنی میں زیادتی کرتا ہے جیسے: اَضْرَبْتُ زیادہ  
مارنے مارنے والا اَعْلَمْتُ زیادہ جاننے والا اور کبھی اسم مفعول کے معنی میں زیادتی  
کرتا ہے جیسے: اَعْرَفْتُ زیادہ مشہور اَشْغَلْتُ زیادہ مشغول اور اسم تفضیل کے لیے شرط  
یہ ہے کہ وہ صرف مٹلائی مجرد کے ان افعال سے آتا ہے جن میں رنگ و عیب کے معنی  
نہ ہوں اور اگر اسم تفضیل کو مٹلائی مجرد میں رنگ و عیب کے معنی والے افعال سے بنانا  
چاہیں یا مٹلائی مزید فیہ یارباعی مجرد یارباعی مزید فیہ سے بنانا چاہیں تو اس کا طریقہ  
الگ ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے اَشْدُّ لاؤ پھر جس فعل سے اسم تفضیل بنانا ہو اس کا  
مصدر لے آؤ پس اسم تفضیل بن جائے گا جیسے: مٹلائی مجرد رنگ و عیب کے معنی  
والے افعال کی مثال: اَشْدُّ حُمْرَةً سب سے زیادہ سرخ، اَشْدُّ عَرَجًا سب سے  
زیادہ لنگڑانے والا، مٹلائی مزید فیہ کی مثالیں اَشْدُّ اِحْتِنَابًا بہت زیادہ پرہیز کرنے  
والا، اَشْدُّ اِحْسَانًا بہت زیادہ احسان کرنے والا، رباعی مجرد کی مثال: اَشْدُّ  
رَغْفَرَةً بہت زیادہ زعفران سے رنگنے والا، رباعی مزید فیہ کی مثال: اَشْدُّ تَبَخُّرًا  
بہت زیادہ تازے چلنے والا وغیرہ۔

سوال (۲): اسم تفضیل کے استعمال کے تینوں طریقے مع مثال بیان کریں نیز  
مثالوں میں مفعول اور مفعول علیہ کی بھی تعیین کریں؟

جواب (۲): اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں پر ہوتا ہے (۱) کبھی من حرف جر  
کے ساتھ ہوتا ہے جیسے: زَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو زید عمرو سے زیادہ افضل ہے اس

مثال میں زید مفضل (جس کو فضیلت دی گئی ہو) اور عمرو مفضل علیہ ہے (جس پر فضیلت دی گئی) (۲) کبھی اسم تفضیل کا استعمال الف لام کے ساتھ ہوتا ہے جیسے: جَاءَ نَبِيٌّ زَيْنِدٍ الْاَفْضَلُ میرے پاس زید آیا جو سب سے افضل ہے، اس مثال میں زید مفضل اور مفضل علیہ اسم تفضیل کے بعد پوشیدہ ہے یعنی "بن عمرو" (۳) اور کبھی اسم تفضیل مضاف بن کر آتا ہے جیسے: زَيْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ زید قوم میں سب سے زیادہ افضل ہے، اس مثال میں زید مفضل اور قوم مفضل علیہ ہے۔

سوال (۳): اسم تفضیل کا عمل بیان کریں اور وضاحت کریں کہ مفضل علیہ کو کب محذوف کیا جاتا ہے؟

جواب (۳): اسم تفضیل اپنے فاعل کو رفع دیتا ہے اور اس کا فاعل خود اس کے اندر ضمیر مستتر ہوتی ہے جیسے: زَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو میں افضل کا فاعل هو ضمیر ہے جو اس میں پوشیدہ ہے نیز افضل پر تثنیہ نہیں آئی اس لیے کہ غیر منصرف ہے۔ اور کبھی مفضل علیہ کو معروف و مشہور ہونے کی وجہ سے حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے: اللّٰهُ اَكْبَرُ میں اللہ مفضل اور اکبر اسم تفضیل ہے اور مفضل علیہ "مِنْ شَيْءٍ شَيْءٍ" محذوف ہے پس اصل عبارت یوں ہے اللّٰهُ اَكْبَرُ مِنْ شَيْءٍ شَيْءٍ۔

ہشتم مصدر بشرط آنکہ مفعول مطلق نباشد عمل فعلش کند چوں اَعْجَبَنِي ضَرْبُ زَيْدِ عَمْرٍو، ہم اسم مضاف مضاف الیہ را بجز کند چوں جَاءَ نَبِيٌّ غُلَامٌ زَيْدٌ بدانکہ اینجا لام بحقیقت مقدرست زیرا کہ تقدیرش آنست کہ غلامٌ لَزَيْدِ

ترجمہ آٹھویں قسم: مصدر ہے بشرطیکہ مفعول مطلق نہ ہو، وہ بھی اپنے فعل کا عمل کرتا ہے جیسے: اَعْجَبَنِي ضَرْبُ زَيْدِ عَمْرٍا (مجھے زید کا عمرو کی پٹائی کرنا اچھا لگا) نویں قسم: اسم مضاف مضاف الیہ کو جر دیتا ہے جیسے: جَاءَ نَبِيٌّ غُلَامٌ زَيْدِ (میرے

پاس (یہ کا غلام آیا) واضح رہے کہ اس جگہ لام حقیقت میں پوشیدہ ہے، اس لیے کہ اس کی تقدیری عبارت یہ ہے کہ: غلام لڑنید۔

سوال (۱): مصدر کی تعریف کریں اور مصنف کی عبارت ”عمل فعلش کند“ کو مثال کے ساتھ سمجھائیں اور مثال میں مصدر کا عمل بھی بتائیں؟

جواب (۱): مصدر وہ اسم ہے جو خود کسی لفظ سے نہ نکلا ہو مگر اس سے افعال اور اسماء نکلنے ہوں بالفاظ دیگر مصدر وہ اسم ہے جو افعال و اسماء کا ماخذ و مشتق منہ ہو جیسے: الضرب مارنا القیام کھڑا ہونا نیز کتاب کی عبارت ”عمل فعلش کند“ کا مطلب یہ ہے کہ مصدر اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے یعنی جیسا فعل ہوگا ویسا ہی اس کا مشتق منہ یعنی مصدر ہوگا اگر مصدر لازم ہوگا تو اپنے فاعل کو رفع دے گا، جیسے: اَعْجَبَنِي قِيَامُ زَيْدٍ مجھے زید کے کھڑا ہونے نے تعجب میں ڈال دیا، اس مثال میں قیام مصدر ہے اور لازم ہے زید اس کا فاعل ہے جو اگرچہ لفظاً مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہے مگر حقیقتاً فاعل ہونے کی وجہ سے مخرجا مرفوع ہے، اور اگر مصدر متعدی ہوگا تو اپنے فاعل کو رفع دے گا اور مفعول بہ اور دیگر مفاعیل کو نصب دے گا، جیسے: اَعْجَبَنِي ضَرْبُ زَيْدٍ عَمْرًا، مجھے زید کے عمرو کو مارنے نے تعجب میں ڈال دیا، اس مثال میں ”ضرب“ مصدر متعدی ہے زید اس کا فاعل ہے جس کو اس نے مخرجا مرفوع کیا ہے، اگرچہ مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اور عمرو کو مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب کیا ہے۔

یاد رہے کہ اگرچہ مصدر عمل کرتا ہے مگر استعمال میں یہ عمل نظر نہیں آتا بلکہ مصدر اپنے فاعل یا مفعول کی طرف مضاف ہو کر اپنے معمول مضاف الیہ کو جر اور دوسرے معمول کو نصب دیتا ہے، پس کبھی مصدر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے: اَعْجَبَنِي ضَرْبُ زَيْدٍ عَمْرًا میں ہے اور کبھی اپنے مفعول کی طرف



مضاف ہوتا ہے جیسے: اَعْجَبَنِي ضَرْبُ السَّارِقِ الْأَمِيرِ مجھے امیر کے چور کو مارنے نے تعجب میں ڈالا۔

سوال (۲): اگر مصدر مفعول مطلق ہو تو عمل کیوں نہیں کرتا مثال کے ساتھ وضاحت کریں؟  
 جواب (۲): مصدر مفعول مطلق ہونے کی صورت میں اس لیے عمل نہیں کرتا کہ جب مصدر مفعول مطلق ہوتا ہے تو اس سے پہلے ایک فعل ہوتا ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ فعل عمل کرنے میں اصل اور اقویٰ ہے تو فعل کے ہوئے مصدر جو کہ اسم ہونے کی وجہ سے عمل کرنے میں کمزور اور ضعیف ہے وہ عمل نہیں کرگا بلکہ فعل ہی عمل کرے گا جیسے: ضَرْبْتُ ضَرْبًا زَيْدًا میں نے زید کو مارا مارنا، اس مثال میں زیداً میں فعل عمل کر رہا ہے تاکہ ضَرْبًا مصدر جو کہ مفعول مطلق ہے۔

سوال (۳): مضاف کی تعریف کریں اور اس کا عمل بیان کریں، نیز اس کی تینوں قسموں کو مع امثلہ بیان کرتے ہوئے تقدیری عبارت بھی نکالیں؟

جواب (۳): مضاف وہ اسم ہے جس کی نسبت اس کے مابعد کی طرف کی گئی ہو یہ بھی عمل کرتا ہے اور اپنے مضاف الیہ کو جردیتا ہے جیسے: جَاءَ غُلَامٌ زَيْدٌ كَاغْلَامِ آيا اس مثال میں غلام مضاف ہے جس نے اپنے مضاف الیہ زید کو جردیا ہے۔

یاد رہے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان ایک حرف جر مقرر ہوتا ہے اور وہ

حقیقت وہی مضاف الیہ کو جردیتا ہے۔ مگر نام مضاف کا ہو گیا پس مضاف کو عامل قرار

دینا مجاز ہے اور وہ حروف جر جو مضاف الیہ کو جردیتے ہیں تین ہیں (۱) یا تو لام حرف جر

محذوف ہوتا ہے جیسے: غُلَامٌ زَيْدٌ کہ اصل میں غلامٌ لَزَيْدٍ ہے اس کو اضافت لامیہ

کہتے ہیں، یا حرف جر مِنْ پوشیدہ ہوتا ہے جیسے: خَاتَمٌ فَضْبَةٍ کہ اصل میں خَاتَمٌ مِنْ فَضْبَةٍ

فَضْبَةٍ ہے اس کو اضافت معیہ کہتے ہیں، یا حرف جر فِي محذوف ہوتا ہے جیسے: ضَرْبٌ

لنقوم کہ اصل میں ضربت فی الہوم ہے اس کو اضافت نظر فیہ کہتے ہیں۔

وہم اسم تام تمیزاً نصب کند و تمامی اسم یا ہونین باشد چون ما فی السماء  
 فقدر راحۃ سخاباً یا بکند یرتوین چون عندی اخذ عشر رجلاً و زید اکثر  
 منک مالاً یا ہون ثمنیہ چون عندی قفیزان ہراً یا ہون جمع چون هل ننبکم با  
 لا خسرتین اعمالاً یا ہما ہون جمع چون عندی عشرون درہماً تا تسعون یا  
 باضافت چون عندی ملوۃ غسلاً۔

ترجمہ | دسویں قسم: اسم تام تمیزاً کو نصب دیتا ہے اور اسم تام ہوتا ہے تنوین کے ذریعہ  
 جیسے: ما فی السماء قدر راحۃ سخاباً (آسمان میں ہتھیلی کے برابر بھی بادل نہیں  
 ہے) یا بکند یرتوین جیسے: عندی اخذ عشر رجلاً (میرے پاس دس آدمی ہیں) و  
 زید اکثر منک مالاً (زید تجھ سے مال کے اعتبار سے زیادہ ہے) یا ہون ثمنیہ کے  
 ذریعہ جیسے: عندی قفیزان ہراً (میرے پادوقفیز گیہوں ہیں) یا ہون جمع جیسے: هل  
 ننبکم بالاً لا خسرتین اعمالاً (کیا میں تم کو ان لوگوں کے بارے میں خبر دوں جو عمل  
 کے اعتبار سے خسارے میں ہیں) یا مشابہ ہون جمع کے ساتھ جیسے: عندی  
 عشرون درہماً تا تسعون (میرے پاس بیس درہم ہیں) یا اضافت کے ذریعہ  
 جیسے: عندی ملوۃ غسلاً (میرے پاس اس برتن کے بقدر شہد ہے)۔

سوال (۱): اسم تام کی تعریف بیان کریں اور بتائیں کہ اسم تام کیوں عمل کرتا ہے؟  
 جواب (۱): اسم تام وہ اسم ہے جو ایسی حالت میں ہو کہ اس حالت میں رہتے ہوئے وہ  
 مضاف نہ بن سکے یعنی اس حالت میں کسی دوسرے اسم کی طرف اس کی اضافت کرنا  
 محال ہو اور ایسی چار چیزیں ہیں جو اسم کے آخر میں آکر اس کو تام کر دیتی ہیں وہ یہ ہیں  
 (۱) تنوین غلطی یا تقدیری (۲) نون ثمنیہ (۳) نون جمع یا مشابہ ہون جمع (۴) اضافت۔



ہوا اور اس نے اپنے مابعد اسم کو تمیز کی بنا پر نصب دیا ہے، کبھی اسم نون جمع کی وجہ سے تام ہوتا ہے جیسے: هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا کیا میں تم کو ان لوگوں کے بارے میں خبر دوں جو اعمال کے اعتبار سے خسارے میں ہیں، اس مثال میں الْأَخْسَرِينَ نون جمع کی وجہ سے اسم تام ہے چنانچہ اس نے عمل کیا اور بعد کے اسم کو تمیز بنا کر نصب دیا، اور کبھی اسم نون جمع کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے تام ہو جاتا ہے جیسے: عِنْدِي عِشْرُونَ دِينَارًا میرے پاس بیس درہم ہیں، اس مثال میں عِشْرُونَ نون جمع تو نہیں مگر نون جمع کے مشابہ ہے جس کی وجہ سے یہ تام ہو گیا اور اس نے اپنے بعد اسم کو تمیز بنا کر نصب دیا، اور اسی طرح کبھی اسم اضافت کی وجہ سے تام ہوتا ہے جیسے: عِنْدِي مِلْءُ عَسَلٍ میرے پاس اس (برتن) کی بھر پائی کے بقدر شہد ہے، اس مثال میں مِلْءُ اضافت کی وجہ سے اسم تام ہے اس لیے اس نے عسلا کو تمیز بنا کر نصب دیا ہے۔

منصف ”تاتسعون“ کی عبارت سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ بیس سے لے کر نوے تک وہاں مشابہ نون جمع ہیں اس لیے یہ تمام اپنے مابعد اسم کو تمیز کی بنا پر نصب دیں گی، جیسے: عِنْدِي تِسْعُونَ رَجُلًا۔

سوال (۳) الف لام بھی تو اسم کو تام کرتا ہے پھر منصف نے اس کو کیوں بیان نہیں کیا؟ جواب (۳): اگرچہ اسم الف لام سے مل کر بھی تام ہو جاتا ہے مگر وہ عمل نہیں کرتا اور یہاں ان اسمائے عاملہ کا بیان چل رہا ہے جو عمل کرتے ہیں چونکہ وہ عمل نہیں کرتا اس لیے منصف نے اس کو بیان نہیں کیا، جیسے: مَا فِي السَّمَاءِ قَلْبٌ رَاحِيَةٌ سَحَابًا میں السماء ہے کہ اگرچہ الف لام کی وجہ سے تام ہے کہ اب اس کی اضافت نہیں ہو سکتی مگر چونکہ عامل نہیں ہے اس لیے بحث سے خارج ہے۔

یازوہم اسمای کنایہ از عددو آن دو لفظ است کتم و کذا ، کتم بر دو قسم است استفہامیہ و خبریہ ، کم استفہامیہ تمیز را بصب کند و کذا نیز چون کتم رَجُلًا عِنْدَكَ ، وَعِنْدِي كَذَا بِرْهَمًا ، وَكَمْ خَبْرِيہ تمیز را بجر کند چون كَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُ ، وَكَمْ قَارِ بَنِيَّتْ گاہے من جار بر تمیز کم خبریہ آید چون قولہ تعالیٰ: كَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَوَاتِ ۔

ترجمہ گیارہویں قسم اسمائے کنایہ عدد سے ، یہ دو لفظ ہیں کم اور کذا ، کم کی دو قسمیں ہیں ، (۱) کم استفہامیہ (۲) کم خبریہ ، کم استفہامیہ تمیز کو نصب دیتا ہے ، ایسے ہی کذا بھی ، جیسے: كَمْ رَجُلًا عِنْدَكَ (کتنے آدمی آپ کے پاس ہیں) ، وَعِنْدِي كَذَا (میرے پاس اتنے درہم ہیں) اور کم خبریہ تمیز جر کو دیتا ہے جیسے: كَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُ ، وَ كَمْ قَارِ بَنِيَّتْ (میں نے کتنا ہی مال خرچ کیا اور میں نے کتنے ہی گھر بنائے) اور کبھی کم خبریہ کی تمیز پر من حرف جار آتا ہے جیسے ، اللہ تعالیٰ کا فرمان: كَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَوَاتِ (آسمان میں کتنے ہی فرشتے ہیں)۔

سوال (۱): اسمائے کنایہ کی تعریف اور اس کی دونوں قسمیں بیان کریں نیز کم استفہامیہ و خبریہ اور کذا کی مثالیں مع ترجمہ پیش کریں ساتھ میں ان کا عمل بھی بتائیں اور عمل کی تعین بھی کریں؟

جواب (۱): اسمائے کنایہ وہ ہیں جو مبہم عدد یا مبہم بات پر دلالت کریں چنانچہ اسمائے کنایہ کی دو قسمیں ہیں (۱) کنایہ از عدد یعنی وہ اسم جس سے کناہ مقدار عدد کی طرف ہو اور اس کے دو لفظ آتے ہیں پہلا کم بمعنی کتنا پھر کم کی بھی دو قسمیں ہیں اول کم استفہامیہ جس میں استفہام و استفہام کا معنی ہو اور کیت و مقدار کا سوال ہو یہ اپنی تمیز کو نصب دیتا ہے جیسے: كَمْ رَجُلًا عِنْدَكَ تیرے پاس کتنے مرد ہیں ، پس اس میں کم استفہامیہ ہے اس نے اپنی تمیز رَجُلًا کو نصب دیا ہے ، دوم کم خبریہ یعنی وہ کم جس

میں استفہام نہ ہو بلکہ کسی چیز کی خبر دی گئی ہو، اور یہ اپنی تمیز کو جردیتا ہے جیسے: کَم دَارِ بَنَاتٍ مِّنْ نَّكَتِنَّ هِيَ كَمَرَبَاتٍ نَّكَتِنَّ مَالِ الْتَفْتُّ مِّنْ نَّ كَتَا هِيَ مَالِ خَرَجِ كَرَدِيَا، ان دونوں مثالوں میں کم خبریہ نے اپنی تمیز کو جردیا ہے، دوسرا لفظ کذا ہے بمعنی اتنا یہ صرف خبر کے لیے آتا ہے اور اپنی تمیز کو نصب دیتا ہے جیسے: عِنْدِي كَذَا دِرْهَمًا مِرَّةٍ پَسِ اَحْتِ دِرْهَمٍ هِيَ، پس کذا خبریہ نے اپنی تمیز دِرْهَمًا کو نصب دیا ہے۔

سوال (۲): کم خبریہ اپنی تمیز کو جردینے سے قاصر کب ہوتا ہے نیز وہ کونسی صورت ہے کہ حائل ہونے کے باوجود کم خبریہ جردیتا ہے؟

جواب (۲): کم خبریہ اپنی تمیز کو اس وقت جردینے سے قاصر ہو جاتا ہے جب کہ اس کی تمیز کے درمیان کوئی چیز حائل ہو جائے کیونکہ اس وقت کم خبریہ کا عمل کمزور ہو جاتا ہے پس اس صورت میں اس کی تمیز منصوب ہوتی ہے جیسے: کَم عِنْدِي دَارًا مِرَّةٍ پَسِ اَحْتِ هِيَ كَمَرَبَاتٍ نَّكَتِنَّ مَالِ الْتَفْتُّ مِّنْ نَّ كَتَا هِيَ مَالِ خَرَجِ كَرَدِيَا، اس لیے اس کا عمل کمزور ہو گیا، لہذا تمیز منصوب ہو گئی برخلاف مجرد ہونے کے، نیز وہ صورت کہ جس میں تمیز کے درمیان کسی چیز کے حائل ہونے کے باوجود جرد آتا ہے وہ یہ ہے کہ حائل ہونے والی چیز حرف جر کی صورت میں ہو جیسے: کَم مِّنْ مَّلِكٍ فِي السَّمَوَاتِ آسْمَانٍ مِّنْ كَتِنٍ هِيَ فَرَشْتَةٌ هِيَ۔

سوال (۳): مِّنْ زَائِدَةٍ كَسْ پَرْدَاغِلْ ہوتا ہے، کم خبریہ پر یا کم استفہامیہ پر اس مختلف فیہ مسئلہ کو اختلاف اور دلائل کی روشنی میں بیان کریں؟

جواب (۳): مِّنْ زَائِدَةٍ كَسْ پَرْدَاغِلْ کے بارے میں اختلاف ہے چنانچہ مصنف کا مذہب تو یہ ہے کہ مِّنْ حرف جار زائدہ صرف کم خبریہ کی تمیز پر داخل ہوتا ہے جیسے: کَم مِّنْ مَّلِكٍ فِي السَّمَوَاتِ (سورہ نجم پ: ۲۷) اور صاحب کافیہ کا قول ہے کہ مِّنْ

زائدہ جس طرح کم خبریہ پر آتا ہے اسی طرح کم استفہامیہ پر بھی آتا ہے لیکن اشارہ کافیہ علامہ رضی کہتے ہیں کہ من زائدہ کم خبریہ کی تمیز پر تو آتا ہے لیکن کم استفہامیہ کی تمیز پر اس کا استعمال میں نے نہیں دیکھا، چنانچہ علامہ زحشری اس کا جواب دیتے ہوئے صاحب کافیہ کے قول کی تائید میں دلیل پیش کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ من زائدہ کم خبریہ اور کم استفہامیہ دونوں کی تمیز پر آ سکتا ہے جیسے: قرآن میں آیا ہے: **مَثَلُ نَبِيِّ إِسْرَائِيلَ كَمَثَلِ إِبْرَاهِيمَ مِنْ آيَةِ بَيْتِهِ**، یعنی اسرائیل سے پوچھئے کہ ہم نے ان کو کتنی واضح نشانیاں دیں۔

## عوامل معنوی کا بیان

قسم دوم: در عوامل معنوی بدانکہ عوامل معنوی بر دو قسم است اول ابتدا یعنی خلو اسم از عوامل لفظی کہ مبتدا و خبر رافع کند چون **زَيْدٌ قَائِمٌ** و این جا گویند کہ **زَيْدٌ** مبتدا است مرفوع بابتدا و **قَائِمٌ** خبر مبتدا است مرفوع بابتدا، و این جا دو مذہب دیگر است، یکے آنکہ ابتدا عامل است در مبتدا، و مبتدا در خبر، دیگر آنکہ ہر یکے از مبتدا و خبر عامل است در دیگر، دوم خلو فعل مضارع از ناصب و جازم، فعل مضارع را بر رفع کند چون **مَضْرِبٌ زَيْدٌ**، این جا **مَضْرِبٌ** مرفوع است زیرا کہ خالی است از ناصب و جازم، تمام شد عوامل نحو بتوفیق اللہ تعالیٰ و عونہ۔

ترجمہ | دوسری قسم عوامل معنوی کے بیان میں، جاننا چاہیے کہ عوامل معنوی دو قسم پر ہیں، پہلی قسم ابتدا یعنی عوامل لفظی سے اسم کا خالی ہونا جو کہ مبتدا اور خبر کو رفع دیتا ہے جیسے: **زَيْدٌ قَائِمٌ** (زید کھڑا ہے) اس جگہ یہ کہیں گے کہ **زَيْدٌ** مبتدا ہے اور ابتدا کی وجہ سے مرفوع ہے قائم مبتدا کی خبر ہے، اور ابتدا کی وجہ سے مرفوع ہے، نیز یہاں

پردہ مذہب اور ہیں کہ ابتدا کامل ہے مبتدا اس اور مبتدا اخیر میں، تیسرا مذہب یہ ہے کہ مبتدا اور اخیر میں سے ہر ایک دوسرے میں عامل ہیں، دوسری قسم، فعل مضارع کا ماضی اور جازم سے خالی ہونا فعل مضارع کو رفع دیتا ہے جیسے یَضْرِبُ رَبُّنَا اس جگہ مصدر مرفوع ہے اس لیے کہ عامل ماضی و جازم سے خالی ہے، عوامل نحو پورے ہو گئے بلکہ تعاقب کی توفیق اور اس کی مدد سے۔

سوال (۱)۔ عوامل معنوی کی تعریف بیان کریں نیز بتائیں کہ اس کی کتنی قسمیں ہیں اور ان کے کیا کیا نام ہیں اور وہ کس پر داخل ہوتے ہیں؟

جواب (۱)۔ عامل معنوی وہ عامل ہے جو لفظوں میں تو موجود نہ ہو مگر پوشیدہ ہو کر عمل کر رہا ہو پس عوامل معنوی عقلی چیز ہے جس کو لفظوں میں نہیں دیکھا جاسکتا پھر اس کی دو قسمیں ہیں (۱) ابتدا (۲) فعل مضارع کا عامل: ماضی و جازم سے خالی ہونا، ان میں سے پہلی قسم عامل ابتدا اسم یعنی مبتدا و خبر پر داخل ہوتا ہے اور ان کو رفع دیتا ہے جیسے رَبُّنَا رَبُّنَا دوسری قسم فعل مضارع پر داخل ہوتی ہے اس کو رفع کرتی ہے جیسے یَضْرِبُ رَبُّنَا۔

سوال (۲)۔ عوامل معنوی کی دونوں قسموں کا عمل مثالوں کی روشنی میں بیان کریں اور عمل کی وضاحت بھی کریں؟

جواب (۲)۔ پہلی قسم عامل معنوی ابتدا کی مثال رَبُّنَا رَبُّنَا، اس مثال میں رَبُّنَا مبتدا اور رَبُّنَا خبر ہے دونوں کو رفع عامل معنوی ابتدا نے دیا ہے اور دوسری قسم فعل مضارع کا عامل ماضی و جازم سے خالی ہونا جیسے یَضْرِبُ رَبُّنَا پس یَضْرِبُ کو رفع عامل معنوی نے دیا ہے اور وہ یعنی عامل معنوی نام ہے فعل مضارع کا عامل ماضی و جازم سے خالی ہونا۔

سوال (۳)۔ مبتدا و خبر کے متعلق چاروں مسلکوں کو بیان کریں اور ساتھ میں فعل مضارع



کے متعلق بھی دونوں مسلکوں کو بیان کریں، اور راجح مذہب کی نشاندہی کرتے چلیں؟  
 جواب (۳): مبتدا اور خبر کے عامل کے باب میں چار مسلک ہیں (۱) ایک مذہب یہ ہے کہ مبتدا اور خبر دونوں میں عامل معنوی ابتدا عمل کرتا ہے یہ مذہب جمہور نحاة بصرہ کا ہے (۲) دوسرا مذہب یہ ہے کہ مبتدا میں ابتدا عامل اور خبر میں مبتدا عامل ہوتا ہے (۳) تیسرا مذہب یہ ہے کہ مبتدا میں خبر عامل اور خبر میں مبتدا عامل ہوتا ہے (۴) چوتھا مسلک یہ ہے کہ مبتدا میں ابتدا عامل اور خبر میں ابتدا اور مبتدا دونوں عامل ہوتے ہیں، ان چاروں اقوال میں پہلا قول راجح ہے اسی کو مصنف نے اصح مانا ہے۔

مضارع کے باب میں بھی دو مسلک ہیں (۱) فعل مضارع کا عامل نائب و جازم سے خالی ہونا فعل مضارع کو رفع دیتا ہے یہ مسلک علامہ ابن مالک کا ہے اور یہی راجح ہے (۲) بعض نحویین کا مذہب یہ ہے کہ فعل مضارع کو رفع اس وجہ سے آتا ہے کہ وہ اسم کی جگہ میں ہوتا ہے اور اسم کی جگہ پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ فعل مضارع اسم کے معنی بھی دیتا ہے جیسے: زیدٌ یضربُ زیداً مارتا ہے اور اسی طرح زیدٌ ضاربٌ زیداً مارتا ہے، پس یضربُ فعل ضاربٌ اسم کی جگہ میں ہے مگر یہ مسلک بہت ضعیف ہے پہلا مسلک ہی ارجح واضح ہے۔

یہاں عوائل نحو کی دونوں قسمیں عامل لفظی و معنوی کا بیان ختم ہو چکا، فَلِلَّهِ الْعِندُ۔

## خاتمہ: فصل اول توابع کا بیان

خاتمہ در فوائد متفرقہ کہ دانستن آن واجب است و آن نہ فصل است، فصل اول  
 در توابع بدانکہ تابع لفظی است کہ دوے از لفظ سابق باشد باعراب سابق از یک  
 جہت، و لفظ سابق را متبوع گویند و حکم تابع آنست کہ ہمیشہ در اعراب موافق متبوع

پاشد و تابع مع نوع ست۔

ترجمہ: یہ خارج حرق فوائد کے بیان میں ہے جن کا جاننا نہایت ضروری ہے، اس میں عن فصل ہیں، پہلی فصل توابع کے بیان میں، واضح رہے کہ تابع وہ لفظ ہے جس سے پہلے ایک لفظ ہو اور تابع کا لفظ دوسرے نمبر پر ہو اور دونوں کا اعراب ایک ہو دونوں کے اعراب کی جہت یکساں ہو پہلے لفظ کو متبوع کہتے ہیں، تابع کا حکم یہ ہے کہ ہمیشہ اعراب میں متبوع کے موافق ہوتا ہے، تابع کی پانچ قسمیں ہیں۔

سوال (۱): مصنف نے حوالہ لفظی کے بعد توابع کا بیان کیوں شروع کیا دونوں میں کیا مناسبت ہے؟

جواب (۱): مصنف نے اب تک جو معربات ذکر کیے ہیں وہ اپنے اوپر عامل کے آنے کی وجہ سے بلا واسطہ اعراب قبول کرتے تھے مگر اب خاتمہ میں ان معربات کا ذکر کر رہے ہیں جو نہ براہ راست کسی کے معمول ہوتے ہیں اور نہ براہ راست اعراب قبول کرتے ہیں بلکہ وہ کسی عامل کے معمول کے تابع ہونے کی وجہ سے اعراب قبول کرتے ہیں۔

سوال (۲): تابع کی تعریف اور اس کا حکم بیان کریں؟

جواب (۲): تابع وہ اسم ہے جس سے پہلے ایک لفظ ہو اور یہ تابع کا لفظ دوسرے نمبر پر واقع ہو اور دونوں کا اعراب بھی ایک ہو اور دونوں کے اعراب کی جہت اور حیثیت بھی ایک ہی ہو پہلے لفظ کو متبوع اور دوسرے کو تابع کہتے ہیں اور تابع کا حکم یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اعراب میں متبوع کے موافق ہوتا ہے۔

سوال (۳): ”دومی از لفظ سابق، با اعراب سابق، از یک جہت“ ان تینوں جملوں کی تشریح بالتفصیل مثالوں کی روشنی میں بیان کریں، نیز متبوع اور تابع کی وجہ

تیبہ بھی بیان کریں؟

جواب (۳): دومی از لفظ سابق کا مطلب یہ ہے کہ پہلے والے لفظ سے دوسرا ہوا اور دوسرے کا مطلب یہ ہے کہ پہلے کے بعد ہو چکا ہے دوسرا یا تیسرا یا چوتھا کسی بھی نمبر پر ہو جیسے: خَاجَةٌ رَجُلٌ عَلِيمٌ خَافِظٌ كَثْرَتِهِ خَمِينٌ طَرْنُفٌ کہ اس مثال میں رَجُلٌ کے بعد ہر اسم تالیف ہے اور باء اعراب سابق کا مطلب یہ ہے کہ پہلے کے اعراب کے موافق ہو یعنی جو اعراب متبوع کا ہو گا وہی اعراب تالیف کا ہو جیسے: خَمِينٌ رَجُلٌ عَلِيمٌ ، رَأَيْتُ رَجُلًا عَلِيمًا مَرَزَتْ بِرَجُلٍ عَلِيمٍ تینوں مثالوں میں تالیف متبوع کے اعراب کے موافق ہے نیز "از یک جہت" کا مطلب یہ ہے کہ جس وجہ سے ما قبل یعنی متبوع پر اعراب آئے اسی وجہ سے تالیف پر بھی اعراب آئے جیسے: خَاجَةٌ رَجُلٌ عَلِيمٌ اس مثال میں رَجُلٌ مرفوع ہے فاعل ہونے کی وجہ سے اور عَلِيمٌ بھی مرفوع ہے فاعل ہونے کی وجہ سے پس ان دونوں کے اعراب کی وجہ اور جہت فاعل ہونا ہے، متن مذکور "از یک جہت" سے ضَرَبْتُ زَيْدًا مَشْدُودًا جیسی مثال سے احتراز مقصود ہے کہ یہاں بھی مَشْدُودًا پہلے لفظ کے بعد ہے اور اعراب میں بھی پہلے کے موافق ہے مگر دونوں کا اعراب از یک جہت نہیں ہے بلکنید انصوب ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور مَشْدُودًا احال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اس لیے اس کو تالیف متبوع نہیں کہہ سکتے، متبوع یعنی جس کی اجاع کی جائے متبوع کو متبوع اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ یہاں بھی دوسرے والا لفظ اعراب میں اس کی اجاع کرتا ہے اور چونکہ دوسرا لفظ پہلے کی اجاع کرتا ہے اس لیے اس کو تالیف کہتے ہیں۔

تالیف متبوع کی مثال سہل انداز میں اس طرح سمجھئے کہ جیسے کسی عقیدت مند نے کسی بزرگ کی دعوت کی اب دعوت میں بزرگ صاحب اپنے کسی مرید کو بھی

لے گئے چنانچہ داعی دونوں کو دسترخوان پر بٹھاتا ہے حالانکہ مرید کی اس نے دعوت نہیں کی تھی، پس ان بزرگ صاحب کو کھلانا اس وجہ سے ہے کہ اس نے ان کو براہ راست دعوت دی ہے اور مرید کو کھانا کھلانا اس وجہ سے ہے کہ وہ ان بزرگ صاحب کا خادم بن کر آیا ہے، اب اس مثال میں بزرگ صاحب متبوع ہیں اور مرید تابع ہے کھانا ان کا عمل ہے اور دعوت ہونا یہ کھانے کی وجہ یعنی جہت اور سبب ہے، اسی طرح تابع میں بھی اعراب متبوع کی وجہ سے آتا ہے اور اعراب کی جہت بھی ایک ہوتی ہے، اور اعراب بھی ایک ہی ہوتا ہے۔ فافہم۔

اول: صفت وادباعت کہ دلالت کند بر معنی کہ در متبوع باشد چوں جہا نی  
 رَجُلٌ عَلِيمٌ یا بر معنی کہ در متعلق متبوع باشد چوں جہا نی رَجُلٌ حَسَنٌ غَلَامَةٌ یا اَبُوہ  
 مثلاً قسم اول در وہ چیز موافق متبوع باشد در تعریف و تکمیر و تذکیر و تانیث و افراد و تشبہ و جمع  
 و رفع و نصب و جر چوں عِنْدِي رَجُلٌ عَلِيمٌ و رَجُلَانِ عَلِيمَانِ و رِجَالٌ عَلِيمُونَ و  
 اِمْرَاةٌ عَلِيْمَةٌ و اِمْرَاتَانِ عَلِيْمَتَانِ و نِسْوَةٌ عَلِيْمَاتٌ اما قسم دوم موافق متبوع باشد در  
 پنج چیز تعریف و تکمیر و رفع و نصب و جر چوں جہا نی رَجُلٌ عَلِيمٌ اَبُوہ۔

ترجمہ | پہلی قسم صفت، صفت وہ ایسا تابع ہے کہ جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس  
 کے متبوع میں موجود ہوں جیسے: جہا نی رَجُلٌ عَلِيمٌ (میرے پاس ایک عالم مرد  
 آیا) یا ایسے معنی پر جو متبوع کے متعلق میں ہوں جیسے: جہا نی رَجُلٌ حَسَنٌ  
 غَلَامَةٌ یا اَبُوہ (میرے پاس ایسا مرد آیا جس کا غلام یا باپ اچھا ہے) یہ پہلی قسم دس  
 چیزوں میں متبوع کے موافق ہوگی تعریف و تکمیر، تذکیر و تانیث، افراد و تشبہ و جمع اور  
 رفع و نصب و جر میں جیسے: عِنْدِي رَجُلٌ عَلِيمٌ و رَجُلَانِ عَلِيمَانِ و رِجَالٌ  
 عَلِيمُونَ و اِمْرَاةٌ عَلِيْمَةٌ و اِمْرَاتَانِ عَلِيْمَتَانِ و نِسْوَةٌ عَلِيْمَاتٌ، رہی دوسری قسم تو

وہ متبوع کے موافق ہوگی پانچ چیزوں میں تعریف و تحکیر، رفع، نصب اور جر میں جیسے:

حَاجَةٌ نَبِيٍّ رَجُلٌ عَالِمٌ أَبُوهُ (میرے پاس ایسا مرد آیا جس کا باپ عالم ہے)

سوال (۱): صفت کی تعریف اور اسکی دونوں قسموں کو مثال و ترجمہ کیساتھ بیان کریں؟

جواب (۱): تابع کی پہلی قسم صفت ہے جس کو لغت بھی کہتے ہیں اور اس کے متبوع کو موصوف یا منعوت کہتے ہیں چنانچہ صفت کی دو قسمیں ہیں (۱) صفت بحال الموصوف وہ صفت جو اپنے موصوف کی حالت کو بیان کرے جیسے: حَاجَةٌ نَبِيٍّ رَجُلٌ عَالِمٌ میرے پاس ایک عالم آدمی آیا یہاں عَالِمٌ صفت ہے جو کہ ایسے معنی پر دلالت کر رہی ہے جو خاص اس کے موصوف میں ہیں یعنی علیت کے معنی جو رَجُلٌ کی ذات میں ہیں۔ (۲) صفت بحال متعلق الموصوف جو صفت اپنے موصوف کے متعلق کی حالت کو بیان کرے جیسے: حَاجَةٌ نَبِيٍّ رَجُلٌ حَسَنٌ غُلَامَةٌ میرے پاس وہ مرد آیا جس کا غلام خوبصورت ہے یہاں حَسَنٌ صفت ہے اور رَجُلٌ موصوف ہے مگر حَسَنٌ صفت اپنے موصوف رَجُلٌ کی حالت بیان نہیں کر رہی ہے بلکہ اس کے متعلق غلام کی حالت بیان کر رہی ہے، متعلق موصوف اس کو کہیں گے جو موصوف سے کسی طرح تعلق رکھتا ہو جیسے کہ موصوف کا غلام یا اس کا باپ، بھائی، چچا وغیرہ جیسے: حَاجَةٌ نَبِيٍّ رَجُلٌ حَسَنٌ أَبُوهُ یہاں حَسَنٌ صفت ہے جو اپنے موصوف کے متعلق یعنی رَجُلٌ کے باپ کی حالت بیان کر رہی ہے۔

سوال (۲): صفت بحال الموصوف میں تابع کو متبوع سے کتنی چیزوں میں مطابقت ضروری ہے، نیز بیک وقت کتنی چیزوں میں مطابقت ہوگی، مصنف کی بیان کردہ مثالوں کو پیش کرتے ہوئے ہر مثال میں چار چیزوں کی نشاندہی کریں؟

جواب (۲) صفت بحال الموصوف میں موصوف و صفت کے درمیان دس چیزوں

میں مطابقت ضروری ہوتی ہے اور وہ یہ ہیں (۱) تعریف (۲) تکبیر (۳) تذکیر  
(۴) تانیہ (۵) واحد (۶) ثنیہ (۷) جمع (۸) رفع (۹) نصب (۱۰) جر اور بیک  
وقت موصوف صفت کے درمیان چار چیزوں میں مطابقت ضروری ہے (۱) تعریف  
و تکبیر (۲) تذکیر و تانیہ (۳) واحد و ثنیہ و جمع (۴) اعراب یعنی رفع، نصب و جر۔

جیسے: عِنْدِي رَجُلٌ عَالِمٌ میں موصوف و صفت (۱) دونوں نکرہ ہیں  
(۲) دونوں مذکر ہیں (۳) دونوں واحد ہیں (۴) دونوں مرفوع ہیں، اور عِنْدِي  
رَجُلَانِ عَالِمَانِ میں موصوف صفت دونوں نکرہ ہیں دونوں مذکر ہیں دونوں ثنیہ  
ہیں دونوں مرفوع ہیں اور اسی طرح عِنْدِي رَجَالٌ عَالِمُونَ میں دونوں نکرہ ہیں  
دونوں مذکر ہیں دونوں جمع ہیں اور دونوں مرفوع ہیں۔

عِنْدِي امْرَاةٌ عَالِمَةٌ میں دونوں موصوف و صفت نکرہ ہیں دونوں مؤنث ہیں  
دونوں واحد ہیں دونوں مرفوع ہیں، عِنْدِي امْرَاتَانِ عَالِمَتَانِ میں موصوف و صفت  
دونوں نکرہ ہیں دونوں ثنیہ ہیں دونوں مؤنث ہیں اور دونوں مرفوع ہیں، عِنْدِي نِسْوَةٌ  
عَالِمَاتٌ میں موصوف و صفت دونوں نکرہ ہیں دونوں مؤنث ہیں دونوں جمع ہیں  
دونوں مرفوع ہیں، موصوف و صفت کے معرف ہونے اور منصوب و مجرور ہونے کی  
مثالیں از خود نکال لیں، جیسے: نَزَّابَةٌ زَيْدِنِ الْعَالِمِ، مَرَزَاتٌ بَزْدِنِ الْعَالِمِ۔

سوال (۳): صفت بحال متعلق الموصوف میں تابع و متبوع یعنی موصوف و صفت  
کے درمیان کتنی چیزوں میں مطابقت ضروری ہے، نیز بیک وقت کتنی چیزوں میں  
مطابقت ہوگی مع مثال و ترجمہ مثال بیان کریں، اور ان کی مطابقت کو بھی واضح  
کریں، اور ساتھ ساتھ صفت کے فوائد بھی بیان کرتے چلیں؟

جواب (۳): صفت بحال متعلق الموصوف میں موصوف و صفت یعنی تابع و متبوع کے

درمیان پانچ چیزوں میں مطابقت ضروری ہے (۱) تعریف (۲) تکبیر (۳) رفع (۴) نصب (۵) جر، اور بیک وقت دو چیزوں میں مطابقت ضروری ہے (۱) تعریف و تکبیر (۲) رفع، نصب و جر جیسے: حَاجَةُ نَبِيٍّ رَجُلٍ عَلِيمٍ أَبُوهُ اس مثال میں عَلِيمٌ صفت اور رَجُلٌ موصوف ہے چنانچہ موصوف و صفت (۱) دونوں نکرہ ہیں (۲) دونوں مرفوع ہیں۔

صفت کے چند فوائد ہیں (۱) موصوف کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے جب کہ موصوف نکرہ ہے جیسے: رَجُلٌ عَلِيمٌ کہ رجل نکرہ تھا مگر صفت علم کے ساتھ متصف ہو کر مختص ہو گیا، (۲) موصوف کی توضیح کا فائدہ دیتی ہے جب کہ موصوف معرف ہو جیسے: حَاجَةُ نَبِيٍّ زَيْنِ الظَّرِيفِ (۳) موصوف کی مدح یا ذم کے لیے آتی ہے جیسے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں مدح کے لیے اور اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِیْمِ میں صفت ذم کے لیے ہے (۴) کبھی تاکید موصوف کے لیے آتی ہے جیسے: صَبِيْحَةٌ وَّاحِدَةٌ، کیوں کہ یہاں وحدت تو تائے مزاج سے مفہوم ہو رہی تھی و احدہ مزید تاکید کے واسطے لایا گیا ہے۔

بدانکہ نکرہ را بجملة خبریہ صفت تو ان کرد چوں حَاجَةُ نَبِيٍّ رَجُلٍ عَلِيمٍ و در

جمله ضمیرے عائد بنکرہ لازم باشد۔

ترجمہ واضح رہے کہ نکرہ کو جملہ خبریہ کی صفت بنا سکتے ہیں جیسے: حَاجَةُ نَبِيٍّ رَجُلٍ أَبُوهُ عَلِيمٌ (میرے پاس ایسا مرد آیا جس کا باپ عالم ہے) اور جملہ میں ایک ضمیر جو نکرہ کی طرف لوٹے ضروری ہے۔

سوال (۱): صفت بحال متعلق الموصوف میں کس مصلحت کے پیش نظر تذکیر و تانیث، واحد و جمع میں مطابقت ضروری نہیں ہے اس مصلحت کو مثال و ترجمہ مثال کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب (۱): صفت بحال متعلق الموصوف میں تذکیر و تانیث، واحد و ثنیہ و جمع میں مطابقت کی شرط اس لیے چھوڑ دی کہ اس میں صفت کی حیثیت فعل جیسی ہوتی ہے اور بعد والے اسم کی حیثیت فاعل جیسی جیسے: حَاجَةُ نَبِيٍّ رَجُلٍ اَبُوهُ عَلِيٌّ اس مثال میں عَلِيٌّ صفت ہے جو عَلِيٌّ فعل کی طرح ہے اور اَبُوهُ کی حیثیت فاعل جیسی ہے، اور آپ کو معلوم ہے کہ جب فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل واحد ہی آتا ہے فاعل چاہے ثنیہ ہو یا جمع، ثنیہ کی مثال جیسے: حَاجَةُ نَبِيٍّ رَجُلٍ اَبُوهُ اَخْوَاهُ میرے پاس وہ مرد آیا جس کے دو بھائی عالم ہیں، اسی طرح جمع کی مثال جیسے: حَاجَةُ نَبِيٍّ رَجُلٍ اَبُوهُ اَخْوَانُهُ میرے پاس وہ مرد آیا جس کے بھائی عالم ہیں، پس ثنیہ و جمع کی مثال میں عَلِيٌّ صفت واحد ہی ہے کیونکہ وہ فعل کی جگہ میں ہے اور آگے کا اسم ثنیہ و جمع ہوا کیونکہ وہ فاعل کی طرح ہے اور فعل کا فاعل جب اسم ظاہر ہو تو فعل واحد ہی رہتا ہے فاعل بدلتا رہتا ہے، اس لیے صفت بحال متعلق الموصوف میں واحد ثنیہ و جمع کی قید نہیں لگائی۔

اسی طرح اس میں تذکیر و تانیث کی بھی قید نہیں لگائی کیونکہ جب فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو اور مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کو مذکر و مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں جیسے: حَاجَةُ نَبِيٍّ رَجُلٍ مُرْتَفِعَ دَاوَةَ، میرے پاس وہ مرد آیا کہ جس کا گھربلند ہے اور اسی طرح یہ بھی صحیح ہے، حَاجَةُ نَبِيٍّ رَجُلٍ مُرْتَفِعَةَ دَاوَةَ اس مثال میں مُرْتَفِعَةَ صفت ہے جو فعل کے مقام میں ہے، اور دَاوَةَ فاعل کی جگہ میں ہے اور وہ اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہے اس لیے فعل کو مذکر و مؤنث دونوں لا سکتے ہیں پس اس لیے اس میں مذکر و مؤنث کی قید نہیں لگائی، لیکن جس طرح فعل کا فاعل مؤنث حقیقی ہو تو فعل مؤنث ہی آئے گا، اسی طرح یہاں بھی اگر متعلق موصوف مؤنث حقیقی ہو تو صفت مؤنث ہی ہوگی جیسے: حَاجَةُ نَبِيٍّ رَجُلٍ عَالِمَةٌ اُمَةٌ یہاں عَالِمَةٌ فعل کی



طرح ہے اور اُم چونکہ مؤنثِ حقیقی ہے اس لیے صفت مؤنث آئی ہے۔  
سوال (۲): کیا جملہ خبریہ نکرہ موصوفہ کی صفت بن سکتا ہے؟ اگر ہاں تو مثال سے واضح کریں اور اس کی شرط کی نشاندہی بھی کریں؟

جواب (۲): جی ہاں! جملہ خبریہ نکرہ موصوفہ کی صفت بن سکتا ہے کیونکہ جملہ خبریہ اپنے حکم میں شیوعیت و عمومیت رکھتا ہے یعنی وہ نتیجہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے اور چونکہ موصوف پہلے سے نکرہ ہے اور موصوف و صفت میں نکرہ و معرفہ میں مطابقت ہوتی ہے اس لیے جملہ خبریہ خواہ فعلیہ ہو یا اسمیہ اس کی صفت بن جاتا ہے جیسے: جَاءَ نِي رَجُلٌ أَبْوَةٌ عَالِمٌ اور جَاءَ نِي رَجُلٌ أُمَّةٌ عَالِمَةٌ جملہ اسمیہ کی مثال ہیں، یہاں أَبْوَةٌ اور أُمَّةٌ مرکب اضافی ہو کر مبتدا ہیں اور عَالِمٌ اور عَالِمَةٌ ان کی خبر ہیں پس مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر رَجُلٌ موصوف کی صفت بن رہے ہیں، اور جملہ فعلیہ کی مثال جیسے: جَاءَ نِي رَجُلٌ قَامَ أَبْوَةٌ أَوْ قَامَتِ أُمَّةٌ۔

لیکن جب موصوف کی صفت جملہ خبریہ بن رہا ہو تو اس جملہ میں ایک ضمیر کا لانا ضروری ہے جو موصوف کی طرف لوٹے۔

سوال (۳): مصنف نے موصوف و صفت کی اس بحث میں جملہ خبریہ کا ذکر کیوں چھیڑ دیا؟

جواب (۳): یہ بات اس طرح نکلی کہ اب تک جتنی موصوف و صفت کی مثالیں دی گئی ہیں ان سب میں صفت مفرد تھی تو اگر کوئی آدمی جملہ کو صفت بنانا چاہے تو کیا بنا سکتا ہے؟ پس مصنف فرما رہے ہیں کہ ہاں جملہ خبریہ بھی صفت بن سکتا ہے کیونکہ وہ بھی نکرہ ہی کے حکم میں ہے البتہ جملہ انشائیہ موصوف کی صفت نہیں بن سکتا۔  
تابع کی پہلی قسم میں متبوع کو موصوف اور تابع کو صفت کہتے ہیں۔

دوم تاکید و اوہا ہے کہ حال متبوع را مقرر گرداند و نسبت یا در شمول تا  
سامع را شک نماید و تاکید بر دو قسم است، لفظی و معنوی، لفظی بکرار لفظ است چوں

زَيْدٌ زَيْدٌ قَائِمٌ وَ ضَرَبَ ضَرَبَ زَيْدٌ وَ لَمَّا لَمَّا زَيْدٌ قَائِمٌ -

ترجمہ | دوسرا تابع تاکید ہے، یہ ایسا تابع ہے کہ جو متبوع کے حال کو ثابت کر دے  
نسبت میں یا شمولیت میں، تاکہ سامع کو شک نہ رہے تاکید کی دو قسمیں ہیں،  
(۱) لفظی (۲) معنوی، تاکید لفظی لفظ کے تکرار سے ہوتی ہے جیسے: زَيْدٌ زَيْدٌ قَائِمٌ  
(زید ہی کھڑا ہے) وَ ضَرَبَ ضَرَبَ زَيْدٌ (زید ہی نے مارا) وَلَمَّا لَمَّا زَيْدٌ قَائِمٌ  
(بھگ زید ہی کھڑا ہے)۔

سوال (۱): تاکید کی تعریف کریں نیز در نسبت در شمول کی بھی وضاحت کریں؟  
جواب (۱): تاکید وہ ایسا تابع ہے جو متبوع کے حال کو نسبت فعل یا شمول حکم میں  
اچھی طرح ثابت کر دے تاکہ سامع کو کسی طرح کا شک نہ رہے در نسبت کا مطلب  
یہ ہے کہ مثلاً فعل کی قائل کی طرف نسبت کرنے میں شک ہو یعنی آپ نے کہا حجاجہ  
زید مگر حکم کو یقین نہیں ہوا تو آپ نے حجاجہ فعل کی نسبت میں جو کہ زید کی طرف  
ہے تاکید کر دی اور کہا کہ حجاجہ زید یعنی زید ہی آیا، اب اس کو یقین ہو گیا پس  
گویا کہ آپ نے متبوع کے حال کو نسبت میں ثابت و مضبوط کر دیا، اور در شمول کا  
مطلب یہ ہے کہ حکم کے تمام افراد کو شامل ہونے میں شک ہو جیسا کہ آپ نے کسی  
سے کہا کہ حجاجہ القوم کلہم پوری قوم آئی پس جاء فعل کا حکم بظاہر تمام افراد کو شامل  
ہے مگر یہ بھی احتمال ہے کہ قوم کے اکثر افراد مراد ہوں اور آنے کا حکم تمام افراد کو  
شامل نہ ہو کیونکہ بسا اوقات فعل کی نسبت کسی چیز کی طرف کر دی جاتی ہے حالانکہ  
اس کے بعض افراد کی طرف نسبت مقصود ہوتی ہے، اسی لیے قاعدہ ہے لِئَلَّا يَخْتَبِرَ

تَحْمَنُ الْكُلَّ کہ کبھی کبھی اکثر پر کل کا حکم لگا دیا جاتا ہے، مگر اس لیے یہاں شمولیت افراد میں شک پیدا ہو گیا کہ آیا قوم کے تمام افراد آئے یا اکثر آئے، اس لیے کُلَّ سے تاکید لائے تاکہ معلوم ہو کہ متبوع اپنے تمام افراد کو شامل ہے تاکہ مابغ کو کسی طرح کا شک و شبہ نہ رہے،

سوال (۲): تاکید کی کتنی قسمیں ہیں نیز تاکید لفظی کی تعریف مع مثال بیان کریں؟  
 جواب (۲): تاکید کی دو قسمیں ہیں تاکہ لفظی اور تاکید معنوی، پس تاکید لفظی وہ تاکید ہے جو لفظوں کے تکرار کے ساتھ لائی جائے اور یہ تاکید اسم، فعل، حرف تینوں کے تکرار سے لائی جاتی ہے جیسے: زَيْدٌ زَيْدٌ قَائِمٌ زَيْدٌ زَيْدٌ کھڑا ہے ضَرْبٌ ضَرْبٌ زَيْدٌ مارا زید نے، اِنْ اِنْ زَيْدًا قَائِمٌ يَكُفُّ زَيْدٌ کھڑا ہے۔

سوال (۳): تاکید معنوی کی تعریف اور اس کے آٹھوں الفاظ کو بیان کرنے کے بعد نَفْسٌ عَيْنٌ كَلِمًا ، كَلِمًا كَلِمًا کی تمام مثالیں ترجمہ کے ساتھ بیان کریں، نیز بتائیں کہ مصنف "عَيْنٌ رَابِعٌ قِيَاسٌ كُنْ" سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟

جواب (۳): تاکید معنوی وہ تاکید ہے جو مخصوص الفاظ کے ذریعہ متبوع کے معنی میں حاصل ہوئی ہو اور وہ کل آٹھ الفاظ ہیں (۱) نَفْسٌ وَعَيْنٌ (۲) كَلِمًا (۳) كَلِمًا (۴) اَجْمَعُ (۵) اَتَجَمَعُ (۶) اَتَجَمَعُ (۷) كَلَّمَ (۸) اَبْصَحُ، نَفْسٌ اور عَيْنٌ کی مثالیں جیسے: جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ نَفْسُهُ زَيْدٌ میرے پاس بذات خود آیا، جَاءَ نَبِيٌّ الزَيْدَانِ اَنْفُسُهُمَا میرے پاس دونوں زید بذات خود آئے، جَاءَ نَبِيٌّ الزَيْدُونَ اَنْفُسُهُمْ میرے پاس تمام زید بذات خود آئے، جَاءَ نَبِيٌّ اِمْرَاةً نَفْسُهَا میرے پاس ایک عورت بذات خود آئی، جَاءَ نَبِيٌّ اِمْرَاتَانِ اَنْفُسُهُمَا ، وَجَاءَ نَبِيٌّ نِسَاءً اَنْفُسُهُنَّ ، جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ عَيْنُهُ وَجَاءَ نَبِيٌّ الزَيْدَانِ اَعْيُنُهُمَا وَجَاءَ نَبِيٌّ الزَيْدُونَ اَعْيُنُهُمْ، سب کا

ترجمہ | میرے پاس زید بذات خود آیا جہ تہی امرآة عینہا و جہ تہی امرآتان  
 اَعْيُنُهُمَا وَجَاهُ تَبِي نَسَاءِ اَلْعَيْنُونِ مِرے پاس سب عورتیں بذات خود آئی، كِلَا  
 وَكِتَا كِي مَالِكِ: جَاهُ نِي الزَّيْدَانِ كِلَاهُمَا مِرے پاس دونوں کے دونوں زید  
 آئے وَجَاهُ تَبِي الْمَرْأَتَانِ كِلَاهُمَا مِرے پاس دونوں کی دونوں عورتیں آئی،  
 كِلَا وَكِتَا دُونِ مِرْفِ تَشْيِيهِ كِي تَاكِيْدِ كے لیے آتے ہیں بِخِلَافِ نَفْسٍ وَعَيْنٍ كے  
 كِدُو دُونِ وَاحِدِ تَشْيِيهِ وَجَمْعِ سَبِّ كِي تَاكِيْدِ كے لیے آتے ہیں۔

مصنف "عَيْنٌ رَابِعِيْنَ قِيَاسِ كُنْ" سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عَيْنُ بھي نَفْسِ بھي  
 كِي طَرَحِ هے اور يه بھي نَفْسِ بھي كِي طَرَحِ وَاحِدِ مِش وَاحِدِ اور تَشْيِيهِ وَجَمْعِ مِش تَشْيِيهِ وَجَمْعِ  
 اِسْتِعْمَالِ هوتا هے نِيْز تَالِيْعِ كِي اِس قِسْمِ مِش مَتَبَوْعِ كُو مَوَكَّدِ اور تَالِيْعِ كُو تَاكِيْدِ كہتے هیں۔

و تَاكِيْدِ مَعْنَوِيْ بَهِيْشْتِ لَفْظِ سِتِ نَفْسٍ وَ عَيْنٍ وَ كِلَا وَ كِلْتَا وَ كُلٌّ وَ  
 اَجْمَعُ وَ اَكْتَعُ وَ اَبْتَعُ وَ اَبْتَعُ چوں: جَاهُ نِي زَيْدٌ نَفْسُهُ وَ جَاهُ نِي الزَّيْدَانِ  
 اَنْفُسُهُمَا وَ جَاهُ نِي الزَّيْدِيْنَ اَنْفُسُهُمْ وَ عَيْنٌ رَابِعِيْنَ قِيَاسِ كُنْ وَ جَاهُ نِي  
 الزَّيْدَانِ كِلَاهُمَا وَ اَلْهِنْدَانِ كِلْتَاهُمَا وَ كِلَا وَ كِلْتَا خَاصَّةٌ بِمَعْنَى وَ جَاهُ نِي  
 اَلْقَوْمِ كُلُّهُمْ اَجْمَعُونَ وَ اَكْتَعُونَ وَ اَبْتَعُونَ اَبْتَعُونَ بَدَاكُ اَكْتَعُ وَ اَبْتَعُ وَ  
 اَبْتَعُ اِتِّجَاعًا بِه اَجْمَعُ بَلْ بَدُوْنَ اَجْمَعُ نِيَايِدُ وَ مَقْدَمُ بَر اَجْمَعُ نِيَايِدُ۔

ترجمہ | تَاكِيْدِ مَعْنَوِيْ آٹھ لَفْظِ كے ذَرِيْعَه هُوْتِيْ هے، نَفْسٌ، عَيْنٌ، كِلَا، كِلْتَا،  
 كُلٌّ، اَجْمَعُ، اَكْتَعُ، اَبْتَعُ اَبْتَعُ جِيْسے: جَاهُ نِي زَيْدٌ نَفْسُهُ، وَ جَاهُ نِي الزَّيْدَانِ  
 اَنْفُسُهُمَا، وَ جَاهُ نِي الزَّيْدِيْنَ اَنْفُسُهُمْ، عَيْنٌ كُو بھي اِسِيْ طَرَحِ قِيَاسِ كَر لِيَجِيْے،  
 وَ جَاهُ نِي الزَّيْدَانِ كِلَاهُمَا وَ اَلْهِنْدَانِ كِلْتَاهُمَا، كِلَا اور كِلْتَا تَشْيِيهِ كے سَاْتَه  
 خَالِكِ هِيْنَ، وَ جَاهُ نِي الْقَوْمِ كُلُّهُمْ اَجْمَعُونَ يه قِيُولِ وَ اَكْتَعُونَ وَ اَبْتَعُونَ وَ

أَبْصَعُونَ ، واضح رہے کہ اَكْتَعُ ، اَبْتَعُ ، اَبْصَعُ ، اَجْمَعُ کے تالغ ہیں لہذا اَجْمَعُ کے بغیر نہیں آتے ہیں ، نیز اجمع پر مقدم بھی نہیں ہوتے۔

سوال (۱): کُلُّ کس لیے آتا ہے جملہ میں اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے اس کی چاروں مثالوں کو ترجمہ کے ساتھ بیان کریں؟

جواب (۱): کُلُّ واحد اور جمع کے لیے آتا ہے اور وہ جملہ میں مضاف ہوا کرتا ہے اور اس کا مضاف الیہ ہمیشہ ضمیر ہوتی ہے اور یہ واحد اور جمع میں اپنی حالت پر رہتا ہے اس کا مضاف الیہ ضمیر اپنے مرجع کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے ، جیسے: مذکر کی مثال قَرَأْتُ الْكِتَابَ كُلَّهُ میں نے پوری کی پوری کتاب پڑھی ، اِشْتَرَيْتُ الْعَبْدَ كُلَّهُمْ میں نے پورے کے پورے غلام خریدے مَوْنْتُ کی مثال جیسے: قَرَأْتُ الصَّحِيفَةَ كُلَّهَا میں نے پورا کا پورا اخبار پڑھا ، طَلَّقْتُ النِّسَاءَ كُلَّهُنَّ میں ساری کی ساری عورتوں کو طلاق دیدی۔

سوال (۲): اَجْمَعُ اَكْتَعُ اَبْتَعُ اَبْصَعُ یہ چاروں الفاظ کس کے لیے آتے ہیں ان کی جمع مثالوں کو ترجمہ کے ساتھ بیان کریں ، نیز مصنف کی بیان کردہ مثال پر ہونے والے اعتراض کو جواب کے ساتھ بیان کریں؟

جواب (۲): اَجْمَعُ اَكْتَعُ اَبْتَعُ اَبْصَعُ یہ سب ایک ہی معنی کے لیے آتے ہیں ، اور یہ بھی واحد اور جمع کے لیے آتے ہیں ان میں اجمع پہلے آتا ہے اور یہ تینوں اس کے بعد میں آتے ہیں ، مذکر کی مثال جیسے: اِشْتَرَيْتُ الْعَبْدَ اَجْمَعُ اَكْتَعُ اَبْتَعُ اَبْصَعُ میں نے پورا کا پورا غلام خریداجاء نبي القَوْمِ اَجْمَعُونَ اَكْتَعُونَ اَبْتَعُونَ اَبْصَعُونَ میرے پاس پوری کی پوری قوم آئی ، مَوْنْتُ کی مثال جیسے: اِشْتَرَيْتُ الْجَارِيَةَ جَمْعًا كَتَعًا بَتَعًا بَصْعًا میں نے پوری کی پوری باندی خریدی ، جَاءَ نَبِي

النِّسْوَةُ جُمِعُ كُتِبَ بَتَعَ بَضَعُ میرے پاس ساری کی ساری عورتیں آئیں۔  
مصنف کی بیان کردہ مثال جَاءَ نَبِي الْقَوْمِ كُلُّهُمْ اَجْتَمَعُونَ اِكْتَفُونَ  
اِبْتَعُونَ اَبْضَعُونَ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ كُلُّهُمْ کو اَجْتَمَعُونَ وغیرہ کے ساتھ  
کیوں لائے کسی بھی ایک سے تاکید کا لانا کافی تھا دونوں کی کیا ضرورت تھی، اس کا  
جواب یہ ہے کہ اگر كُلُّهُمْ نہ لاتے تو سامع کو شبہ ہو سکتا تھا کہ پوری قوم نہیں آئی  
بلکہ اکثر افراد آئے ہوں گے لیکن كُلُّهُمْ سے اکثر افراد کی نفی کر کے تمام افراد کو  
آنے میں شامل کر دیا، پھر اس کے بعد اَجْتَمَعُونَ وغیرہ کو اس لیے لائے کیونکہ  
سامع کو شبہ ہو سکتا تھا کہ قوم تو پوری آئی مگر ایک ساتھ نہیں آئی بلکہ یکے بعد دیگرے  
سب علیحدہ علیحدہ آئے ہوں گے لہذا اَجْتَمَعُونَ وغیرہ لا کر اس شبہ کی نفی کر دی اور  
کہا کہ نہیں سب بیک وقت ایک ساتھ مل کر آئے۔

سوال (۳): عبارت مذکورہ ”پس بدون اجمع نیابت و مقدم براجمع نباشند“ سے مصنف  
کیا کہنا چاہتے ہیں نیز یہ بھی بتائیں کہ غلام کو پورا خریدنے کا کیا مطلب ہے؟  
جواب (۳): عبارت مذکورہ ”پس بدون اجمع نیابت و مقدم براجمع نباشند“ سے  
مصنف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اِكْتَبَ اَبْتَعَ اَبْضَعُ یہ تینوں اَجْمَعُ کے بغیر استعمال نہیں  
ہوتے اگر اَجْمَعُ عبارت میں ہوگا تو یہ تینوں آئیں گے ورنہ نہیں گویا یہ اجمع کے  
تالیع ہیں اور اسی طرح یہ اجمع سے پہلے بھی نہیں آسکتے کیونکہ اجمع متبوع ہے اور یہ  
اس کے تالیع اور تالیع بعد میں آتا ہے اس لیے یہ اس پر مقدم نہیں ہو سکتے۔

غلام کو پورا خریدنے کا مطلب یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں یہ رواج تھا کہ دو آدمی  
مل کر آدمی آدمی قیمت دے کر ایک غلام خرید لیتے تھے اب غلام آدھا وقت ایک کی  
خدمت کرتا تھا اور آدھا وقت ایک کی، اس وجہ سے یہاں کہا گیا کہ میں نے پورا کا

پورا غلام خرید یعنی اس میں کوئی دوسرا میرے ساتھ شریک نہیں ہے۔

سوم بدل و اوتابہیت کہ مقصود بہ نسبت او باشد و بدل چہار قسم است: بدل الکل، و بدل الاشتمال و بدل الغلط و بدل البعض، بدل الکل آنست کہ مدلولش مدلول مبدل منہ باشد چون جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ أَخُوكَ و بدل البعض آنست کہ مدلولش جز و مبدل منہ باشد چون ضَرَبَ زَيْدٌ رَأْسَهُ و بدل الاشتمال آنست کہ مدلولش متعلق بمبدل منہ باشد چون سَلِبَ زَيْدٌ ثَوْبَهُ و بدل الغلط آنست کہ بعد از غلط بلفظے دیگر یاد کنند چون مَرَزَتْ بِرَجُلٍ حِمَارٌ۔

**ترجمہ** | تیسرا تابع بدل ہے یہ ایسا تابع ہے جو اپنی نسبت میں مقصود ہوتا ہے: بدل کی چار قسمیں ہیں (۱) بدل الکل (۲) بدل الاشتمال (۳) بدل الغلط (۴) بدل البعض، بدل الکل وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کا مدلول ہو جیسے: جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ أَخُوكَ (میرے پاس تیرا بھائی زید آیا) بدل البعض وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کا جز ہو جیسے: ضَرَبَ زَيْدٌ رَأْسَهُ (زید کہ اس کے سر کی پٹائی کی گئی) بدل الاشتمال وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کا متعلق ہو جیسے: سَلِبَ زَيْدٌ ثَوْبَهُ (زید کہ اس کا کپڑا چھینا گیا) بدل الغلط وہ تابع ہے کہ جس کو غلطی کے بعد دوسرے لفظ سے یاد کریں جیسے: مَرَزَتْ بِرَجُلٍ حِمَارٌ (میں آدمی کے پاس سے گزرا نہیں گدھے کے پاس سے)۔

سوال (۱): بدل کی تعریف کریں نیز مصنف کی تعریف میں ”نسبت او“ کو کس طرح جامع و مانع سے تعبیر کیا جائے گا؟

جواب (۱): بدل وہ ایسا تابع ہے جو سابق لفظ کے بعد ہو اور مقصود یہی دوسرا ہو اور متبوع کا ذکر صرف تمہید کیا گیا ہو، عبارت میں ”نسبت او“ کی قید بڑی اہم ہے

کیونکہ اس سے بدل کی تعریف سے تابع کی دیگر چار قسمیں نکل گئی ہیں جیسے: صفت، تاکید، عطف بیان کہ ان تینوں قسموں میں نسبت متبوع کی طرف ہوتی ہے یعنی نسبت میں مقصود متبوع ہوتا ہے جب کہ بدل میں مقصود بالنسبت تابع ہوتا ہے اسی طرح تابع کی پانچویں قسم عطف بحرف بھی نکل گئی کیونکہ اس میں متبوع اور تابع دونوں نسبت میں مقصود ہوتے ہیں حالانکہ بدل میں صرف تابع مقصود ہوتا ہے، یہ کلمہ ”نسبت او“ بڑا جامع و مانع ہے۔

سوال (۲): بدل کی چاروں قسموں کو بیان کریں اور ساتھ میں مبدل منہ اور بدل کی تعین بھی کرتے چلیں؟

جواب (۲): بدل کی چار قسمیں ہیں، (۱) بدل الکل وہ ایسا تابع ہے کہ جس کا مدلول مبدل منہ کا مدلول ہو کہ اگر ایک کو حذف کر دیا جائے تو معنی میں خلل واقع نہ ہو جیسے: جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدًا أَخُوكَ مِرَّةً پَسِ تِيرَابِهَا لِي زَيْدًا يَا، اس میں زید مبدل منہ اور أَخُوكَ بدل ہے اور وہی اصل مقصود ہے کہ اگر زید کو حذف بھی کر دیا جائے تو معنی میں کوئی خلل واقع نہ ہوگا، (۲) بدل الاشتمال اور وہ ایسا تابع ہے کہ جس کا مدلول مبدل منہ کا متعلق ہو جیسے: سَلِبَ زَيْدٌ ثَوْبَةً زَيْدٌ كَمَا كَبُرَ اُجْمِينَا گِيا، اس میں زید مبدل منہ ہے اور ثَوْبَةً بدل ہے جو مبدل منہ کا متعلق ہے (۳) بدل البعض وہ ایسا تابع ہے کہ جس کا مدلول مبدل منہ کا جز ہو جیسے: ضَرَبَ زَيْدٌ رَأْسَهُ زَيْدٌ كَمَا سَرَّارَا گِيا، زید مبدل منہ ہے اور رَأْسَهُ بدل ہے جو زید کا ایک جز ہے اور وہی اصل نسبت میں مقصود ہے، (۴) بدل الغلط وہ تابع ہے جو غلطی کے بعد اس کی تلافی کے لیے دوسرے لفظ سے تعبیر کیا جائے، جیسے: مَرَزَتْ بِرَجُلٍ جِمَارٌ مِّنْ اِيكٍ اَدْمَى كَمَا سَرَّارَا گِيا، اس میں رَجُلٌ مبدل منہ اور جِمَارٌ بدل



ہے کہ اصل میں متکلم گدھے کے پاس سے گزرتا تھا چاہتا تھا مگر غلطی سے مرد کے پاس سے کہہ دیا پھر فرود اپنی غلطی پر متنبہ ہو کر دوبارہ ہمارا کہا جو اصل مقصود تھا۔

سوال (۳): قرآن کریم سے بدل کی مثال بیان کریں مبدل منہ اور بدل کی تعیین بھی کریں اور بدل کی چاروں قسموں کو جامع عربی الفاظ میں بھی تعبیر کریں؟

جواب (۳): قرآن کریم میں بدل الاشتمال کی مثال آئی ہے جیسے: **يَسْتَأْذِنُكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ** اس مثال میں ”الشَّهْرِ الْحَرَامِ“ مبدل منہ اور ”قِتَالٍ فِيهِ“ بدل ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگ چار مہینوں میں قتل و قتال حرام سمجھتے تھے لہذا یہاں قتال یہ شہر حرام کا متعلق ہے۔

بدل کی چاروں قسموں کی عربی تعبیرات یہ ہیں (۱) **بَدَلٌ هُوَ كَلٌّ** یعنی وہ بدل جو مبدل منہ کا کل ہو (۲) **بَدَلٌ هُوَ سَبَبٌ اشْتِمَالٍ** یعنی وہ بدل جو مشتمل ہونے کا سبب ہو (۳) **بَدَلٌ هُوَ بَعْضٌ** وہ بدل جو مبدل منہ کا جز ہو یعنی بعض حصہ ہو (۴) **بَدَلٌ هُوَ سَبَبٌ الْغَلَطِ** وہ بدل جو غلطی کا سبب ہو پس یہ بھی معلوم ہوا کہ تابع کی اس قسم میں متبوع کو مبدل منہ اور تابع کو بدل کہتے ہیں۔

چہارم عطف بحرف واو تا بعیت کہ مقصود باشد بہ نسبت بامتبوعش بعد از حرف عطف چون جَاءَ نِي زَيْدٌ وَ عَمْرُوٌ وَ حُرُوفٌ عَطْفٌ وَهِيَ اسْتِوَادٌ فَصْلٌ سَوْمٌ يَادٌ كَلِمَةٌ اِنْشَاءً اللّٰهُ تَعَالَى وَ اَوْرَاعَطْفٌ نَسَقٌ نِيْزٌ كُوِيْنِدٌ۔

ترجمہ | چوتھی قسم عطف بحرف ہے وہ ایسا تابع ہے کہ جو اپنے متبوع کی نسبت میں مقصود ہو اور حروف عطف کے بعد آئے جیسے: **جَاءَ نِي زَيْدٌ وَ عَمْرُوٌ** (میرے پاس زید اور عمرو آئے) حروف عطف دس ہیں جنہیں ہم تیسری فصل میں ذکر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ اس عطف کو عطف نسق بھی کہتے ہیں۔

سوال (۱): عطف بحرف کی تعریف کرتے ہوئے اس کا دوسرا نام بیان کریں، اور ساتھ ہی تمام مثالوں کو مع ترجمہ پیش کریں نیز معطوف علیہ معطوف کی تعیین بھی کریں؟

جواب (۱): عطف بحرف ایسا تالیع ہے جو حرف عطف کے بعد آئے اور جو متبوع کے ساتھ نسبت میں خود بھی مقصود ہو پس عطف بحرف کا دوسرا نام معطوف علیہ ہے جیسے: خَاجَةَ نَبِيٍّ زَيْنًا وَغَمْرًا مِيرَةً پَسَ زَيْدًا اور عمرو آئے اس میں زید معطوف علیہ اور عمرو معطوف ہے۔

سوال (۲): مصنف کی تعریف جامع و مانع کس طرح ہوگی وضاحت کریں؟

جواب (۲): مصنف کی بیان کردہ تعریف جامع و مانع اس طرح ہے کہ آپ کی عبارت ”مقصود باشد بہ نسبت بامتبوعش“ سے تالیع و متبوع کی دیگر چار قسمیں عطف بحرف کی تعریف سے نکل گئی اس طرح کہ صفت، تاکید اور عطف بیان میں مقصود صلیق متبوع ہوتا ہے جب کہ عطف بحرف میں دونوں مقصود ہوتے ہیں، نیز مذکورہ عبارت سے بدل بھی اس سے نکل گیا کیونکہ اس میں صرف تالیع مقصود ہوتا ہے اس وجہ سے یہ تعریف جامع و مانع ہے۔

سوال (۳) حروف عاطفہ کے دونوں ناموں کو مع وجہ تسمیہ بیان کریں اور مثال کے ذریعہ واضح کریں نیز حروف عاطفہ کی تعداد بھی بتاتے چلیں؟

جواب (۳): حروف عاطفہ کو عاطفہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ عطف کے معنی مائل ہونا ہے اور یہ حرف بھی اپنے مابعد کو اپنے ماقبل کے حکم کی طرف مائل کر دیتے ہیں، حروف عاطفہ کا دوسرا نام حروف نسق بھی ہے نسق کے لغوی معنی ترتیب دینا ہے چونکہ بعض حروف عاطفہ ترتیب کے معنی بھی دیتے ہیں یعنی یہ بتاتے ہیں کہ پہلے معطوف علیہ وجود میں آیا پھر معطوف جیسے: خَاجَةَ نَبِيٍّ زَيْنًا فَغَمْرًا ثُمَّ بَنَكْرًا مِيرَةً

شرح نمبر

آیا پھر عمر و آیا پھر اس کے تھوڑی دیر بعد بکر آیا، پس فاعلیب مع الوصل کے لیے آتا ہے اور ثم تاخیر مع الوصل کے لیے آتا ہے، نیز حرف عطف کی تعداد دس ہے جو آ کے آر ہے ہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تابع متبوع کی اس قسم میں متبوع کو معطوف علیہ اور تابع کو معطوف کہتے ہیں۔

پنجم عطف بیان و ادوات احوال غیر صفت کہ متبوع را روشن گرداند چون اقسَمَ بِاللّٰهِ اَبُو حَنْفِصٍ عُمَرُ وَفَتِيكَةَ بَعْلَمٍ مَشْهُورٌ تَرْتَابًا وَجَاهٌ نِي زَيْدٍ اَبُو عُمَرُ وَفَتِيكَةَ كُنِيَتٌ مَشْهُورٌ تَرْتَابًا۔

**ترجمہ** | پانچواں اور آخری تابع عطف بیان ہے، وہ ایسا تابع ہے کہ جو صفت کے علاوہ ہو (صفت نہ ہو) اور متبوع کو واضح کر دے جیسے: اقسَمَ بِاللّٰهِ اَبُو حَنْفِصٍ عُمَرُ (اللہ کی قسم کھائی ابو حنفص عمر نے) اس وقت جب کہ علم مشہور تر ہو اور جہاں نیا زید ابو عمرو (میرے پاس ابو عمر زید آیا) جس وقت کہ کینیت زیادہ مشہور ہو۔

سوال (۱): عطف بیان کی تعریف کرتے ہوئے اس کا دوسرا نام بھی بیان کریں نیز مصنف کی بیان کردہ تعریف جامع و مانع کس طرح ہے اس کی بھی وضاحت کریں؟

جواب (۱): عطف بیان وہ ایسا تابع ہے جو متبوع کی وضاحت کرے، جب کہ خود صفت نہ ہو اور اس کا دوسرا نام بیان ہے، مصنف کی مذکورہ تعریف جامع و مانع اس طرح ہے کہ غیر صفت کہہ کر تابع کی پہلی قسم کو خارج کر دیا، کیونکہ وہ بھی اپنے متبوع یعنی موصوف کی وضاحت کرتی ہے مگر وہ خود صفت ہے اور یہاں تابع یعنی عطف بیان صفت نہیں ہوتا، نیز عبارت مذکورہ ”متبوع را روشن گرداند“ سے باقی تین قسمیں تاکید، بدل، عطف، حرف لکل گئیں، کیونکہ ان میں تابع اپنے متبوع کو واضح اور روشن نہیں کرتا پس تعریف جامع و مانع ہوئی۔

سوال (۲) عطف بیان کے باب میں متبوع اور تابع کو کیا کہتے ہیں علم اور کنیت کے مشہور ہونے کی مثال بیان کریں اور ساتھ میں متن اور بیان کی تعین بھی کریں؟

جواب (۲) تابع کی اس قسم میں متبوع کو متن اور تابع کو بیان اور عطف بیان کہتے ہیں۔ جیسے: *نَقَسَمَ بِاللّٰهِ اَبُو حَفْصٍ عَمْرٌ اَللّٰهُ كِي قَسَمَ كَهَاتِي اَبُو حَفْصٍ عَمْرٌ* نے اس مثال میں ابو حفص متن ہے جو غیر مشہور ہے کنیت ہے اور عمر جو کہ علم ہے وہ بیان اور عطف بیان ہے جو کنیت سے زیادہ مشہور ہے اور جس نے آ کر متن یعنی غیر مشہور کنیت کو واضح کر دیا، یہ علم کے مشہور ہونے کی مثال ہے، اور جیسے: *خَدَّيْ زَيْدٌ اَبُو حَمْرٍ و مِرَّةٌ* پاس زید عمر و کا باپ آیا اس مثال میں زید مبین ہے جو غیر مشہور علم ہے اور ابو عمر و کنیت ہے جو عطف بیان ہے جس نے مبین غیر مشہور کو واضح کر دیا، یہ کنیت کے مشہور ہونے کی مثال ہے، پس اگر علم غیر مشہور ہوتا ہے تو کنیت کے ذریعہ اس کی وضاحت کرتے ہیں، اور اگر کنیت غیر مشہور ہے، تو علم کے ذریعہ اس کی وضاحت کی جاتی ہے۔

سوال (۳) *نَقَسَمَ بِاللّٰهِ اَبُو حَفْصٍ عَمْرٌ* "اس شعر کو پورا کریں ترجمہ لکھیں شاعر کا نام اور شعر کا پورا خلیفہ و پس منظر بیان کریں؟

جواب (۳) مکمل شعر اس طرح ہے:

*نَقَسَمَ بِاللّٰهِ اَبُو حَفْصٍ عَمْرٌ ﴿۱﴾ مَا مَسَّهَا مِنْ نَقَبٍ وَّلَا ذَبْرٍ*

*اَعْفِرْ لِي اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ فَجْرٌ*

ابو حفص عمر نے اللہ کی قسم کھائی کہ اس اونٹنی کے نہ تو پیر میں سوراخ ہے اور نہ

پیٹھ میں زخم، اے اللہ تو ان کی مغفرت کر دے اگر انہوں نے جھوٹی قسم کھائی،

یہ ایک اعرابی عبد اللہ بن کیسہ کی نظم کے اشعار ہیں۔

اس شعر کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ایک اعرابی آپؓ

کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ اے امیر المؤمنین! میری اونٹنی بہت کمزور ہو گئی ہے اس کے پیروں میں سوراخ ہو گئے ہیں اور اس کی پیٹھ بھی زخموں سے چور ہے وہ سڑک کے قابل نہیں رہی لہذا آپ مجھے کوئی اونٹنی عنایت فرما دیجیے تاکہ اس پر سفر کر کے اپنے وطن پہنچ سکوں تو حضرت عمرؓ نے کچھ حالات و واقعات پر نظر ڈال کر کہا تو مہوٹا ہے، لعلہ بیانی سے کام لیتا ہے یہاں تک آپ نے قسم کھائی میں تجھ کو اونٹنی نہیں دوں گا وہ بھارہ مایوس ہو کر نکل چلا پس وہ اپنی کمزور اونٹنی کو لے کر چلا جا رہا تھا حالانکہ خود اس کی پیچھے پیچھے پیدل چل رہا تھا اور یہ اشعار کہہ رہا تھا کہ اچانک ایک وادی سے حضرت عمرؓ نے اس کو اترتے ہوئے دیکھ لیا اور اس کے یہ اشعار سنے تو آپؓ نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ میری قسم مہوٹی کر دے تاکہ اس اعرابی کی بددعا کی بدولت میری مغفرت ہو جائے پھر آپؓ اس کے پاس گئے اور اس کو قوی و فربہ اونٹنی عطا کی، اور بہت ساز اور اہدے کر رخصت فرمایا۔

**فصل دوم:** در بیان منصرف و غیر منصرف آنست کہ پنج سبب از اسباب منع صرف درو نہ باشد، و غیر منصرف آنست کہ دو سبب از اسباب منع صرف درو باشد، و اسباب منع صرف نہ است عدل و وصف و تانیف و معرفہ و مجہ و جمع و ترکیب و وزن فعل و الف نون مزیدتان، چنانچہ در غمّر عدل است و علم و در ثلث و مثلك صفت است و عدل و در طلحة تانیف است و علم و در زینب تانیف معنوی است و علم و در حبلی تانیف است بالف مقصورہ و در حمراء تانیف است بالف ممدودہ و ایں مؤنث بجائے دو سبب است و در ابراہیم مجہ است و علم و در مساجد و مصابیح جمع منتهی الجموع بجائے دو سبب است و در بعلبک ترکیب است و علم و در احمّد وزن فعل است و علم و در سکران الف و نون زائدتان است و وصف و در

عُثْمَانُ الف نون زائد تان ست و علم و تحقیق غیر منصرف از کتب دیگر معلوم شود۔

ترجمہ | دوسری فصل منصرف و غیر منصرف کے بیان میں، منصرف وہ اسم ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے کوئی سبب نہ ہو، غیر منصرف: وہ اسم ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب موجود ہوں اسباب منع صرف نو ہیں: عدل، وصف، تانیث، معرفہ، مجرہ، ترکیب، وزن فعل اور الف نون زائد تان، جیسا کہ عمر میں عدل اور علم ہیں، تَنْكَ و مَثَلُكَ میں صفت و عدل ہے، مَلْتَحَةٌ میں تانیث اور علم ہے، زَنْبٌ میں تانیث معنوی اور علم ہے حُبْلَى میں تانیث بالف مقصورہ ہے، خَشْرَانٌ میں تانیث بالف ممدودہ ہے اور یہ مؤنث و سبب کے قائم مقام ہے، اَبْرَاهِيمُ میں مجرہ اور علم ہے، مَسَاجِدٌ و مَضَائِبُخ میں جمع متبئی المجموع ہے جو ایک سبب دو سبب کے قائم مقام ہے، بَغْلَبُكَ میں ترکیب اور علم ہے، اَخْمَدٌ میں وزن فعل اور علم ہے، سَكْرَانٌ میں الف نون زائد تان اور وصف ہے اور عُثْمَانُ میں الف نون زائد تان اور علم ہے، غیر منصرف کی تحقیق دیگر کتابوں سے معلوم ہو جائے گی۔

اس متن سے متعلق تشریح اسم متمکن کی پانچوں قسمیں غیر منصرف کے ذیل میں گذر چکی ہے، دو بارہ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

## حروف غیر عاملہ کا بیان

فصل سوم: در حروف غیر عاملہ و آن شانزده قسم است اول حروف حمیدہ

آن سہ است آلا و اما و انا۔

ترجمہ | تیسری فصل حروف غیر عاملہ کے بیان میں، اس کی سولہ قسمیں ہیں، پہلی قسم:

حروف حمیدہ یہ تین ہیں (۱) آلا (۲) انا (۳) انا۔

سوال (۱): حروف تسمیہ کے لغوی معنی بیان کریں اور بتائیں کہ یہ حروف کس پر داخل ہوتے ہیں؟

جواب (۱): بَبَّهٖ بُبَّهٖ تَبَّهٖا ، از باب تفعیل معنی متنبہ کرنا بیدار کرنا کسی چیز پر واقف کرنا، اور یہ حروف جملہ اسمیہ فعلیہ و ذوں پر داخل ہوتے ہیں تاکہ مخاطب کو متنبہ کیا جائے۔

سوال (۲): یہ کل کتنے حروف ہیں اور انکا ترجمہ کن الفاظ سے کیا جاتا ہے، چھ مثالیں بیان کریں؟

جواب (۲): یہ تین حروف ہیں (۱) اَلَا (۲) اِنَّمَا (۳) اِنَّمَا اور ان کا ترجمہ آگاہ رہو خبر دار ہو جاؤ جیسے کلمات سے کیا جاتا ہے، جملہ اسمیہ پر دخول کی مثالیں جیسے: اَلَا زَيْدٌ قَائِمٌ ، اِنَّمَا زَيْدٌ قَائِمٌ ، هَا زَيْدٌ قَائِمٌ ، سب کا ترجمہ ایک ہے، آگاہ رہو کہ زید کھڑا ہے، جملہ فعلیہ پر دخول کی مثالیں: اَلَا قَامَ زَيْدٌ ، اِنَّمَا قَامَ زَيْدٌ ، هَا قَامَ زَيْدٌ ، سب کا ترجمہ: متنبہ رہو کہ زید کھڑا ہوا پس ان تمام مثالوں کے شروع میں یہ حروف غیر عاملہ ہیں، جنہوں نے کچھ عمل نہیں کیا،

سوال (۳): قرآن کریم سے حروف تسمیہ کی مثالیں بیان کریں؟

جواب (۳): قرآن کریم میں حروف تسمیہ کی مثال جیسے: اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ آگاہ ہو جاؤ کہ بیشک وہی لوگ فساد مچانے والے ہیں۔

دوم حروف ایجاب و آن شش است نَعْمٌ و بَلٰی و اَجَلٌ و اٰی و جِبْرِ و لٰنٌ سوم حروف تفسیر و آن دو است اٰی اَنْ كَقَوْلِهِ تَعَالٰی وَ نَادَيْتُهُ اَنْ يَّا اِبْرٰهِيْمُ چهارم حروف مصدریہ و آن سہ است مٰو اَنْ و اَنْ مٰو اَنْ و در فعل روند تا فعل بمعنی مصدر باشد۔

ترجمہ | دوسری قسم: حروف ایجاب یہ چھ ہیں (۱) نَعْمٌ (۲) بَلٰی (۳) اَجَلٌ (۴) اٰی (۵) جِبْرِ (۶) اِنْ ، تیسری قسم حروف تفسیر یہ دو ہیں اٰی ، اَنْ جیسا کہ اللہ

تعالیٰ کا قول ہے ”وَنَادَيْنَا اَنْ تَا اِبْرَاهِيْمَ“ (ہم نے پکارا ان کو یعنی اے ابراہیم علیہ السلام) چوتھی قسم: حروف مصدر یہ یہ تین ہیں مَا، اَنْ وَاَنْ، پس مَا اور اَنْ فعل پر داخل ہوتے ہیں تاکہ فعل مصدر کے معنی میں ہو جائے۔

سوال (۱): حروف ایجاب کے لغوی معنی بیان کریں اور بتائیں کہ یہ کتنے حروف ہیں اور کس معنی کے لیے آتے ہیں، تمام حروف ایجاب یہ کون ان کے تمام مدخولوں کے ساتھ مثالوں کی روشنی میں ذکر کریں؟

جواب (۱): اوجب یوجب ایجابا از باب افعال معنی واجب کرنا، ثابت کرنا، اور یہ حروف ایجاب واثبات کے معنی ادا کرتے ہیں، یہ کل چھ حروف ہیں (۱) نَعَمْ (۲) بلی (۳) اَجَل (۴) ہئی (۵) جَبْر (۶) اِنْ -

ان حروف سے میں سے نعم خواہ کلام انشائیہ ہو یا خبریہ مثبت ہو یا منفی سب کے جواب میں آتا ہے، کلام انشائیہ مثبت کی مثال جیسے: اُجَاءَ زَيْدٌ؟ کیا زید آیا اس کے جواب میں آئے گا نَعَمْ جَاءَ زَيْدٌ! ہاں زید آیا، کلام انشائیہ منفی کی مثال جیسے: اَمَّا جَاءَ زَيْدٌ؟ کیا زید نہیں آیا جواب ہوگا نَعَمْ مَا جَاءَ زَيْدٌ! جی ہاں! زید نہیں آیا، کلام خبریہ مثبت کی مثال جیسے: قَامَ زَيْدٌ؟ زید کھڑا ہے جواب ہوگا نَعَمْ قَامَ زَيْدٌ! زید کھڑا ہے، کلام خبریہ منفی کی مثال جیسے: مَا قَامَ زَيْدٌ؟ زید کھڑا نہیں ہے؟ اس کا جواب ہوگا نَعَمْ مَا قَامَ زَيْدٌ، جی ہاں! زید نہیں کھڑا ہے۔ بلی یہ کلام منفی کے اثبات کے لیے آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں جواب ہوگا قَالُوا بَلٰی انہوں نے کہا کیوں نہیں (یعنی بلیک آپ ہمارے رب ہیں) ایہی کلام سابق کو ثابت کرنے کے لیے استفہام کے جواب میں آتا ہے اور اس کے پہلے قسم کا لانا لازم ہے جیسے: اُجَاءَ زَيْدٌ؟ کیا زید آیا؟ جواب ہوگا اِیْ وَ اَللّٰہِ



جاء زید جی ہاں! اللہ کی قسم زید آیا ہے۔

باقی تین حروف أَجَلَ خَيْرٌ اِنْ خبر کی تصدیق کے لیے آتے ہیں خواہ خبر مثبت ہو یا منفی ہو جیسے: قَدْ جَاءَ زَيْدٌ تَحْتَقِيقٌ کہ زید آیا ہے جو اب میں اس خبر کی تصدیق کے لیے آئے گا، أَجَلَ قَدْ جَاءَ زَيْدٌ. خَيْرٌ قَدْ جَاءَ زَيْدٌ. اِنْ قَدْ جَاءَ زَيْدٌ سب کا ترجمہ ہوگا جی ہاں! زید آیا ہے، اور خبر کے منفی ہونے کی مثال جیسے: لَمْ يَأْتِكَ زَيْدٌ زید تیرے پاس نہیں آیا اس کا جواب ہوگا أَجَلَ مَا جَاءَ عِنْدِي زَيْدٌ. خَيْرٌ مَا جَاءَ عِنْدِي زَيْدٌ. اِنْ مَا جَاءَ عِنْدِي زَيْدٌ سب کا ترجمہ ہوگا جی ہاں میرے پاس زید نہیں آیا، مگر ہاں اِنْ کا استعمال بہت قلیل ہے۔

سوال (۲): حروف تفسیر یہ کس معنی کے لیے آتے ہیں اور یہ کتنے حروف ہیں سب کو مثالوں کے ساتھ بیان کریں نیز ساتھ میں عین قول، غیر قول اور معنی قول کی بحث کو بھی مثالوں کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب (۲): حروف تفسیر یہ ماقبل کے جملہ کی پوشیدگی کی تفسیر کرنے کے لیے آتے ہیں اور یہ دو حروف ہیں (۱) اِنِّی (۲) اَنْ جیسے: جَاءَ زَيْدٌ اِنِّیْ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ زَيْدٌ اِیَّا یعنی عبد اللہ کا باپ، زید غیر مشہور ہونے کی وجہ متعین نہیں ہو رہا تھا جس کی وجہ سے اس میں ابہام اور پوشیدگی تھی اِنِّی نے آکر اس کی تفسیر کر دی کہ زید سے مراد ابو عبد اللہ ہے، اسی طرح جیسے: وَ نَا دَيْنُهُ اَنْ بَا اِبْرَاهِيْمَ هَمْ نے اس کو پکارا یہ کہ اے ابراہیم! یہاں پہلے جملہ میں (ہ) ضمیر میں جو پوشیدگی تھی اس کی اَنْ نے تفسیر کر دی یعنی ”ہ“ سے مراد حضرت ابراہیم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، معلوم ہونا چاہیے کہ اَنْ ہر کسی کی تفسیر نہیں کرتا برخلاف اِنِّی کے کہ وہ کہیں بھی آجاتا ہے کسی بھی لفظ کی تفسیر کر دیتا ہے مگر اَنْ کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کا مفسر عین قول یا غیر قول نہ ہو

بلکہ معنی قول ہو عین قول کا مطلب یہ ہے کہ جو فعل بھی لفظ قول سے مشتق ہوگا اس کے بعد اس کی تفسیر کے لیے ان نہیں آئے گا جیسے: قُلْتُ اَنْ اَنْتِ مِّنْ نَّسَبِیْہِمْ کہ تو آ، یہ کہنا غلط ہے کیونکہ یہاں مفسر عین قول ہے اور اسی طرح اس کا مفسر غیر قول بھی نہ ہو یعنی لفظ قول کے علاوہ بھی نہ ہو جیسے: ذَهَبْتُ اَنْ اَلْعَبُّ مِّنْ کَیْہِمْ کہ میں کھیلوں، یہ بھی غلط ہے کہ ان سے پہلا جملہ یعنی مفسر غیر قول ہے۔ البتہ معنی قول ہو جیسے: مَا قُلْتُ لَہٗ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ اِنْ اَعْبَلُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَ رَبَّکُمْ مِّنْ نَّسَبِیْہِمْ کہ میں نے کچھ نہیں کہا اس کو مگر جو تو نے مجھ کو حکم دیا یہ کہ تم بندگی کرو اللہ کی جو میرا اور تمہارا رب ہے، یہاں اَمَرْتَنِیْ کی اَنْ کے ذریعہ تفسیر کی گئی ہے اور اَمْرٌ نہ تو عین قول ہے یعنی قول مصدر سے مشتق نہیں اور نہ غیر قول ہے بلکہ معنی قول ہے کیونکہ، اَمَرَ کے معنی حکم دینا اور حکم بھی زبان سے دیا جاتا ہے اور کہنا بھی زبان سے ہوتا ہے اس لیے یہ معنی قول ہے یعنی قول تو نہیں مگر قول کے حکم اور معنی میں ہے۔

سوال (۳): حروف مصدر یہ کس معنی کے لیے آتے ہیں اور یہ کتنے حروف ہیں نیز یہ حروف کس پر داخل ہوتے ہیں مع مثال بیان کریں اور اُن کے لیے جو حکم زائد ہے اس کا بھی ذکر کرتے چلیں؟

جواب (۳): حروف مصدر یہ اپنے مدخول کو مصدر کے معنی میں کرنے کے لیے آتے ہیں، اور یہ تین حروف ہیں (۱) مَا (۲) اَنْ (۳) اَنْ اَنْ مِّنْ مَا اور اَنْ فِعْلٌ پر داخل ہوتے ہیں اور اس کو مصدر کے معنی میں کر دیتے ہیں جیسے: وَ ضَاقَتْ عَلَیْہِمْ الْاَرْضُ بِمَا رَحَّبَتْ اِیُّ بِرُحْبَتِہَا زَمِنَ اَنْ پَرَنَکَ ہو گئی باوجود کشادہ ہونے کے، یہاں ما مصدر یہ نے فِعْلٌ رَحَّبَتْ کو مصدر رُحِبَتْ کے معنی میں کر دیا اَنْ کی مثال جیسے: اَغْجَبَنِیْ اَنْ خَرَجْتُ تیرا گلنا مجھ کو پسند آیا یہاں اَنْ نے خَرَجْتُ فِعْلٌ کو

خُرُوجًا مصدر کے معنی میں کر دیا یعنی اَعْجَبَنِي خُرُوجًا اور اَنْ مَصْرَفِ اسْمٍ پر داخل ہوتا ہے جیسے: اَعْجَبَنِي اَنْكَ قَائِمٌ مجھے تیرا کھڑا ہونا پسند آیا، یہاں اَنْ نے قَائِمٌ کو قیام مصدر کے معنی میں کر دیا ہے یعنی اَعْجَبَنِي قِيَامَكَ لیکن کبھی کبھی اَنْ پر مائے کافہ بھی داخل ہوتا ہے اس وقت اَنْ اسم اور فعل دونوں پر داخل ہوتا ہے جیسے: اَعْجَبَنِي اَنْمَا قَائِمٌ مجھے تیرا کھڑا ہونا پسند آیا اور فعل کی مثال جیسے: اَعْجَبَنِي اَنْمَا قُمْتُ مجھے تیرا کھڑا ہونا پسند آیا۔

پنجم حروف کھفیف و آل چہار است الّا و هَلّا و لَوّلا و لَوّما ، ششم حروف توقع و آل فداست برائے تحقیق در ماضی و برائے تقریب ماضی بحال و در مضارع برائے تقلیل ہلعم حروف استفہام و آل سہ است ما و همزہ و هلّ۔

ترجمہ | پانچویں قسم: حروف کھفیف ہے اور یہ چار ہیں الّا ، هَلّا لَوّلا ، اور لَوّما ، چھٹی قسم حروف توقع ہے اور یہ قند ہے فعل ماضی میں تحقیق کے لیے ہے اور فعل ماضی کو حال سے قریب کر دیتا ہے اور فعل مضارع میں تقلیل کے واسطے آتا ہے، ساتویں قسم: حروف استفہام: یہ تین ہیں ما، همزہ، هلّ۔

سوال (۱): حروف کھفیف کیا معنی دیتے ہیں اور کس پر داخل ہوتے ہیں ان کے تمام معانی کی نشاندہی کریں؟

جواب (۱): حُضُّض از باب تفعیل معنی براہینتہ کرنا ابھارنا، یہ مخاطب کو کسی کام پر ابھارنے کے لیے لائے جاتے ہیں اور فعل پر داخل ہوتے ہیں یہ چار حروف ہیں (۱) الّا (۲) هَلّا (۳) لَوّلا (۴) لَوّما اگر فعل ماضی پر داخل ہوں تو تین معنی دیتے ہیں، (۱) تو بخ یعنی جھڑکنا (۲) تندیم عار و لانا (۳) کھفیف ابھارنا جیسے: الّا ضَرَبْتُ زَيْدًا تو نے زید کو کیوں نہیں مارا، هَلّا اَكْرَمْتُ زَيْدًا تو نے زید کا اکرام

کیوں نہیں کیا، لَوْ لَا جِتْنِي تو میرے پاس کیوں نہیں آیا، لَوْ مَا أَكَلْتُ الشَّمَكِ تو نے پھلی کیوں نہیں کھائی، اور اگر یہ حروف فعل مضارع پر داخل ہوں تو ترغیب کے معنی دیتے ہیں جیسے: أَلَا تَطَّلِعُ الْكُتُبَ فَتَكُونُ عَلِيمًا، تو کتابوں کا مطالعہ کیوں نہیں کرتا تاکہ تو عالم بن جائے، هَلَا تَجْتَهِدُ فَتَكُونُ فَائِزًا تو محنت کیوں نہیں کرتا تاکہ تو پاس ہو جائے، لَوْ لَا تَحْفِظُ الْقُرْآنَ فَتَكُونُ حَافِظًا تو قرآن کیوں یاد نہیں کرتا تاکہ تو حافظ بن جائے، لَوْ مَا تَتَعَلَّمُ فَتَكُونُ مُعَلِّمًا تو علم کیوں نہیں سیکھتا تاکہ تو معلم بن جائے۔

سوال (۲): حروف توقع ماضی اور مضارع پر داخل ہو کر کیا کیا معنی دیتا ہے مع مثال و ترجمہ مثال بیان کریں؟

جواب (۲): تَوَقَّعَ از باب تَعَقَّلَ معنی امید کرنا، توقع کرنا، یہ صرف ایک حرف ہے "قَدْ" اور ہمیشہ فعل پر داخل ہوتا ہے پس اگر فعل ماضی پر داخل ہو تو تین معنی دیتا ہے (۱) تحقیق جیسے: قَدْ ضَرَبَ زَيْدٌ فَتَحْقِيقُ كَزَيْدٍ نَ مارا (۲) تقریب یعنی ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے جیسے: قَدْ رَكِبَ الْأَمِيرُ قَرِيبَ نَهْرِ زَمَانِهِ مِثْلَ امِيرِ سَوَارِ ہوا ہے (۳) توقع یعنی امید کے معنی دیتا ہے جیسے: قَدْ سَافَرَ زَيْدٌ فَتَوَقُّعُ هُوَ كَزَيْدٍ نَ سفر کیا اگر مضارع پر داخل ہو تو دو معنی دیتا ہے بشرطیکہ فعل مضارع حروف ناصب و ہازم اور سین و سوف سے خالی ہو، (۱) تَقْلِيلُ کے معنی جیسے: قَدْ بُضِّقُ الْكُذُوبُ کبھی کبھی جھوٹا آدمی بھی سچ بول جاتا ہے (۲) تحقیق کے معنی دیتا ہے جیسے: قَدْ يَتَعَلَّمُ نَهْ الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ فَتَحْقِيقُ كَاللَّهِ تَعَالَى تَمَّ مِثْلَ سِرْكَوْثِ ذَالِنِ وَالْوَلِ كُو جَانَا ہے اور اسی طرح قَدْ نَرَى تَقَلَّبَ وَجْهَكَ فِي السَّمَاءِ فَتَحْقِيقُ كَهَمَّ تَهَارِے ہے سے کا آسمان کی طرف بار بار اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔

سوال (۳): حروف استفہام کتنے ہیں اور کیا کام کرتے ہیں اور کس پر داخل ہوتے ہیں مع مثال و ترجمہ بیان کریں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ هل استفہام کے علاوہ اور کیا معنی دیتا ہے؟

جواب (۳): حروف استفہام تین ہیں (۱) ما (۲) ہمزہ (۳) هل یہ حروف کلام میں سوال کو پیدا کرنے کے لیے آتے ہیں جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر داخل ہوتے ہیں، جملہ اسمیہ کی مثالیں جیسے: مَا اسْمُكَ تیرا نام کیا ہے؟ اَزِيدَ قَائِمًا کیا زید کھڑا ہے؟ اَهْلٌ زَيْدًا قَائِمًا کیا زید کھڑا ہے؟ جملہ فعلیہ کی مثالیں جیسے: بَمَا قَامَ زَيْدٌ زید نے کیا کیا؟ اَقَامَ زَيْدٌ کیا زید کھڑا ہوا؟ اَهْلٌ قَامَ زَيْدٌ کیا زید کھڑا ہوا؟

لفظ هل استفہام کے علاوہ ”قد“ یعنی تحقیق کے معنی بھی دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: هَلْ اَتَى عَلَى الْاِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ اللَّيْلِ لَمْ يَكُنْ شَيْطَانًا مَّذْكُورًا تحقیق کہ انسان پر زمانہ میں سے ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے کہ جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا، یہاں هَلْ قَدْ کے معنی میں ہے۔

ہشتم حروف ردع و آں کلا است بمعنی گردانیدن و بمعنی حقانیز آمدہ است چوں کلا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ، نہم تنوین و آں پنج است تمکن چوں زید و تکمیر چوں صَبِ اَيُّ اُسْكُتُ سُكُوْتًا مَّا فِیْ وَقْتِ ، اَمَّا صَبِ بغير تنوین فمعناه اُسْكُتِ السُّكُوْتُ الْاَنَ وَعَوْضُ چوں يَوْمَئِذٍ و مقابله چوں مُسْلِمَاتٍ و ترنم کہ در آخر ابیات باشد۔ شعر

اَقْلَى اللُّوْمَ عَاذِلَ وَ الْعِنَابِیْنَ ﴿۱﴾ وَ قَوْلِیْ اِنْ اَصْبَحْتُ لَقَدْ اَصَابَنِیْ  
ذین ترنم در اسم و فعل و حرف رود اما چہار اولین خاص است باسم۔

ترجمہ | آٹھویں قسم حروف ردع یہ کلا ہے جو کہ جھڑکنا اور روکنے کے معنی میں ہے جیسے: کلا سَوْفَ تَعْلَمُونَ تحقیق کہ تم اس کو جان لو گے، نوین قسم: تنوین ہے یہ پانچ ہیں (۱) تنوین تمکن جیسے: زید (۲) تنوین تکمیر جیسے: صَبِ اَيُّ اُسْكُتِ

شکوفاً ثانی وقت (کسی بھی وقت خاموش ہو جا) رباحہ بغیر تویں کے تو اس کے معنی اُسکتِ الشکوٰۃ الآن ہیں (تو اب چپ ہو جا) (۳) تویں عوض جیسے: یؤنئذ (۴) تویں مقابلہ جیسے: مُسَلِّمَاتِ (۵) تویں ترنم وہ اشعار کے آخر میں ہوتی ہے جیسے: شعر

أَفَلَى الْيَوْمِ عَاذِلٌ وَالْعِنَابِينَ ﴿۱۰﴾ وَقَوْلِي لَنْ أَصْبُتَ لَقَدْ أَصَابَنِي

(اے محبوبہ! تو طامت کرنے اور عتاب کرنے کو کم کر اور تو کہہ اگر میں درست کام کروں کہ اس نے درست کام کیا) یہ تویں ترنم اسم، فعل اور حرف میں سے ہر ایک پر آتی ہے رعی شروع کی چار تویں تو وہ اسم کے ساتھ خاص ہیں۔

سوال (۱): حرف ردع کُلا کس معنی کے لیے آتا ہے ہر ایک کو مع مثال بیان کریں، نیز کُلا اسم ہے یا حرف اس کا اختلاف بھی واضح کریں؟

جواب (۱): ردع کے لغوی معنی جھڑکنا اور حرف ردع کُلا ہے جو تین معنی کے لیے آتا ہے (۱) مضمون سابق سے روکنے اور جھڑکنے کے لیے جیسے کسی نے کہا زبدا يُبْغِضُكَ زبدا آپ سے بغض رکھتا ہے تو آپ نے جواب میں کہا کُلا ہرگز نہیں، (۲) مضمون جملہ کی تحقیق کے لیے جیسے کُلا سَوْفَ تَعْلَمُونَ تحقیق کہ تم اس کو جان لو گے (۳) کبھی کسی چیز کی عدم قبولیت کے لیے آتا ہے جیسے: کوئی کہے: اِفْعَلْ كَذَا ایسا کرو تو آپ کہیں کُلا ہرگز نہیں کُلا کے بارے میں اختلاف ہے چنانچہ ہمارے مصنف کے نزدیک یہ حرف ہے کیونکہ آپ نے اس کو حروف غیر عاملہ میں بیان کیا ہے اور پھر معنی اصل ہونے کی وجہ سے وہ جتنی ہے، بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ وہ اسم ہے پس اگر اسم مانیں تو حرف سے لفظی طور پر مشابہت ہونے کی وجہ سے جتنی ہے البتہ پہلا قول ہی راجح ہے۔

سوال (۲): تنوین کے لغوی و اصطلاحی معنی بیان کریں نیز بتائیں کہ تنوین کی تعریف سے کون کونسے الفاظ خارج ہو گئے اور کیوں اور لگے ہاتھ تنوین کی پانچوں قسموں کی تعریف بھی مع امثلہ بیان کرتے چلیں؟

جواب (۲): نَوْنٌ از باب تفعیل معنی لون کو داخل کرنا اصطلاح میں تنوین اس لون ساکن کو کہتے ہیں جو کلمہ کے آخر میں دوز بردوز یردو پیش کو ادا کرنے سے بولنے میں آتی ہے اور لکھی نہیں جاتی اور نہ ہی وہ فعل کی تاکید کے لیے آتی ہے اس تعریف میں مذکورہ قید ”فعل کی تاکید کے لیے نہ آتی ہو“ سے لون خفیفہ نکل گیا اور دوسری قید کہ ”لکھی ہوئی نہ ہو“ سے لَدُنْ، لَمْ یَمُکِّنْ کا لون نکل گیا۔

تنوین کی پانچ قسمیں ہیں (۱) تنوین ممکن وہ تنوین ہے جو اسم کے آخر میں کلمہ کو منصرف ظاہر کرنے کے لیے آتی ہے جیسے: زَبَدٌ رَجُلٌ (۲) تنوین تکلیف وہ تنوین ہے جو اسم کے کمرہ ہونے پر دال ہو جیسے: صَبٌ معنی کسی بھی وقت چپ ہو جا اصل میں صَبٌ اسم فعل بمعنی امر حاضر تھا یعنی بمعنی اُسْتُكْتُت اور یہ معرفہ تھا عربی میں مطلب تھا اُسْتُكْتُتِ الشُّكُوْتُ الْاَنْ یعنی تو اب چپ ہو جا پس جب اس پر تنوین آئی تو اس نے اس کو کمرہ بنا دیا اب صَبٌ کا عربی میں ترجمہ ہوا اُسْتُكْتُتِ شُّكُوْتًا مَّا فَبِيْ وَقْتٍ یعنی کسی بھی وقت چپ ہو جا (۳) تنوین عوض وہ تنوین ہے جو اسم پر مضاف کے عوض میں لائی جائے جیسے: يَوْمَئِذٍ، حَبِيْتِئِذٍ، وَقْتِئِذٍ کہ اصل میں يَوْمٌ اِذْ كَانَ كَذَا تھا معنی جس دن کہ ایسا ہوا، يَوْمٌ مضاف ہے اس کی اضافت اِذْ کی طرف ہے پھر اِذْ مضاف الیہ ہو کر اس کی اضافت كَانَ كَذَا کی طرف ہے پس كَانَ كَذَا کو تخفیفاً حذف کر دیا چنانچہ اب اِذْ جس کی كَانَ كَذَا کی طرف اضافت ہو رہی تھی اور اب تک وہ اضافت کے ذریعہ تمام تھا لہذا اب وہ اضافت نہ رہنے کی

وجہ سے ناقص ہو گیا اس لیے اب اس کے مضاف الیہ کان کذا کے عوض میں تنوین لے آئے کیونکہ تنوین بھی اسم کو تام کر دیتی ہے اس لیے اب اذ تام ہو گیا اور اس طرح یؤمبذ ہو گیا، مضاف الیہ چونکہ مجرور ہوتا ہے اس لیے اس کے عوض میں آنے والی تنوین بھی مجرور ہے، (۴) تنوین مقابلہ وہ تنوین ہے جو جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں جمع مؤنث سالم میں آتی ہے یعنی جب جمع مذکر سالم کو جمع بنانے کے لیے واڈ یا یاہ نون دیدیا تو جمع مؤنث سالم کی طرف سے بھی تقاضہ ہوا کہ اسے بھی نون دیا جائے مگر چونکہ نون تو جمع مذکر سالم کو دیا جا چکا تھا اس لیے اب جمع مؤنث سالم کو نون کے بدلے میں تنوین دیدی تو یہ ہے وہ تنوین جو جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں آئی ہے، جیسے: مُسَلِّمَاتٌ (بہت سی مسلمانیاں)، (۵) تنوین ترنم وہ تنوین ہے جو شعر یا مصرع کے آخر میں تزمین کلام اور تحسین صوت کے لیے بڑھائی جائے حرف اطلاق یعنی الف، واڈ، یا کے عوض میں جیسے:

أَقْلَى اللُّؤْمِ عَاذِلٌ وَ الْعِتَابِ ۞ وَقَوْلِي إِنْ أَصَبْتُ لَقَدْ أَصَابْتُ

ترجمہ: اے محبوبہ! تو ملامت کرنے اور عتاب کرنے کو کم کر، اور تو کہہ اگر میں درست کام کروں کہ بیشک اس نے صحیح کام کیا۔

موالغ تنوین پانچ ہیں (۱) معرف باللام ہونا (۲) مضاف ہونا (۳) غیر

منصرف ہونا (۴) جنی ہونا (۵) فعل ہونا۔

سوال (۳) مذکورہ شعر کے شاعر کا نام اور شعر کی بحر کا نام مع تقطیع بیان کریں نیز شعر کے دونوں ترجموں کو وجہ ترجمہ کے ساتھ لکھیں اور بتائیں کہ غاذل کی تحقیق اور شعر کا محل شاہد کیا ہے؟

جواب (۳): مذکورہ بالا شعر کے شاعر قبیلہ بنو تمیم کے جریر بن عطیہ تميمی ہیں یہ شعر بحر



دافر میں ہے جس کے اوزان یہ ہیں:

مَفَاعِيلُنْ مَفَاعِلْتُنْ فَعُولُنْ ﴿﴾ مَفَاعِيلُنْ مَفَاعِلْتُنْ فَعُولُنْ  
شعر کی تقطیع بحر کے مطابق اس طرح ہوگی۔

مَفَاعِيلُنْ      مَفَاعِلْتُنْ      فَعُولُنْ  
اِقْلُ لِّلْ لَوْ      مَ عَاذِلُ      وَّلْ عِتَابُنْ  
مَفَاعِيلُنْ      مَفَاعِلْتُنْ      فَعُولُنْ  
وَ قَوْلِيْ      اِنْ اَصْبْتُ      لَقَدْ اَصَابُنْ

پس شعر کے دونوں مصرعوں کے آخر میں تنوین ترنم بڑھائی گئی ہے اگر اس کو نہ بڑھاتے تو شعر وزن سے خارج ہو جاتا جیسا کہ فی الحال عِتَابُنْ اور اَصَابُنْ اپنی بحر فَعُولُنْ کے مطابق ہیں لیکن تنوین کو حذف کر دیں تو فَعُولُنْ کے مقابلہ میں عتاب اور اصاب ہوگا جس کی وجہ سے شعر بحر سے خارج ہو جائے گا اس لیے عتاب اور اصاب کے آخر میں استقامت وزن کے لیے حرف اطلاق الف بڑھایا گیا پس عتابا اور اصابا ہو گئے پھر تغنی و خمین صوت کے لیے الف کے عوض تنوین ترنم لے آئے اصابن اور عتابن ہو گئے۔ (استاذ محترم اس تنوین کو میوزکل تنوین بولتے تھے)

اس شعر کے ترجمہ میں بھی اختلاف ہے ایک ترجمہ تو یہ ہے کہ اے ملامت کرنے والی تو اپنی ملامت اور عتاب کو کم کرالٹ۔

اس وقت جب کہ عاذل کو علم نہ مان کر اسم فاعل مانیں یعنی ملامت کرنے والی کہ اصل میں بَا عَاذِلَةٌ تھا حرف ندا یاہ کو حذف کیا اور منادئی کے آخر سے ة کو گرا کر منادئی مرخم ہوا، اور دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ اے عاذلہ! تو ملامت اور عتاب کو کم

(۱) اس بحث کو سمجھنے کے لیے ملاحظہ ہو مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۳۷۷۔

کراخ جب کہ عاذِل کو محبوبہ کا نام مانیں کہ اصل میں تا عاذِلۃ تھا، یا حرف نداء کو حذف کر دیا جو کہ جائز ہے اور اسی طرح منادئی عاذِلۃ کے آخر سے ایک حرف ؤ کو بھی حذف کر دیا یہ بھی جائز ہے اس کو ترخیم منادئی کہتے ہیں، جیسے: یا عَشْمَان سے یا عَشْمُ ، یا خَارِث سے یا خَارِثُ -

شعر میں محل شاہد دو ہیں عتاب بن اور اصاب بن نیز تنوین ترنم اسم، فعل، حرف سب پر آتی ہے جب کہ باقی جو تنوین کی چار قسمیں ہیں وہ صرف اسم کے ساتھ خاص ہیں، اسی لیے آپ نے دیکھا کہ اَصَابِ بنِ اصل میں اصاب فعل باضی ہے اور فعل پر کبھی تنوین نہیں آتی اسی طرح وَالْعِتَابِ بنِ اصل میں وَالْعِتَابِ تھا یہاں اسم پر الف لام داخل ہونے کے باوجود تنوین آئی ہے اس لیے کہ یہ وہ تنوین نہیں، بلکہ یہ ”میوزکل تنوین“ ہے جو کہیں بھی آجاتی ہے۔

وہم لون تاکید در آخر فعل مضارع ثقیلہ و خفیفہ چوں اِضْرِبْنَ وَاِضْرِبْنَ -

ترجمہ | اوسویں قسم: نون تاکید جو فعل مضارع کے آخر میں آتی ہے ثقیلہ ہو یا خفیفہ جیسے: اِضْرِبْنَ ، اِضْرِبْنَ -

سوال (۱): نون تاکید کیا معنی دیتا ہے اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب (۱): نون تاکید وہ لون ہے جو تاکید کے معنی دیتا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں

(۱) نون تاکید ثقیلہ (۲) نون تاکید خفیفہ جیسے: اِضْرِبْنَ اور لَيْضِرِبْنَ -

سوال (۲): نون تاکید کس پر داخل ہوتا ہے مع مثال و ترجمہ مثال بیان کریں؟

جواب (۲): نون تاکید ہمیشہ اس جگہ داخل ہوگا جہاں طلب کے معنی ہوں اور وہ چند

محل ہیں، (۱) امر اس میں طلب کے معنی ہوتے ہیں جیسے: اِضْرِبْنَ ، اِضْرِبْنَ

(ضرور یا لضرور مارتو)، (۲) نہی اس میں بھی طلب کے معنی پائے جاتے ہیں جیسے: لَا

تَضْرِبَنَّ ، لَا تَضْرِبَنَّ (ہرگز مت مار تو)، (۳) استفہام اس میں بھی طلب پائی جاتی ہے جیسے: هَلْ تَضْرِبَنَّ ، هَلْ تَضْرِبَنَّ (کیا تو ضرور بالضرور مارے گا)، (۴) جہتی اس میں بھی طلب ہوتی ہے جیسے: لَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ لَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ (کاش تو ضرور بالضرور مارتا)، (۵) عرض اس میں بھی طلب کے معنی ہوتے ہیں جیسے: أَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيبُنَّ خَيْرًا ، أَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيبُنَّ خَيْرًا (آپ ہمارے پاس کیوں نہیں اترتے تاکہ آپ ضرور بالضرور خیر پائیں) (۶) قسم اس میں بھی طلب ہوتی ہے، جیسے: وَاللَّهِ لَا ضَرْبَنَّ زَيْدًا ، وَاللَّهِ لَا ضَرْبَنَّ زَيْدًا (خدائے پاک کی قسم میں زید کو ضرور بالضرور ماروں گا)، (۷) فعل معارع میں بھی نون تاکید آتی ہے جیسے: لَيَضْرِبَنَّ اور لَيَضْرِبَنَّ (ضرور بالضرور مارے گا وہ ایک مرد)۔

سوال (۳): نون ثقیلہ اور نون خفیفہ میں سے کون اصل ہے دلائل کے ساتھ بیان کریں؟  
 جواب (۳): نون تاکید ثقیلہ اصل ہے یا نون خفیفہ اس میں اختلاف ہے، پہلا مذہب بصرین کا ہے وہ کہتے ہیں کہ نون خفیفہ اصل ہے اور نون ثقیلہ اس کی فرع ہے بصریوں کی دو دلیلیں ہیں پہلی دلیل یہ ہے کہ نون خفیفہ میں ایک نون ہے اور ثقیلہ میں دو ہیں اور ایک دو پر مقدم ہوتا ہے لہذا نون خفیفہ اصل ہے دوسری دلیل یہ ہے کہ نون تاکید خفیفہ اور ثقیلہ حرف ہونے کی وجہ سے جہتی ہیں اور نون خفیفہ جہتی بر سکون اور نون ثقیلہ جہتی بر فتح ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ جہتی کی اصل حرکت سکون ہے پس نون خفیفہ اصل ہوئی اور ثقیلہ اس کی فرع۔

اسکے برخلاف کو فہمین کا مذہب یہ ہے کہ نون ثقیلہ اصل ہے اور خفیفہ اس کی فرع ان کی بھی دو دلیلیں ہیں پہلی دلیل یہ ہے کہ نون ثقیلہ میں دو نون ہیں اور خفیفہ میں ایک لہذا نون ثقیلہ کثرت نون کی وجہ سے افضل ہوگی اور خفیفہ ادنیٰ اور افضل

اصل ہوتا ہے ادنیٰ اس کی فرع اس لیے نون ثقیلہ اصل ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ نون ثقیلہ کے تمام صیغے آتے ہیں اور خفیفہ کے بعض صیغے آتے ہیں لہذا جس کے کل صیغے آتے ہیں وہ افضل ہونے کی وجہ سے اصل ہے اور جس کے بعض صیغے آتے ہیں وہ ادنیٰ ہے اس لیے وہ فرع ہے۔

بہر حال بصریوں کا مذہب ہی صحیح ہے اور انہی کا قول مضبوط ہے۔

یا زوہم حرف زیادت وَاں ہشت حرف است اِنْ و مَا و اَنْ و لَا و مِنْ و کَاف و بَا و لَام چہار آخر در حروف جریاد کردہ شد۔

ترجمہ گیارہویں قسم: حروف زیادت ہیں یہ آٹھ حروف ہیں، اِنْ، مَا، اَنْ، لَا، مِنْ، کَاف، بَا، لَام آخری چار حروف جارہ میں ذکر کئے جا چکے ہیں۔

سوال (۱): حروف زیادت کی تعریف، ان کے زائد ہونے کا مطلب اور ان کے فوائد بیان کریں؟

جواب (۱): حروف زیادت وہ حروف ہیں جو کلام میں زائد ہوتے ہیں نہ لفظی عمل کرتے ہیں اور نہ معنوی یعنی ان کو کلام سے حذف کر دیا جائے تو نہ لفظی خلل واقع ہو اور نہ معنوی، البتہ ان کی موجودگی کے کچھ فوائد ہیں مثلاً یہ کہ ان سے الفاظ کی تزئین و تہئین ہوتی ہے اور اوزان شعر کی استقامت ہوتی ہے وغیرہ۔

سوال (۲): اِنْ، مَا، اَنْ، لَام، بَا، کَاف، مِنْ، یہ چاروں حروف جب لفظی عمل کرتے ہیں تو پھر غیر عاملہ میں کیوں داخل ہو گئے شراح نے معنی کی طرف سے اس کا کیا جواب دیا ہے اور صحیح بات کیا ہے؟

جواب (۲): حروف زیادت کل آٹھ ہیں اِنْ، مَا، اَنْ، لَا، مِنْ، کَاف، بَا،

## شرح نویر

لام۔ (۱) ان اکثر مافیہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے: ما ان زائٹ زیدا میں نے زید کو نہیں دیکھا، اسی طرح ان کبھی ما مصدر یہ کے ساتھ آتا ہے جیسے: اِنْتِظِرْ مَا اِنْ جَلَسَ الْاَمِيْرُ اِي مَدَّةٍ جُلُوْسِهٍ تُو اِنْتِظَارِ كِرَامِيْرِ كِي بِيْتْنِي كِي مَدْت تِك يِهَا مَا مصدر یہ نے جَلَسَ فعل کو مصدر جُلُوْسٍ کے معنی میں کر دیا ہے، کبھی ان لٹا کے ساتھ بھی آتا ہے، جیسے: لَمَّا اِنْ قَامَ زَيْدٌ قُمْتُ جَب زَيْدٌ كَهْرًا هُوَ كَا مِيں بِي هِي كَهْرًا هُوں كَا، (۲) مَا يِه اِدْ كِي سَا تَه اِسْتِعْمَالِ هُو تَا هِي جِي سِي: اِذْ مَا تَخْرُجُ اَخْرُجُ جَب تُو نَكَلِي كَا مِيں نَكَلُوں كَا، اور كَبِي مَا مَنِي كِي سَا تَه اِتَا هِي جِي سِي: مَنِي مَا تَخْرُجُ اَخْرُجُ جَب تُو نَكَلِي كَا مِيں نَكَلُوں كَا، كَبِي اِي كِي سَا تَه اِتَا هِي جِي سِي: اَيْمًا تَدْعُوْنَا فَلَا الْاِسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ تَم اِس كُو جَس نَام سِي پَكَارُو پَس اِس كِي لِي سِي بَهْتَرِيْن نَام هِيں كِر اَصْل مِيں اِيَا مَا تَهَا دُو نُوں كَا اِدْعَامِ هُو كِيَا، اِ سِي طَرَحِ مَا اَيْنَ كِي سَا تَه بِي اِتَا هِي جِي سِي: اَيْمًا تَجْلِسُ اَجْلِسُ جِهَا تُو بِيْتْنِي كَا وَهَا مِيں بِيْتْنُوں كَا، اِ سِي طَرَحِ كَبِي اِنْ كِي سَا تَه بِي اِسْتِعْمَالِ هُو تَا هِي جِي سِي: اَيْمًا تَرِيْنُ مِيْنِ الْبَشَرِ اَحْذَا اِ كَر تُو كَسِي اِدِي كُو دِي كِي، كِر اَصْل مِيں يِهَا اِنْ مَا تَهَا اِدْعَامِ هُو كِر اِيَا هُو كِيَا، كَبِي مَنَا حَرْفِ جِر بَا و كِي سَا تَه بِي اِتَا هِي جِي سِي: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ پَس اللّٰهُ كِي رَحْمَتِ كِي وَجْه سِي اِن كِي لِي سِي نَزْمِ هُو كِي، اِ سِي طَرَحِ مِيْنِ حَرْفِ جِر كِي سَا تَه بِي اِتَا هِي جِي سِي: مِمَّا خَطِيْبَتِهِمْ اُغْرِقُوا اِن كِي كِنَا هُوں كِي وَجْه سِي وَه غَرَقُ كِر دِي سِي كِي كَبِي مَا زَائِدِه مَضَافِ كِي سَا تَه بِي اِتَا هِي جِي سِي: اَيْمًا الْاَجَلِيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُذُوَانَ عَلٰى مِيں دُو نُوں مَدْتُوں مِيں سِي جُو بِي پُو رِي كِرُوں پَس جِه پَر كُو كِي زَبْر دَسِي نِيں يِهَا اِي مَضَافِ هِي جَس كِي سَا تَه مَا اِيَا هِي، (۳) اِنْ يِه اَكْثَر لَمَّا كِي سَا تَه اِتَا هِي جِي سِي: فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشَرُ جَب خُوْشِ خَبْرِي دِي سِي وَالَا اِيَا اور كَبِي اِنْ حَسْمِ اور

لو کے درمیان آتا ہے جیسے: وَاللّٰهِ اِنْ لَوْ قَامَ زَيْلَقُمْتُ خدائے پاک کی قسم اگر زید کھڑا ہوا تو میں بھی کھڑا ہوں گا، کبھی اِنْ کاف تشبیہ کے ساتھ بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے: هِيَ سَكَّانٌ ظَبِيَّةٌ وہ عورت گویا کہ ہرنی (کی طرح خوبصورت) ہے۔ (۴) لَّا یہ نفی کے بعد واو عاطفہ کے ساتھ آتا ہے جیسے: مَا جَاءَ نَبِيٌّ زَيْلَوُ لَا عَمْرٍ وَمِيرَةَ پاس زید آیا نہ عمرو۔ کبھی لَا اِنْ مصدریہ کے بعد بھی زائد آتا ہے جیسے: مَا مَنَعَكَ اِنْ لَا تَسْجُدَ تَحْتَهُ كَوْسُجِدَہ کرنے سے کس چیز نے روکا، کبھی لَا لَفْظِ اُقْسِمُ کے پہلے بھی آتا ہے جیسے: لَا اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں۔

من، كَاف، بَاء، لَام یہ چاروں حروف مصنف نے اس لیے بیان کیے کہ مصنف کے نزدیک ان کی دو حالتیں ہیں اگر یہ حروف جارہ میں استعمال ہوں تو عامل ہوں گے اور حروف زیادت میں استعمال ہوں تو غیر عامل ہوں گے مگر یہ جواب دیکر شرح نے محض مصنف کی پشت پناہی کی ہے ورنہ تو حقیقت یہ ہے کہ ان حروف کو حروف زیادت میں بیان کرنا جبکہ یہ عامل ہیں مصنف کی طرف سے تسامح ہے یا پھر دوسرا جواب مصنف کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ مصنف کے نزدیک غیر عامل وہ ہے جو دو عملوں میں سے ایک عمل نہ کرتا ہو لفظی یا معنوی چونکہ یہ حروف لفظی عمل تو کرتے ہیں مگر معنوی عمل نہیں کرتے اس لیے ان کو حروف غیر عامل میں بیان کیا اور پہلے جو حروف غیر عاملہ بیان ہوئے ہیں وہ لفظی عمل نہیں کرتے مگر معنوی عمل کرتے ہیں مگر اس جواب میں بھی کوئی زیادہ قوت نہیں، حقیقت یہی ہے کہ یہ مصنف کا تسامح ہے۔

سوال (۳): من، كَاف، بَاء، لَام کس کے ساتھ زائد ہوتے ہیں مع مثال و ترجمہ بیان کریں؟

جواب (۳): (۱) من کلام منفی میں زائد ہوتا ہے جیسے: نَعَا جَاءَ نَبِيٌّ مِنْ اَحْبَادٍ،

میرے پاس کوئی نہیں آیا، اور کلام استفہام میں بھی زائد ہوتا ہے جیسے: نَحْمُ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَوَاتِ آسْمَانٍ مِّنْ كَثْفَةٍ فَرَشْتَهُ هِيَ؟ (۲) کاف یہ بھی کلام تہی میں زائد ہوتا ہے جیسے: لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ اس (اللہ) کے مانند کوئی چیز نہیں ہے، (۳) باء یہ بھی کیس کی خبر پر زائد آتا ہے جیسے: لَيْسَ زَيْدٌ بِقَائِمٍ زَيْدٌ كَمَا كُنْتُمْ هِيَ اور اسی طرح مانا فیہ کی خبر پر بھی باء زائد آتا ہے جیسے: مَا زَيْدٌ بِغَائِبٍ زَيْدٌ فِيمَا هِيَ حَاضِرٌ نہیں ہے، اور استفہام کی خبر پر بھی باء زائد آتا ہے جیسے: هَلْ زَيْدٌ بِقَائِمٍ كَمَا زَيْدٌ كَمَا هِيَ؟ (۴) لام یہ مطلق زائد ہوتا ہے کہیں بھی آجاتا ہے جیسے: زَيْدٌ لَكُمْ زَيْدٌ زَيْدٌ تَمَّارٌ ہاں ہے۔

دوازوہم حروف شرط و آل و دو است أمّا و لو أمّا برائے تفسیر و قادر جوابش

لازم باشد کقولہ تعالیٰ "فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَ سَعِيدٌ فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَمِنَ النَّارِ وَ أَمَّا الَّذِينَ سَعِدُوا فَمِنَ الْجَنَّةِ" ، وَ لَوْ بَرَّائِ اتَّقَاءِ ثَانِي سَبَبِ اتَّقَاءِ اُولِ اُولَئِكَ كَانَ فِيهِمَا اِلَهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا "

ترجمہ | بارہویں قسم: حروف شرط ہیں یہ دو ہیں أمّا ، لو أمّا برائے تفسیر ہے اس کے جواب میں فَا كَالَا لَان لَازِم ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَ سَعِيدٌ، فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَمِنَ النَّارِ وَ أَمَّا الَّذِينَ سَعِدُوا فَمِنَ الْجَنَّةِ (پس ان میں سے بعض بد بخت ہیں اور بعض نیک بخت بہر حال جو لوگ بد بخت ہیں وہ جہنم میں ہو گئے اور جو لوگ نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہوں گے) لَوْ اتَّقَاءِ اُولِ اُولَئِكَ كَانَ فِيهِمَا اِلَهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا وجہ سے اتقائے ثانی کے لیے ہے۔ جیسے: لَوْ كَانَ فِيهِمَا اِلَهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (اگر زمین و آسمان میں اللہ کے علاوہ چند معبود ہوتے تو ان میں فساد ہوتا)۔

سوال (۱): حروف شرط کتنے اور کیا کیا ہیں بیان کریں نیز بتائیں کہ تمنا کی تہی

قسمیں ہیں اور وہ کیا عمل کرتا ہے؟

جواب (۱): حروف شرط دو ہیں (۱) انا (۲) لو پہلا انا اس کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم انا شرطیہ یہ اجمال کے بعد تفسیر بیان کرنے کے لیے آتا ہے اور اس کے جواب میں فا کالا تا ضروری ہے نیز یہ معنوی عمل کرتا ہے جیسے: فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَ سَعِيْدٌ، پس ان میں کچھ بد بخت ہیں اور کچھ نیک بخت اس اتنی عبارت میں اجمال ہے لہذا اس کی تفسیر کرنے کے لیے انا آیا، فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فِى النَّارِ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ سَعِلُوْا فِى الْجَنَّةِ بہر حال جو لوگ بد بخت ہیں وہ جہنم میں ہوں گے اور جو لوگ نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہوں گے پس انا نے پہلے جملے کے اجمال کی تفسیر کر دی اور فِى الْجَنَّةِ میں فاء آیا ہے جو انا کے جواب میں ہے، دوسری قسم انا استینافیہ اس کے پہلے کوئی اجمال نہیں ہوتا جیسے: اَمَّا بَعْدُ بہر حال اس کے بعد۔

سوال (۲): لو کیا عمل کرتا ہے مثال کے ساتھ بیان کریں نیز لو کے استعمال کو آیت کریمہ سے ثابت کریں؟

جواب (۲): ”لو“ بھی معنوی عمل کرتا ہے یعنی پہلے کلام کے منٹھی ہونے کی وجہ سے دوسرے کلام کی نفی کرتا ہے جیسے: لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اِلَهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا اِگر آسمان وزمین میں اللہ کے علاوہ چند معبود ہوتے تو ان میں فساد ہوتا، لیکن چونکہ آسمان وزمین میں چند معبود نہیں ہیں، یہ پہلے جملے کا حکم منٹھی ہے اس وجہ سے آپ نے دوسرے جملے کی بھی نفی کر دی یعنی آسمان وزمین میں فساد نہیں ہے۔

سوال (۳): لو اور ان شرطیہ جو ماضی و مضارع پر آتے ہیں ان کو کیوں بیان نہیں کیا مثال سے واضح کریں؟

جواب (۳): وہ حروف شرط لو اور ان جو فعل ماضی و مضارع پر آتے ہیں ان کو اس



لیے بیان نہیں کیا کہ وہ معنوی عمل کے ساتھ لفظی عمل بھی کرتے ہیں اور یہاں تو حروف غیر عاملہ کا بیان ہے اس لیے وہ اس بحث سے خارج ہیں، جیسے: لَمَّا ضَرَبْتُ ضَرْبًا، لَمَّا تَضَرَّبْتُ أَضْرَبُ، لَوْ ضَرَبْتُ ضَرْبًا، لَوْ تَضَرَّبْتُ أَضْرَبُ اگر تو مارے گا میں ماروں گا۔

سيزدہم لَو لَا وَأُوْمَوْضُوعِ اسْتِ بَرَاءِ انْتِقَاعِ ثَانِي بِسَبَبِ وُجُودِ اَوَّلِ حُجُومِ:  
لَوْلَا عَلِيٌّ لَهْلَكَ عُمَرُ، چہار دہم لام مفتوحہ برائے تاکید چوں: لَزَيْدًا اَفْضَلُ مِنْ  
عُمُرٍ و پانزدہم ما بمعنی مادام چوں: اَقْوَمُ مَا جَلَسَ اِلَّا مِيرُ۔

ترجمہ | تیرہویں قسم: لَوْلَا یہ موضوع ہے اول کے وجود کی وجہ سے دوسرے کے انتقاء کے واسطے جیسے: لَوْلَا عَلِيٌّ لَهْلَكَ عُمَرُ (اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے) چودھویں قسم: لام مفتوحہ تاکید کے واسطے آتا ہے جیسے: لَزَيْدًا اَفْضَلُ مِنْ عُمُرٍ (یقیناً زید عمرو سے افضل ہے) پندرہویں قسم ما جو کہ مادام کے معنی میں ہے جیسے: اَقْوَمُ مَا جَلَسَ اِلَّا مِيرُ۔ (میں کھڑا ہوں گا جب تک کہ امیر بیٹھا ہے)

سوال (۱): لَوْلَا کیا معنی دیتا ہے مثال دے کر اس کو لَوْلَا کے عمل پر منطبق کریں نیز مثال کا خلفیہ بھی بیان کریں؟

جواب (۱): لَوْلَا پہلے کے موجود ہونے کی وجہ سے دوسرے کی نشی کرتا ہے جیسے: لَوْلَا عَلِيٌّ لَهْلَكَ عُمَرُ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے، چونکہ پہلے یعنی علی موجود تھے اس لیے دوسرے یعنی عمر ہلاک نہیں ہوئے۔

یہ جملہ حضرت عمرؓ نے اس وقت کہا تھا جب آپ کے دور خلافت میں لوگ ایک عورت کو آپ کے پاس لے کر آئے جس سے زنا کا صدور ہوا تھا اور اس کی وجہ سے اس کو حمل تھا پس حضرت عمرؓ نے قرآنی فیصلہ کے مطابق اس کو سنگ سار کر دیے

جانے کا حکم فرمایا چنانچہ حضرت علیؓ بھی وہاں موجود تھے تو آپ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! شریعت کا حکم حاملہ کے بارے میں یہ ہے کہ اس کو جب تک سنگ سار نہ کیا جائے جب تک کہ وہ بچہ نہ جنم دے اور اس بچہ کی مدت رخصت پوری نہ ہو جائے اور آپ نے اس حکم کی تائید میں آپ ﷺ کی حدیث یاد دلائی، جب حضرت عمرؓ نے سنا تو بے اختیار فرمایا کہ اگر آج علیؓ موجود نہ ہوتے تو عمر بلاک ہو گیا ہوتا، اس لیے کہ آج میرے فیصلہ سے ایک معصوم بچہ ناحق مارا جاتا کہ جس کا کوئی قصور نہیں تھا پس حضرت علیؓ نے مجھے ایک معصوم کے قتل سے بچالیا۔

سوال (۲): لام مفتوحہ کیا معنی دیتا ہے نیز اس کے کتنے نام ہیں مع مثال بیان کریں؟  
 جواب (۲): لام مفتوحہ تاکید کے معنی دیتا ہے اور اس کے تین نام ہیں (۱) لام مفتوحہ (۲) لام تاکید (۳) لام ابتدائیہ، اسم اور فعل دونوں پر داخل ہوتا ہے اسم کی مثال: لَزِيدٌ اَفْضَلُ مِنْ عُمَرَ وَ تَحْقِيقُ كِه زَيْدٌ عَمْرُو سے افضل ہے فعل کی مثال: اِنَّ رَبَّنَا لَبِحَكْمٍ بَيْنَهُمْ بِشَكِّ تِرا ب ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

سوال (۳): ما اسمیہ اور ما حرفیہ کی کتنی قسمیں ہیں نیز یہاں کون سا ”ما“ مراد ہے مع مثال بیان کریں؟

جواب (۳): اَوَّلًا مَا کی دو قسمیں ہیں (۱) کما اسمیہ (۲) کما حرفیہ، پھر ما اسمیہ کی تین قسمیں ہیں (۱) ما موصولہ (۲) ما موصوفہ (۳) ما شرطیہ، اور اسی طرح ما حرفیہ کی بھی تین قسمیں ہیں (۱) ما نافیہ (۲) ما کافہ (۳) ما بمعنی ما دام، یہاں ما پہلی تقسیم کے مطابق ما حرفیہ ہے پھر ما حرفیہ کی تیسری قسم ما بمعنی ما دام ہے جیسے: اَقْوَمُ مَا جَلَسَ الْاَمِيرُ میں کھڑا ہوں گا جب تک امیر بیٹھا ہے۔

شائزہ ہم حروف عطف آل وہ است والو وفا و ثم و حتی و اما و او و ام

وَلَا وَبَلٍ وَلَكِنْ -

ترجمہ | سولہویں قسم: حروف عطف وہ دس ہیں: واو، فاء، ثم، حتی، اِما، اَوْ، ام، لا، بل، لیکن۔

سوال (۱): حروف عطف کتنے ہیں سب کو بیان کریں؟

جواب (۱): کل حروف عطف دس ہیں (۱) واو (۲) فَا (۳) ثُمَّ (۴) حَتَّى (۵) اِمَا (۶) اَوْ (۷) اَمَّ (۸) لَا (۹) بَلَّ (۱۰) لَكِنْ۔

سوال (۲): تمام حروف عطف کو مع مثال و ترجمہ بیان کریں؟

جواب (۲): واؤ جیسے: جَاءَ نَبِيَّ زَيْدٍ وَعَمْرُو مِيرے پاس زید اور عمرو آئے، فاجیسے: قَامَ زَيْدٌ فَعَمْرُو زید کھڑا ہوا پس عمرو کھڑا ہوا، فاقرب مع الوصل کے لے آتا ہے ثُمَّ جیسے: دَخَلَ زَيْدٌ ثُمَّ عَمْرُو زید داخل ہوا پھر عمرو داخل ہوا، ثم تاخیر مع الوصل کے لیے آتا ہے جاننا چاہیے کہ تقرب مع الوصل کہتے ہیں کسی کام کا یکے بعد دیگرے ہونا مثلاً پہلے زید داخل ہوا پھر فوراً اس کے پیچھے عمرو داخل ہوا، اور تاخیر مع الوصل کہتے ہیں کہ کسی کام کا تھوڑی تاخیر کے بعد ہونا مثلاً پہلے زید داخل ہوا پھر تھوڑی تاخیر کے بعد عمرو داخل ہوا مگر اس تاخیر کے درمیان کوئی دوسرا داخل نہیں ہوا یعنی زید کے بعد داخل ہونے والا عمرو ہی ہے گرچہ تھوڑی دیر کے بعد، حتی جیسے: قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّى الْمَشَاةِ حاجی لوگ آگئے یہاں تک کہ پیدل چلنے والے بھی، اِما جیسے: اَلْعَدُوُّ اِمَا زَوْجٌ اَوْ فَرْدٌ عَدِيًّا تو جفت ہے یا طاق ہے، اَوْ جیسے: جَاءَ نَبِيَّ زَيْدٌ اَوْ عَمْرُو مِيرے پاس زید آیا یا عمرو آیا، اَمَّ جیسے: اَزَيْدٍ عِنْدَكَ اَمَّ عَمْرُو کیا تیرے پاس زید ہے یا عمرو؟ لَا جیسے: مَا جَاءَ نَبِيَّ زَيْدٌ وَلَا عَمْرُو مِيرے پاس نہ زید آیا نہ عمرو، بَلَّ جیسے: مَا جَاءَ نَبِيَّ زَيْدٌ بَلَّ عَمْرُو مِيرے پاس زید نہیں آیا بلکہ عمرو آیا، لَكِنْ جیسے: جَاءَ نَبِيَّ زَيْدٌ

لَكِنَّ عَمْرُوَ مَا جَاءَ مِيرے پاس زید آیا لیکن عمرو نہیں آیا۔

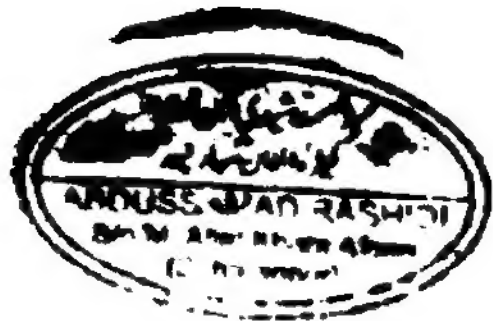
سوال (۳): حروف غیر عاملہ کی سولہ قسموں کے کل حروف کی تعداد کیا ہے؟

جواب (۳): حروف غیر عاملہ کی سولہ قسموں کے کل حروف کی تعداد چھپن<sup>۵۶</sup> ہے۔

تم هذا الشرح بتوفيق الله تعالى و عونہ فی

۱۶ من جمادى الثانيه ۱۴۲۶ھ قبيل المغرب المصادف

۱۳ / من جولائی ۲۰۰۵ء يوم الاربعاء



لَكِنَّ عَمْرُوَ مَا حَجَّ مِرَّةً بِأَسْزَدٍ يَا لَيْكُنْ عَمْرُوَ نَبِيَّ آيَا-

سوال (۳): حروف غیر عاملہ کی سولہ قسموں کے کل حروف کی تعداد کیا ہے؟  
جواب (۳): حروف غیر عاملہ کی سولہ قسموں کے کل حروف کی تعداد چھپن<sup>۵۶</sup> ہے۔

تم هذا الشرح بتوفيق الله تعالى و عونہ فی

۶/ من جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ قبیل المغرب المصادف

۱۳/ من جولائی ۲۰۰۵ء یوم الاربعاء

